ایک معاشرتی ناول

آئینہ

بیگم والئی علیخاں

ناز کتاب گھر
شاندار مارکیٹ، مٹیا محل، دہلی ۶

وہ پھر سماج نے دو پیار کرنے والوں کو
سزا کے طور پر بخشی طویل تنہائی

ساحر

انتساب!

اپنی بڑی بہن مرحومہ انور جہاں کے نام ـــــ
جن کی بڑی آرزو تھی کہ ان کا لکھا ہوا ناول چھپے،
مگر موت نے انہیں مہلت نہ دی اور ان کا مسوّدہ
بھی فسادات کے وقت کلکتہ سے چٹاگانگ آتے ہوئے
میری چیزوں کے ساتھ ضائع ہو گیا۔
اَب میں ان کی روح کو خوش کرنے کے لئے
اپنا یہ ناول ان کے نام معنون کرتی ہوں۔

بیگم وائی۔ علیخاں

اچھّی
کتاب کا
نکھار
ہمیشہ
قائم
رہتا
ہے۔

عرضِ ناشر

اُردو کے اِس نازک دور میں، اُردو کی خدمت کرنا درحقیقت جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ مگر مَیں نے یہ بیڑہ اُٹھالیا ہے، جان بوجھ کر اس منزل کی طرف بڑھا ہوں، جہاں ہزاروں مشکلات سدِ راہ ہیں۔ قدم قدم پر اُلجھنوں کے خار ارادوں کے دامن میں اٹک جاتے ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ جب میں نے یہ ناول پڑھا تو مجھے اتنا اچھا لگا کہ میں پہروں متاثر رہا۔ تب ہی میں نے یہ عہد کیا کہ اتنے حسین اور بے نظیر ناول کو اردو داں طبقے تک ضرور پہنچاؤں گا تاکہ دوسرے بھی اس سے استفادہ کریں۔

ناول اب آپکے ہاتھ میں ہے۔ اِسکے حُسن و قُبح کی صحیح پرکھ آپ ہی کرسکتے ہیں۔ ویسے میں نے اِسے حُسنِ طباعت سے آراستہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ ناولوں کے اولین سیٹ میں یہ ناول سرِفہرست ہے اور ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ مستقبل میں اس سے بھی عمدہ اور لاجواب ناول قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کے وعدہ کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں۔

محمد انوار

باراوّل :	ایک ہزار
ناول :	آئینہ
مصنّفہ :	بیگم واجدہ علیخاں
کتابت :	آئی۔ احمد خاں
آرٹسٹ :	ای۔ روز
بلاک :	رنگ محل
پریس سرورق :	یونیوکیکیشن پریس
مطبوعہ :	اعلیٰ پریس دہلی ۶
قیمت :	نو روپے 9/-

باہتمام محمد انوار، ناز کتاب گھر،
شاندار مارکیٹ،
مٹیامحل، دہلی ۶

"سلیم سلیم! ادھر تو آؤ، دیکھو تو یہ بالکل بے ہوش ہیں ۔"

ایک خوش پوش نوجوان گھبرایا ہوا کمرے میں آیا جہاں ایک خوبصورت لڑکی
بے ہوش پڑی تھی اور جس کے سر سے خون بہہ رہا تھا ۔

"کیا ہوا حمید؟"

حمید: دیکھو تو ان کو، یہ بالکل بے ہوش ہیں ۔ انہیں لے جانے کے لئے
اسٹریچر کی ضرورت ہے مگر اسٹریچر کہاں سے آئے؟"

سلیم: گھبراؤ نہیں ۔ میں ابھی انہیں اٹھا کر لے چلتا ہوں ۔ دوسرے کمرے
میں ایک اور شخص پڑا ہوا ہے ۔ وہ بُری طرح زخمی ہے تم دوسرے
ساتھیوں کے ساتھ جیپ میں لے کر آؤ اور پورا گھر دیکھ ڈالو ۔ شاید کوئی

اور کہیں زخمی پڑا ہو ۔"

یہ کہتے ہوئے سلیم نے جھک کر بے ہوش لڑکی کو اپنے بازوؤں میں اُٹھا لیا ۔ یہ سب کچھ کلکتہ لیک روڈ کے ایک خوبصورت مکان میں ہوا جس میں ایک باعزت مسلمان اپنی فواسی کے ساتھ رہتا تھا۔ جس کا نام نواب امجد علی تھا ۔

۱۹۴۶ء کا ذکر ہے جب کلکتہ میں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں ۔ نواب امجد علی ڈاکٹر سلیم احمد کے نرسنگ ہوم میں بے ہوش پڑے تھے ۔ زخموں کو دھو کر ڈاکٹر سلیم نے مرہم پٹی کر دی ۔ ڈاکٹر سلیم مع اپنے کئی ساتھیوں کے ایک مریض کو دیکھنے جا رہا تھا کہ اس نے ایک عورت کی چیخ سُنی ۔ گاڑی روک کر وہ اندر داخل ہوا تو یہ لوگ مل گئے ۔ شام کے سات بجے نواب صاحب نے آنکھیں کھولیں اور چاروں طرف دیکھ کر پاس بیٹھی ہوئی نرس سے پوچھا ۔

"میں کہاں ہوں ؟"

نرس نے جواب دیا "آپ ڈاکٹر سلیم احمد ایف ۔ آر ۔ سی ۔ ایس ۔ کے نرسنگ ہوم میں ہیں ۔"

نواب صاحب ! "آہ ۔ میری بچی ! میری آئینہ ! کہاں ہے وہ ؟ تم لوگوں نے مجھے کیوں بچایا ۔ شاید کم بختوں نے میری بچی کو نہیں چھوڑا ۔ اب میں زندہ

رہ کر کیا کروں گا۔!"

"آپ زیادہ باتیں نہ کیجئے۔ آپ کی لڑکی اچھی ہے۔ وہ دوسرے کیبن میں آرام کر رہی ہے۔"

یہ کہہ کر نرس ایک انجکشن بنا لائی اور انجکشن دیتے ہی نواب صاحب نیند کی آغوش میں چلے گئے۔

دوسرے کیبن میں ڈاکٹر سلیم اور حمید آئینہ کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے، جسے اب تک ہوش نہیں آیا تھا۔

سلیم نے نرس سے انجکشن تیار کرنے کو کہا۔ نرس انجکشن بنا لائی۔ سلیم نے آئینہ کو انجکشن دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور پانی طلب کیا۔

سلیم نے نرس کو اشارہ کیا جس نے آئینہ کو پانی پلا دیا۔

پانی لے کر آئینہ نے اُٹھنے کی کوشش کی مگر شاید کمزوری کے سبب اُٹھ نہ سکی۔ اس کے سر پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

سلیم: "اُٹھنے کی کوشش نہ کیجئے، آپ کے سر میں چوٹ ہے۔"

سلیم کی آواز سن کر آئینہ نے آنکھیں کھولیں اور گھبرا گھبرا کر اس کی اور حمید کی طرف دیکھنے لگی۔

حمید: "گھبرائیے نہیں آپ یہاں بالکل محفوظ ہیں۔ یہ ڈاکٹر سلیم احمد کا

کانرسنگ ہوم ہے ۔"

آئینہ :" ناناابا ؛ کیا ظالموں نے انھیں مار ڈالا ؛"

حمید : فال بد منہ سے نہ نکالئے۔ آپ کے ناناجان سلامت بھی یہیں موجود ہیں۔ وہ بھی یہیں موجود ہیں۔ وہ بھی زخمی ہیں ۔ اس لئے انہیں دوسرے کمرے میں رکھا گیا ہے ۔ آپ کا ایک نوکر بھی زخمی ہے۔ اب آپ آرام کیجئے اور اطمینان رکھئے۔ ڈاکٹر سلیم آپ کی حفاظت جان دے کر بھی کریں گے ۔"

سلیم نے گھور کر حمید کو دیکھا اور حمید آنکھیں چرانے لگا ۔

نرس پھر ایک انجکشن بنا لائی اور سلیم نے اس کو انجکشن دے کر کہا ۔

" اب آپ سونے کی کوشش کیجئے۔ کل صبح ملاقات ہوگی ۔"

اور دونوں کیبن سے باہر نکل گئے ۔

سلیم :" حمید تم بہت نامعقول ہو۔ بھلا یہ مذاق کا موقع تھا ۔"

حمید :" ارے ڈاکٹر صاحب زندہ دل انسان کبھی چپ نہیں رہ سکتا ۔ اب تمہاری طرح تو میں ہونے سے رہا۔ جب سے تم انہیں لائے ہو، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کسی اور ہی دنیا میں بس رہے ہو ۔"

" یہ تمہارا خیال ہے ورنہ مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ۔"

" دیکھا جائے گا۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ۔" حمید نے کہا ، اور دونوں نرس اور ہاؤس سرجن کو ہدایات دے کر آفس روم میں آ بیٹھے ۔

"آج تو یہیں رات گزارنی ہے!" پھر دونوں آفس ہی میں رات گزارنے کا بندوبست کرنے لگے۔

دوسرے روز صبح آئینہ نیند سے بیدار ہوئی تو نرس نے پوچھا "منہ ہاتھ دھلادوں؟"

آئینہ: "نہیں، میں اب اچھی ہوں مجھے باتھ رُوم لے چلو"۔

منہ ہاتھ دھوکر آئینہ بال کھولے پلنگ پر بیٹھی تھی، اور نرس بالوں کو سلجھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ سلیم ہاتھوں میں ایک بڑا سا بنڈل اٹھائے اندر آیا۔ لیکن یہ نظارہ شاید اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا، لہٰذا جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ آئینہ نے بھی نظر اُٹھا کر دیکھا اور سلیم کو کھڑے دیکھ کر جلدی سے آنچل سر پر ڈال لیا۔ سلیم کو ایسا لگا کہ چاند بدلی میں آگیا ہو۔ پھر بھی اس نے اپنے پر قابو پا کر کہا۔

"میں اس مداخلتِ بے جا کی معافی چاہتا ہوں۔ کچھ کپڑے لے کر آیا ہوں۔ یہ میرے ایک دوست کی بیوی کے ہیں جو بالکل نئے ہیں۔ آپ کچھ خیال نہ کریں۔ دوکان کھلتے ہی دوسرے کپڑے آجائیں گے"۔

آئینہ زبان سے تو کچھ کہہ نہ سکی۔ مگر دو قطرے آنسوؤں کے اس کی پلکوں پر چھلکنے لگے۔

"ارے آپ تو رونے لگیں۔ شکر کیجئے کہ آپ اور آپ کے نانا ابا کی

جان بچ گئی ـــــ بہت سے گھروں کو میں نے دیکھا ہے جہاں کسی کا بھی پتہ نہیں۔ چلئے جلدی سے کپڑے بدل کر آجائیے تاکہ آپ کو نانا جان کے پاس لے چلوں وہ انتظار کر رہے ہیں۔ میں باہر ہوں تیار ہو کر مجھے بلا لیجئے گا۔"

آئینہ تیار ہو کر کیبن سے باہر آئی تو سلیم ٹہل رہا تھا۔ آئینہ کو لے کر وہ نواب صاحب کے کیبن میں آیا۔ نواب صاحب نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور آئینہ بچوں کی طرح ان کے سینے سے لپٹ گئی۔

نواب صاحب: "ڈاکٹر صاحب آپ کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔ آج آپ نہ ہوتے تو میری بچی مجھ کو نہ ملتی ـ اور شاید میں بھی زندہ نہ بچ سکتا۔"

سلیم: "خدا کا شکر ادا کیجئے جس نے آپ کی جان رکھ لی۔ میں نہ جاتا تو کوئی اور مدد کے لئے پہنچ جاتا۔ اب آپ کچھ کھا پی لیں۔"

بوا نے چھوٹی سی میز سرکا کر ناشتہ لگا دیا۔

نواب صاحب: "آئینہ بیٹی ڈاکٹر صاحب کے لئے بھی چائے بناؤ۔"

سلیم دِل میں سوچنے لگا نام بھی صورت ہی کی طرح پیارا ہے۔"

اسی وقت حمید بھی آپہنچا اور سب نے ایک ساتھ چائے پی۔

سلیم: "اب میں ڈیوٹی پر جا رہا ہوں، کوئی ضرورت ہو تو نرس سے کہیئے گا۔"
پھر آئینہ سے مخاطب ہوا "آپ کا دِل چاہے تو یہاں بیٹھئے ورنہ اپنے کیبن میں چلی جائیے گا۔"

نواب صاحب: "آئینہ تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

آئینہ: "نہیں نانا جان میں بالکل اچھی ہوں۔"

نواب صاحب: "بیٹی پہلے یہ بتا کہ تیرے ساتھ کیا بیتی؟ — جب تک میری بندوق کی گولی چلتی رہی اس وقت تک تو وہ لوگ تیرے کمرے تک پہنچ نہ سکے تھے۔ مگر جب میں گولی لگنے سے بے ہوش ہو کر گر پڑا اس کے بعد نہ جانے کیا ہوا؟"

"خدا کا شکر ہے نانا جان کہ آپ کے گرنے کی آواز سن کر میں اپنے کمرے سے دوڑی ہوئی آئی۔ اس وقت وہاں کوئی نہ تھا۔ میں آپ کے لئے پانی لے کر آ رہی تھی کہ نہ جانے کس طرح میرا پاؤں پھسل گیا اور میں گر پڑی چوٹ سر میں لگی جس کے سبب میں بے ہوش ہو گئی۔ پھر آنکھیں کھلیں تو ڈاکٹر صاحب کے نرسنگ ہوم میں تھی۔"

نواب صاحب: "اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے"

سلیم نے کہا: "ہم سب جب وہاں پہنچے تو ہم نے کئی غنڈوں کو دیوار پھاند کر جاتے دیکھا۔ ہمارے ساتھ کئی بندوقیں تھیں۔ گھر کی تلاشی لینے پر صرف ایک نوکر ملا۔ وہ بھی بچارا زخمی تھا، اور آپ دونوں تو بے ہوش تھے۔"

نواب صاحب: "دعا کرتا ہوں خدا تم دونوں کو اس کا اجر دے۔ آمین!"

پھر سلیم اور حمید اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سلیم تو اپنے آفس میں داخل ہو گیا۔ اور حمید جیپ لے کر باہر روانہ ہو گیا۔

(۲)

نواب امجد علی اور آئینہ کو ڈاکٹر سلیم احمد کے مکان میں رہتے ہوئے پندرہ دن سے زائد ہو گئے ہیں۔ کلکتہ میں امن قائم ہو چکا ہے۔ سلیم، حمید، نواب صاحب اور آئینہ سب شام کی چائے پی رہے ہیں۔

نواب صاحب: "ڈاکٹر صاحب اب تو ہماری مہمانی کو دو ہفتہ سے زائد ہو گئے، اب ہم لوگوں کو اجازت دیں۔"

سلیم: "نہیں نواب صاحب! میں آپ کو لیک روڈ کے مکان میں تو اب جانے نہیں دوں گا۔ ایک دوسرا مکان پارک سٹریٹ میں ہے۔ وہ خالی ہو جائے تو وہاں چلے جائیے گا۔"

نواب صاحب: "نہ معلوم وہ کب خالی ہو۔"

سلیم: جب تک خالی نہ ہو آپ یہاں رہئیے گا۔ تکلیف تو ضرور ہو گی، — مگر مجبوری ہے۔"

نوابصاحب: "نہیں بھئی تکلیف تو کچھ نہیں ہے بلکہ اپنے گھر سے بھی زیادہ آرام ہے۔"

ڈاکٹر سلیم کے چیمبر میں سلیم اور حمید بیٹھے باتیں کر رہے ہیں،

حمید: "ڈاکٹر صاحب، معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مریضہ سے زیادہ آپ کی طبیعت خراب ہے۔"

"کیا مطلب؟" سلیم نے پوچھا۔

حمید: "مطلب یہی ہے کہ مریضہ تو اچھی ہو گئی مگر مسیحا بیمار معلوم ہوتے ہیں۔"

"حمید تم بہت منہ پھٹ ہو گئے ہو۔ وہ لوگ اگر سن لیں تو کیا خیال کریں گے؟" سلیم نے کہا۔

"خیر انہیں تو خبر ہونے سے رہی مگر تم اپنے کو مجھ سے چھپا رہے ہو۔ اقبال جرم کر لو۔"

"میں نے کیا کیا ہے جو اقبالِ جرم کر لوں؟"

"یہ تو آپ کی صورت بتا رہی ہے کہ آپ نے کیا جرم کیا ہے؟ — محبت کبھی چھپائے چھپتی ہے۔ میاں تم اقبال جرم کرو یا نہ کرو، مگر میں بحلف کہہ سکتا ہوں کہ تم آئینہ سے محبت کرنے لگے ہو۔"

"خدا کے لئے حمید — چپ رہو، نہ جانے اس کا انجام کیا ہو!"

"اب آئے سیدھے راستے پر، مگر مجبوری کیا ہے۔ انجام انشاءاللہ اچھا ہوگا۔ تمہارے ساتھ شادی کر دینے میں نواب صاحب کو کیا عذر ہو سکتا ہے!"

"تم جانتے ہو حمید! میری کوئی بات تم سے پوشیدہ نہیں۔ آئینہ کو میں دل کی گہرائیوں سے چاہنے لگا ہوں، مگر آئینہ کو میرا خیال ہے کہ نہیں یہ مجھے معلوم نہیں۔ اور میں زبردستی کی شادی کے خلاف ہوں۔ اچھا چلو ہاسپیٹل کا وقت ہو گیا۔"

رات کے کھانے پر سلیم نے کہا۔ "آج سب کھانا مزیدار ہے کریم۔ کہیں تمہیں علاؤالدین کا چراغ تو ہاتھ نہیں لگ گیا؟"

بیرے نے کہا: "آج چھوٹی بیگم نے پکایا ہے سرکار۔ میرے ہاتھوں میں یہ مزہ کہاں!"

نواب صاحب: "نہیں بیرا تم بھی اچھا پکاتے ہو۔"

سلیم: "(آئینہ سے) آپ نے کیوں تکلیف کی، کہیں طبیعت خراب نہ ہو جائے۔"

نواب صاحب: "طبیعت کیوں خراب ہونے لگی۔ میری آئینہ کو پکانے کا بہت شوق ہے۔ وہ گھر میں بھی اپنے ہاتھوں سے کچھ نہ کچھ ضرور پکاتی تھی۔"

حمید: "اگر اجازت ہو تو میں آپ کو بہن کہوں!"

آئینہ: "ضرور کہئے، مجھے بڑی خوشی ہو گی"۔

حمید: "اچھا تو سنو، تمہارا یہ بھائی پیٹو قسم کا ہے۔ تم اسے برابر اچھی اچھی چیزیں پکا کر کھلاتی رہنا"۔

نواب صاحب: "ضرور ضرور۔ یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ ابھی تو تمہارے یہاں ہی ہیں۔ جب چلا جاؤں گا تب بھی جب تم لوگوں کا دل چاہے چلے آنا۔ تم دونوں کے لئے میری آنکھیں فرشِ راہ رہیں گی"۔

حمید: "شکریہ نانا جان! آج سے ہم دونوں کو بھی اپنی شفقت کے سائے میں لے لیجئے۔ میں تو ازل سے بدقسمت ہوں اور بچارے سلیم کے والد نہیں ہیں۔ امی ہیں بھی تو بہت ہی نیک اور شریف۔ وہ میری سگی خالہ ہیں۔ ہم دونوں کی پرورش انہیں کے ہاتھوں ہوئی ہے ایک ساتھ ہی ہم دونوں یورپ گئے ہیں۔ میں انجینئر ہو کر آیا اور سلیم ڈاکٹری کی ڈگری لے کر آ گیا۔ ہم دونوں کا راستہ الگ الگ ہے مگر دیکھئے آج تک ہم ایک جان دو قالب ہیں"۔

نواب صاحب: "میں دعا کرتا ہوں کہ تم دونوں ہمیشہ ہمیشہ ایسے ہی رہو۔ اچھا سلیم بنک سے کچھ روپے نکلوا دو"۔

سلیم: "بہت بہتر۔ آپ چیک لکھ رکھیئے سیکریٹری آئے تو دے دیجئے گا۔ وہ روپے لے آئے گا"۔

نواب صاحب : "مگر بیٹا میں جانا چاہتا ہوں کچھ کام بھی ہے "

سلیم : " بہت بہتر "

آئینہ : " نانا جان میں آپ کو اکیلے نہیں جانے دوں گی "

حمید : " تم کوئی فکر نہ کرو بہن ! میں نانا جان کے ساتھ جاؤنگا کب جانا چاہتے ہیں آپ "

نواب صاحب : " کل دس بجے "

سلیم : ٹھیک ہے ، کل مجھے چھوڑ کر آپ کے لئے گاڑی واپس آجائے گی "

دوسرے روز گاڑی سلیم کو ہاسپٹل چھوڑ کر واپس آئی تو نواب صاحب حمید کو لے کر بنک چلے گئے ۔ کوئی آدھ گھنٹہ بعد فون کی گھنٹی بجی ۔ آئینہ ڈرائنگ روم میں تھی ، اسی نے ریسیور اٹھایا ۔ " سلیم بول رہا ہوں "

" کہیئے ۔ "

" نانا جان تو چلے گئے ہوں گے ۔ آپ کو ڈر تو نہیں لگتا ! "

آئینہ ہنس کر " ڈر کیوں لگنے لگا ۔ اور اگر لگے بھی تو مجبوری ہے آپ تو آنے سے رہے "

" حکم کیجیئے تو ابھی حاضر ہو سکتا ہوں "

آئینہ : " آپ کے مریض مجھے بد دعا دیں گے "

سلیم : " آپ اگر ایک چکر نرسنگ روم کا لگا جائیں تو مریض اپنی بیماری بھول جائیں "

آئینہ : " ان لوگوں کے مسیحا تو آپ ہیں "

سلیم : " خیر اس کا جواب پھر کبھی سہی ، ضرورت پڑے تو فون کیجیئے گا ۔ خدا حافظ "

آئینہ کچھ دیر تو وہیں چپ کھڑی رہی پھر اٹھ کر باورچی خانے میں

چلی گئی۔" لاؤ کریم بابا میں کچھ پکاؤں، جب تک تم رات کے کھانے کا بندوبست کرلو"

کریم: "نہیں چھوٹی بیگم، آپ کے کپڑے خراب ہوجائیں گے اور روز روز آپ پکائیں گی تو صاحب مجھ پہ ناراض ہوں گے۔"

آئینہ: "دیکھو کریم بابا! پہلی بات تو یہ ہے کہ تم مجھے چھوٹی بیگم نہ کہا کرو اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر تمہارے صاحب کچھ کہیں تو اس کا جواب میں دے دوں گی۔"

کریم: "خدا تمہاری عمر دراز کرے۔ تمہاری طرح بھیا کی بھی ایک بہن ہے۔ سلیم بھیا، حمید بھیا اور شہناز کو تو میں نے اپنے ہاتھوں بڑا کیا ہے۔"

آئینہ: "اچھا، تو تم مجھے شہناز سمجھتے ہو۔ میرا تو تمہیں کوئی خیال نہیں۔"

کریم: "نہیں بیٹا یہ کہہ کر مجھے شرمندہ نہ کرو۔ تمہیں میں کس نظر سے دیکھتا ہوں یہ تو میرا دل ہی جانتا ہے۔"

آئینہ: "میں تو مذاق کر رہی تھی بابا اور تم سچ سمجھ بیٹھے۔"

اتنے میں کار کی آواز پاکر آئینہ باہر نکل آئی — نواب صاحب اور حمید کار سے اُتر کر اندر آگئے۔

حمید: "کیوں آئینہ، ڈر تو نہیں لگا —؟"

آئینہ: "آج کیا بات ہے، اُنھیں ڈاکٹر صاحب فون کر رہے ہیں کہ ڈر تو

نہیں لگتا۔ اِدھر آپ پوچھ رہے ہیں۔ کیا کوئی خاص بات ہے، یا پھر کہیں ہنگامہ ہونے والا ہے ؟"

حمید ایک قہقہہ لگا کر، "اچھا سلیم نے بھی فون کیا تھا۔ زاہدِ خُشک کو فرصت کیسے مِل گئی فون کرنے کی ؟"

نواب صاحب ہنستے ہوئے "کیوں بھئی تم میرے سلیم کو زاہدِ خُشک کیوں کہہ رہے ہو ؟"

حمید: "آپ نہیں جانتے ناناجان، وہ بہت ہی خشک انسان ہے۔ اُس کو سوائے اپنے نرسنگ ہوم کے اور کسی کا خیال نہیں"۔

نواب صاحب: "یہ تو بڑی اچھی بات ہے وہ ہزاروں کا مسیحا ہے"۔

حمید: "آپ اسے چاہتے ہیں اسی لئے اس کی بُرائی نہیں سُن سکتے !"

سلیم دو بجے گھر پہنچا۔ غسل وغیرہ کر کے کھانے کے کمرے میں آیا، جہاں سب اس کا انتظار کر رہے تھے۔

سلیم: "ناناجان، آپ سب میرے لئے کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ بہت دیر ہو جاتی ہے۔!"

نواب صاحب: "کوئی بات نہیں بیٹا! تمہیں چھوڑ کر کیسے کھا لوں ؟"

حمید: "بھئی آج ڈاکٹر صاحب کو کیسے فرصت مل گئی فون کرنے کی !"

سلیم نے نظر اٹھا کر آئینہ کی طرف دیکھا۔ آئینہ بھی اسے دیکھ رہی تھی نظر ملنے کے ساتھ ہی آئینہ نے مسکرا کر نظریں جھکا لیں۔

سلیم : (مسکرا کر) "تم سے کس نے کہا ۔؟"

حمید : "کسی نے نہیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ آئینہ گھر میں اکیلی ہے، اور فرض ہے۔ اپنے مہمان کی خبر لینا۔ لہٰذا میں نے آ کر آئینہ سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ واقعی تم نے فون کیا تھا"۔

نواب صاحب : "حمید، تم سلیم کو بہت ستاتے ہو! بات یہ ہے کہ بنک سے آ کر حمید نے آئینہ سے پوچھا کہ تمہیں ڈر تو نہیں لگا؟ آئینہ نے جواب دیا۔ "آج کیا بات ہے بھیا، ڈاکٹر صاحب بھی فون کر رہے ہیں کہ ڈر تو نہیں لگتا، اور آپ بھی پوچھ رہے ہیں، کیا کوئی خاص بات ہے؟" اسی پر حمید مذاق اڑا رہے ہیں کہ زاہدِ خشک کو فرصت کیسے ملی فون کرنے کی"۔

سلیم : (ہنستے ہوئے) "اچھا یہ بات ہے۔ وہ تو مجھے برابر زاہدِ خشک کہتا ہے نانا جان۔ نہ جانے اسے میں کیوں زاہدِ خشک لگتا ہوں!"

حمید: "اچھا، اس کا فیصلہ نانا جان پر رکھتا ہوں۔ وہ تمہیں آزما کر رائے دیں گے"۔

سلیم : "بہت اچھا۔ میں مانے لیتا ہوں"۔ پھر وہ آئینہ سے مخاطب ہو گیا۔ "آئینہ! آپ نرسنگ ہوم دیکھنا چاہتی تھیں۔ چلئے آج شام کو۔"

آئینہ: "نانا جان اگر اجازت دے دیں تو جا سکتی ہوں "

نواب صاحب: " ضرور جاؤ، میں منع نہیں کرتا۔ مگر سلیم! تم آئینہ کو آپ کیوں کہتے ہو؟ اب یہ تکلف چھوڑ دو "۔

حمید نے معنی خیز نظروں سے سلیم کو دیکھا اور سلیم نے ایک اچٹتی نگاہ سے آئینہ کو دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔ اور کھانے کے بعد سب اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

آئینہ شام کو تیار ہو کر بالکونی میں ٹہل رہی تھی۔ سفید ساڑھی، سفید بلوز میں وہ ایک حور لگ رہی تھی۔ سلیم اپنے کمرے سے تیار ہو کر باہر آیا۔ گرے سوٹ میں آج وہ بھی بہت اچھا لگ رہا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو ایک نظر دیکھا۔ پھر سلیم نے کہا "آپ تیار ہیں آئیے "۔

دونوں آہستہ آہستہ نیچے آ گئے۔ ڈرائیور نے دروازہ کھول دیا اور دونوں سوار ہو گئے۔ کار ایک اوسط رفتار سے چلتی ہوئی نرسنگ ہوم کے پورٹیکو میں جا کر ٹھہر گئی۔

پہلے سلیم کار سے اترا پھر آئینہ کو ہاتھ پکڑ کر اتارا۔ آئینہ کے بالوں کی بھینی بھینی خوشبو نے کچھ دیر کے لئے سلیم کو بے خود کر دیا۔ پھر اس نے ہاتھ چھوڑ کر کہا۔ " آئیے "!

دونوں ایک گھنٹہ تک وارڈ اور کیبن میں گھومتے رہے۔ ہر مریض سے حال پوچھا اور پھر نرس اور ہاؤس سرجن کو ضروری ہدایات دے کر واپس ہو گئے۔

دوسرے دن سلیم جب ہاسپٹل آئے تو وارڈ کے ایک دس گیارہ سال کے لڑکے نے کہا: "ڈاکٹر صاحب! آپ کی بیگم نہیں آئیں۔ پھر کب آئیں گی؟ وہ کتنی اچھی ہیں۔ کیسی محبت سے مجھے دوا پلائی تھی۔ انہیں پھر لے آئیے۔ ڈاکٹر صاحب!"

سلیم ہنس کر، "کیوں وہ تمہیں بہت اچھی لگتی ہیں۔!"

لڑکا: "ہاں ڈاکٹر صاحب، بہت اچھی لگتی ہیں۔ آج شام انہیں ضرور لائیے گا۔"

سلیم: "اچھا، میں ان سے کہوں گا۔"

نرس پاس ہی کھڑی ان دونوں کی باتیں سن کر مسکرا رہی تھی۔

شام کو سلیم نے نرسنگ ہوم جاتے وقت آئینہ سے کہا۔ "آج ایک چھوٹے مریض نے مجھ سے وعدہ لیا ہے کہ میں آج شام آپ کو لیتا آؤں گا۔ اگر تکلیف نہ ہو تو چلی چلئے۔"

نواب صاحب: "ضرور جاؤ آئینہ، اگر تمہارے جانے سے کسی مریض کا بھلا ہو تو تمہیں ضرور جانا چاہئے۔"

آئینہ: "میں ابھی تیار ہو کر آتی ہوں۔"

سلیم: "بات یہ ہے ناناجان کہ ایک دس بارہ سال کے لڑکے کو آئینہ نے اپنے ہاتھ سے دوا وغیرہ پلائی تھی۔ وہ لڑکا ان کا اتنا گرویدہ ہو گیا ہے کہ آج صبح مجھ سے وعدہ لے کر چھوڑا کہ میں شام کو ضرور آئینہ کو اپنے

ساتھ لیتا آؤں گا۔"

نواب صاحب: "آئینہ کو جب دل چاہے اپنے ساتھ لے جایا کرو میں بھی چاہتا ہوں کہ اس کا دل اسی میں بہلا رہے۔ وہ بڑی بد نصیب ہے، تمہیں نہیں معلوم میری لڑکی اور داماد دونوں کار کے ایکسیڈنٹ میں ختم ہو گئے میری لڑکی کی یہی ایک نشانی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔"

آئینہ تیار ہو کر باہر آئی تو سلیم کو اس نے اپنا منتظر پایا۔ کار دونوں کو لے کر روانہ ہوئی۔ اور اس نے انہیں نرسنگ ہوم کے گیٹ میں لا کر اتار دیا۔ سلیم آئینہ کو لے کر پہلے آٹھ نمبر وارڈ میں آیا، اور لڑکے نے آئینہ کو دیکھتے ہی خوشی میں اٹھنے کی کوشش کی۔

آئینہ اسے جلدی سے لٹاتے ہوئے: "نہیں نہیں تم اٹھنے کی کوشش نہ کرو۔ تمہارا زخم ابھی بھرا نہیں ہے۔ تمہارا نام کیا ہے، پہلے یہ بتاؤ؟"

"یوسف، بیگم صاحب! آپ صبح کیوں نہیں آئیں۔ آپ کو دیکھنے کے لئے میں کتنا بے چین تھا۔ اسی لئے میں نے ڈرتے ڈرتے ڈاکٹر صاحب سے کہا تھا کہ شام آپ کو لے کر آجائیں۔"

آئینہ: "کیوں، ڈرنے کی کیا بات تھی؟"

یوسف: "ان سے ڈر لگتا ہے۔ وہ کتنے بڑے ڈاکٹر ہیں، اور آپ ان کی بیگم!

آئینہ نے یہ سنتے ہی گھبرا کر سلیم کی طرف دیکھا کہ کہیں اس نے لڑکے کا کہنا سُن تو نہیں لیا۔ مگر وہ بظاہر دوسرے ڈاکٹروں سے گفتگو میں مشغول تھا۔

آئینہ (آہستہ سے) " یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں ڈاکٹر صاحب کی بیگم ہوں۔"

یوسف (سر ہلاتے ہوئے) " میں جانتا ہوں ڈاکٹر صاحب جتنے خوبصورت ہیں آپ بھی اتنی ہی خوبصورت ہیں۔ آپ ضرور ان کی بیگم ہوں گی۔"

آئینہ: (ہنستے ہوئے) " اچھا، تو تمہارے ڈاکٹر صاحب بہت خوبصورت ہیں؟"

یوسف: " ہاں ڈاکٹر صاحب بہت خوبصورت ہیں۔ اُن کی طرح کوئی ڈاکٹر نہیں ہے۔ آپ ہی بتائیے وہ خوبصورت ہیں یا نہیں؟"

آئینہ: ہاں بھئی تمہارے ڈاکٹر صاحب بہت خوبصورت ہیں۔ اچھا یہ لو۔" اور اس نے ایک بڑا سا پیکیٹ جو وہ اپنے ساتھ لائی تھی یوسف کو دے دیا۔ اس میں کچھ پھل، بسکٹ اور چاکلیٹ وغیرہ تھے۔

آئینہ: " اب میں جاتی ہوں۔ ہاں سُنو تم مجھے بیگم صاحبہ نہ کہا کرو۔ آپا کہنا۔"

یوسف نے خوش ہو کر سر ہلایا — اور آئینہ سلیم کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ سلیم اپنا کام ختم کر کے آئینہ کو لے کر کار میں آ بیٹھا۔ سارا راستہ آئینہ چپ رہی اور سلیم کی ہمت نہ ہوئی کہ اس سے کوئی بات کرتا۔

رات کھانے پر بھی آئینہ چپ ہی رہی۔ جلد کھانا ختم کر کے اٹھ گئی۔

رات گیارہ بجے سلیم اپنے ڈرائینگ روم میں چپ بیٹھا سگریٹ پی رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بہت ہی گہری فکر میں مبتلا ہے۔ آئینہ بھی کسی کام سے ڈرائنگ روم کی طرف آگئی تو سلیم آئینہ کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور دھیمی آواز میں کہنے لگا۔

"مس آئینہ، میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں۔ آج نامعلوم لڑکے نے ایسی باتیں کیسے کہہ دیں جو اسے نہ کہنی چاہیئے تھیں، مگر اس میں میرا کوئی قصور نہیں"۔

"میں نے تو آپ کو قصوروار نہیں ٹھہرایا"

"مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت سے آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ یقین کیجئے کہ اس میں میرا کوئی دخل نہیں ہے۔"

آئینہ نے آہستہ سے کہا۔ "میں آپ سے ناراض نہیں ہوں"۔

"کیا سچ کہہ رہی ہیں آپ!"

آئینہ نے نظر اٹھا کر دیکھا اور سلیم کو ان نظروں میں اعتبار کی جھلک نظر آگئی اور وہ "خدا حافظ" کہتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

(۳)

اتوار کا دن ہے۔ برآمدے میں نواب صاحب، سلیم و حمید اخبار پڑھ رہے ہیں۔ نواب صاحب اخبار رکھ کر۔ "سلیم میاں، کل تو میں جا رہا ہوں مگر تم دونوں سے مجھے امید ہے کہ اس بوڑھے کو نہ بھولو گے"!

سلیم: "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ ہم سب ایک ہی خاندان کے فرد ہیں"

حمید: "ہاں ناناجان! یہ بھی کوئی کہنے کی باتیں ہیں۔ ہم دونوں جب تک آپ اپنے گھر سے نکال نہ دیں اُس وقت تک جاتے رہیں گے۔"

اسی اثناء میں آئینہ بھی ادھر آگئی۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟"

حمید: "تم کل اپنے نئے مکان میں چلی جاؤ گی۔ اپنے مکان میں جانے کی سب کو

خوشی ہوتی ہے، مگر تمہارے اور ناناجان کے چلے جانے سے سلیم کا گھر سنسان ہوجائے گا ـــ اور یہ کہ بندے کو پھر وہی کریم میاں کے ہاتھ کا کھانا کھانا پڑے گا۔"

یہ سُن کر سب ہنس پڑے۔

نواب صاحب: "ارے بھئی پہلے بھی میں نے کہا اور آج بھی کہہ رہا ہوں کہ تم دونوں روز رات کا کھانا میرے یہاں کھاؤ تو مجھے دِلی خوشی ہوگی۔ میں بہت دُور تو نہیں ہوں۔ نزدیک ہی مکان ہے۔"

حمید: "کاش کہ ہم سب ایک ساتھ رہ سکتے۔"

"سلیم میاں تمہاری والدہ کب آرہی ہیں؟"

سلیم: "امّی تو آنے کے لئے بے چین ہیں مگر مجھے بالکل فرصت نہیں شاید چند روز کے بعد حمید کو فرصت ہو تو وہ جاکر لے آئیں گے۔"

نواب صاحب: "تم لوگوں کا گھر بھی ڈھاکہ ہی میں ہے۔ تم اپنے مشیر کاروں سے کہو کہ میرے لئے بھی ایک ٹکڑا زمین وہاں دیکھیں۔ میرا کیا ہے جیسا کلکتہ ویسا ڈھاکہ، اور اب تو یہاں سے چلے جانا ہی بہتر ہے۔"

سلیم: "بہت اچھا، حمید جائیں گے تو کہہ دیں گے۔"

رات کافی جا چکی ہے سلیم اپنے کمرے میں آرام کرسی پر نیم دراز سگریٹ

یہ سگریٹ پی رہا ہے۔ سامنے رکھی ہوئی ایش ٹرے بتا رہی ہے کہ کافی سگریٹ پئے جا چکے ہیں سلیم اپنے آپ سے۔" جانے مجھے کیا ہو گیا ہے ..... ایک عجیب بے چینی ہے۔ مجھے ایسا نہ ہونا چاہئے، میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ اپنے فرض سے کنارہ کش ہوتا جا رہا ہوں۔ یہ مجھے کیا ہو رہا ہے" پھر اس نے اُٹھ کر الماری سے ستار نکالا اور اس کو بجانا شروع کر دیا۔ سنسان رات اور ستار کی میٹھی آواز نے کچھ ایسا سماں باندھ دیا کہ آئینہ ستار کی آواز سُن کر اپنے کمرے سے نکل آئی۔ پہلے اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑی سُنتی رہی اور سوچتی رہی یہ کون ستار بجا رہا ہے اتنی رات کو؟ پھر اس نے پہچان لیا۔ ارے یہ تو ڈاکٹر صاحب کے کمرے سے آواز رہی ہے۔ کیا وہ ستار بجانا جانتے ہیں! اور پھر نہ جانے کس خیال سے سلیم کے کمرے میں پہنچ گئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چل کر سلیم کے پیچھے جا کر کھڑی ہوئی۔

سلیم بہت دیر تک ستار بجاتا رہا۔ پھر گت ختم کر کے ستار ایک طرف رکھ دیا۔

"آپ ستار بجانا بھی جانتے ہیں؟"

سلیم چونک پڑا اور آئینہ کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔" آپ یہاں!"

"کیوں۔ کیا یہاں آنے کی ممانعت ہے۔ کہئے تو چلی جاؤں؟"

"یہ کس دل سے کہوں۔ بیٹھئے!"

"آپ کی چوری پکڑی گئی۔ پہلے یہ بتائیے کہ آپ نے اپنے کو اتنے دن چھپائے کیوں رکھا۔؟"

"شوقیہ کبھی کبھی بجا لیتا ہوں۔ مگر آپ نے بھی تو کبھی گانا نہیں سنایا!"

"کس نے کہا ہے آپ سے کہ میں گانا جانتی ہوں۔؟"

"دیکھئے گانا اور رونا تو سب کو آتا ہے مگر آپ نے تو اُستاد رکھ کر سیکھا ہے۔ نانا جان نے مجھ سے سب کچھ کہہ دیا ہے۔"

"پھر تو قصور آپ کا ہے کہ آپ نے کبھی گانے کے لئے نہیں کہا۔"

"کئی بار مدعا زبان پر آیا مگر ہمت نہیں پڑی۔"

"دیکھئے ڈاکٹر صاحب میرا نام مس آئینہ نہیں صرف آئینہ ہے۔ آپ سے نانا جان نے بھی ایک بار کہا تھا۔ مگر شاید آپ تکلف کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔"

"ہاں، نانا جان نے کہا تو تھا۔ مگر جسے پکارنا ہے جب تک وہ اجازت نہ دے میں ایسی جسارت کیونکر کر سکتا ہوں!"

"اچھا۔ آج سے آپ کو اجازت دی جاتی ہے۔ اب تو یاد رکھیئے گا۔"

"ضرور۔ مگر میرا نام بھی تو ڈاکٹر صاحب نہیں ہے!"

آئینہ نے ہنس کر کہا۔ "مگر میں تو ڈاکٹر صاحب ہی کہوں گی۔"

"نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ اب تو ایک معاہدہ ہو گیا۔"

"ہم لوگوں کو دو تین مہینے ہو گئے آپ کے یہاں رہتے ہوئے۔ مگر کبھی آپ کو ستار بجاتے نہیں دیکھا۔ یہ آج اتنی رات گئے ستار کیوں لے بیٹھے ہیں؟"

آئینہ نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔

"جب دل بے چین ہو تو گانے بجانے ہی میں کچھ تسکین ہوتی ہے!"

"کیوں۔ دل کیوں بے چین ہے۔ کیا کسی کی یاد آرہی ہے؟"

سلیم نے آئینہ کو بغور دیکھ کر کہا "کہہ دوں — ؟"

"ضرور کہئے۔ کون ہے وہ خوش نصیب ذرا میں بھی تو سنوں۔ میں نے تو آج تک اسے دیکھا نہیں —"

"وقت آنے دیجئے پھر خود ہی دیکھ لیں گی۔"

کچھ دیر چپ رہ کر "خدا آپ کی مراد پوری کرے۔"

"آمین! چلئے آپ کو کمرے تک پہنچا دوں، رات زیادہ ہو گئی ہے۔"

دوسرے روز سلیم تو نرسنگ ہوم چلا گیا، حمید اور آئینہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ آئینہ نے دریافت کیا۔

"حمید بھیا، آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ ہماری ہونے والی بھاوج کون ہے اور کہاں ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے تو کہہ دیا مگر آپ اب تک چھپائے ہوئے ہیں۔!"

حمید چونک کر: سلیم نے کہہ دیا۔ کیا کہا سلیم نے۔ ؟"
یہی کہ وہ کسی کو چاہتے ہیں اور وقت آنے پر مجھے بتا دیں گے۔ میں جاننا چاہتی ہوں کہ وہ خوش نصیب کون ہے جس کی یاد میں وہ ستار لے بیٹھتے ہیں "۔؟

حمید: "سلیم نے یہ سب تم سے کہا ہے ؟"

" ہاں بھیا! کل رات ستار کی آواز نے۔ مجھے چونکا دیا۔ میں اپنے کمرے سے نکلی۔ آواز ڈاکٹر صاحب کے کمرے سے آرہی تھی اور دروازہ کھلا تھا۔ ستار کی دل کش آواز نے مجھے مجبور کر دیا اور میں ان کے کمرے میں چلی گئی۔ بغیر اجازت۔ باتوں باتوں میں انہوں نے کہا کہ جب کسی کی یاد ستاتی ہے تو وہ ستار بجا کر اپنے دل کو تسکین دیتے ہیں۔ آپ تو ضرور جانتے ہوں گے بھیا کہ وہ کون ہیں، کیسی ہیں۔ یقیناً بہت خوب صورت ہوں گی۔ ؟"

حمید آئینہ کو بہلانے کے خیال سے " ہو گی کوئی نرس وغیرہ "۔

" آپ تو مذاق کرنے لگے بھیا! "

" سنو آئینہ! سلیم کی کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ خالہ جان نے اس کی شادی کے لئے بہت کوشش کی۔ اچھی سے اچھی لڑکیاں دکھائی گئیں مگر اس کی زبان سے سوائے نہیں کے کچھ سنا نہیں گیا۔ آخر مجبور ہو کر خالہ جان نے شادی کے بارے میں کہنا ہی چھوڑ دیا۔"

آئینہ کچھ دیر چپ رہ کر "مگر کوئی نہ کوئی ہے ضرور۔ وہ اپنے منہ سے جھوٹ تو نہیں کہہ سکتے "

" تعجب ہے کہ سلیم نے مجھ سے چھپایا۔ اچھا میں اس سے پوچھوں گا "

" نہیں بھیّا، وہ کیا خیال کریں گے کہ میں نے آپ سے کہہ دیا "

" تم اس کی فکر نہ کرو۔ سلیم مجھ سے اور تم سے ناراض نہیں ہو سکتا "

" میری بات چھوڑیئے، مجھے تو انہوں نے غنڈوں کے چنگل سے چھڑایا اپنے یہاں جگہ دی۔ یہ ان کا کتنا بڑا احسان ہے۔ مجھے ان کی نجی باتوں میں دخل نہ دینا چاہیئے۔ میں تو صرف یہ جاننا چاہتی تھی کہ وہ کون ہے — " مگر ڈاکٹر صاحب ٹال گئے "

اس وقفہ میں نواب صاحب بھی ان لوگوں کے پاس آ بیٹھے۔

" حمید میاں یہ بات ٹھیک رہی کہ تم دونوں رات کا کھانا میرے یہاں کھاتے رہو، اس وقت تک کہ میں زندہ ہوں سلیم سے بھی کہہ دینا "

ایک لحظہ تامل کر کے نواب صاحب نے کہا " وہاں اور تو سب انتظام ہو ہی گیا ہے۔ شام کی چائے کے بعد سب لوگ وہاں چلے جائیں گے سامان تو جا ہی چکا ہے۔ صرف ہم دونوں باقی ہیں "

اور اس پروگرام کے مطابق شام کی چائے کے بعد سب روانہ ہو گئے۔ کریم بابا بھی گاڑی تک رخصت کرنے آئے اور آئینہ نے کہا :

" کریم بابا تم بہت یاد آؤ گے۔ ہمیں بھولنا نہیں۔"

" نہیں بیٹیا۔ میں تمہیں روز دیکھنے آؤں گا۔"

حمید: " لیجئے، اب ہم لوگوں کا خدا حافظ۔ یہ کریم بابا بھی ہاتھ سے گئے۔"

آئینہ نے مسکرا کر سر جھکالیا اور سلیم نے ہنس کر کار اسٹارٹ کردی۔

نواب صاحب کا یہ مکان بہت خوبصورت اور نئے ڈیزائن کا تھا۔ سلیم اور حمید نے نئے فرنیچر اور پھولوں کے گملوں سے اس کو اور بھی آراستہ کردیا تھا۔ نواب صاحب دیکھ کر خوش ہو گئے مگر آئینہ خاموش ہی رہی۔

حمید: " آئینہ! کیا تمہیں اپنا گھر پسند نہیں آیا۔ سلیم اور میں نے تو بڑی محنت سے سجایا ہے۔ پہلے سے تمہیں اس لئے نہیں دکھایا کہ تم اچانک دیکھو گی تو ہماری محنت کی داد دو گی۔ مگر تم تو بالکل خاموش ہو۔"

" ٹھیک کہا تم نے حمید، انہیں شاید پسند نہیں آیا۔" سلیم نے کہا۔

آئینہ سلیم کو دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ " آپ دونوں کا شکریہ کس طرح ادا کردوں آپ ہی بتا دیجئے نا۔"

" یہ میں نے کب کہا کہ آپ شکریہ ادا کریں!"

نواب صاحب: " مگر میں تو شکریہ ادا نہ کروں گا۔ میں تم دونوں کو اپنے لڑکوں کی طرح سمجھتا ہوں اور بچوں کا فرض ہے کہ بڑوں کا خیال کریں۔"

سلیم: " ناناجان، انشاءاللہ آپ ہمیں ہر وقت اپنا فرماں بردار پائیں گے۔

اچھا، اب میں چلا — حمید تم رہو گے یا جاؤ گے ؟"

حمید: "میں بھی چلتا ہوں، کچھ کام تو ہے نہیں نانا جان! ہم دونوں رات کو پھر آئیں گے۔"

نواب صاحب: "ہاں ضرور، میں کھانے پر انتظار کروں گا۔"

سلیم اور حمید سلام کر کے رخصت ہو گئے۔ گاڑی میں حمید نے کہا۔

"سلیم مجھے تم سے کام ہے۔ چلو، میں بھی تمہارے ساتھ تر سنگ ہوم چلتا ہوں تمہاری ڈیوٹی ختم ہونے پر باتیں ہوں گی۔"

سلیم ایک گھنٹہ بعد اپنا کام ختم کر کے آفس میں آ بیٹھا۔ حمید اطمینان سے بیٹھا ہوا سگریٹ پی رہا تھا۔ سلیم نے بھی ایک سگریٹ سلگایا۔

"کہو حمید، تم کیا کہنا چاہتے تھے ؟"

حمید: "میں تو تمہیں زاہد خشک سمجھتا تھا اور تم چھپے رستم نکلے ؟"

"پہلے میرا قصور تو بتاؤ پھر خواہ مخواہ کی تہمت دھرنا مجھ پر۔"

اور حمید نے آئینہ کی سب باتیں سلیم کے سامنے دہرا دیں۔ سلیم نے کہا "کل رات واقعی میرا دل قابو میں نہیں تھا۔ آئینہ نے پوچھا کیا کسی کی یاد ستا رہی ہے ؟ میں نے ہاں کر دی، اور انہوں نے ایک ایک بات کرید کرید کر پوچھنا شروع کر دی۔ میں نے بہت ضبط کیا اور بات کو گول کر گیا — میری زبان پر کچھ آ جاتا تو وہ خیال کرتیں کہ میں احسان کا بدلہ چاہتا ہوں اور نانا جان

نہ جانے کیا خیال کرتے ۔"

" میرا خیال ہے کہ آئینہ کا دل بھی تمہارے خیال سے خالی نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کل کی باتوں سے اسے رنج پہنچا ہے۔ تم آج کوشش کرو، اس کی تلافی کرنے کی۔ میں تمہیں موقع دوں گا ۔"

سلیم نے اثباتی انداز میں سر جھکا دیا اور دونوں چلنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے ۔

نواب صاحب ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر انہوں نے کہا۔" آؤ بیٹا، میں تم دونوں کے انتظار ہی میں بیٹھا تھا۔" پھر انہوں نے بوائے۔ سے کہا۔" چھوٹی بیگم کو یہاں بھیج دو اور خانساماں سے کہو کہ کھانا لگائے ۔"

لمحات کے وقفہ سے آئینہ ایک کالی شال میں اپنے نانا کے پاس آبیٹھی۔

سلیم نے آئینہ کو دیکھ کر کہا۔" آپ کی طبیعت کیسی ہے، چہرہ کچھ اُترا ہوا معلوم ہوتا ہے ؟"

حمید نے بھی نظر اٹھا کر دیکھا۔ واقعی آئینہ بہت اُداس ہو رہی تھی۔

حمید :" کیا طبیعت کچھ خراب ہے آئینہ ؟ سلیم کو نبض دکھا دو ۔"

سلیم اُٹھ کر آئینہ کے قریب آ بیٹھے ۔

آئینہ: "نہیں نہیں، میں بالکل اچھی ہوں۔"

نواب صاحب: "سلیم تم ذرا دیکھ لو، اس کی عادت ہے بیماری چھپانے کی۔ جب تک بیماری بڑھ نہیں لیتی کسی سے نہیں کہتی۔"

سلیم نے نبض دیکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر آئینہ نے جنبش نہ کی۔ آخر سلیم نے خود ہی بڑھ کر آئینہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور نبض کی حرکت کا اندازہ کرنے لگا۔

"بخار تو نہیں ہے۔ کیا سر میں درد ہے؟"

"جی ۔۔ ہلکا ہلکا سا درد ہے!"

"میں دوا دیتا جاؤں گا۔ سوتے وقت ایک ٹکیہ کھا لیجئے گا۔ نیند آجانے سے طبیعت ہلکی ہو جائے گی۔" اور پھر سلیم نے آہستہ سے اس کا ہاتھ دبا کر چھوڑ دیا۔

بیرے نے آکر کھانا لگ چکنے کی خبر دی تو سب کھانے کے کمرے میں آگئے۔

نواب صاحب: "حمید میاں، آج تو باورچی کے ہاتھ کا ہی کھانا پڑے گا۔"

حمید: "کچھ ہرج نہیں ہے، آج تو کھا لوں گا مگر کل نہیں۔"

آئینہ: "کل دن کا کھانا یہاں کھائیے بھیا۔"

حمید: "دن کو تو سلیم آنہ سکے گا۔ کل اپریشن کا دن ہے، اور میں اگر اکیلا آیا

تو سلیم مجھے جینے نہ دے گا "

سلیم: "نہیں - تم ضرور آؤ حمید - انہوں نے مجھے تو بلایا ہی نہیں ہے - صرف تمہیں کو تو بلایا ہے "

نواب صاحب: "کمال کرتے ہو بیٹے - تمہیں چھوڑ کر یہاں کچھ کرنے کا کسی کو خیال بھی نہیں آسکتا "

آئینہ: (سلیم کو دیکھتے ہوئے) "میرے ہاتھ کا کھانا شاید انہیں پسند نہیں نانا جان - جب ہی ایسی باتیں بنا رہے ہیں "

"اچھا میں فیصلہ کئے دیتا ہوں آئینہ، تم جو کچھ بھی پکاؤ ہم دونوں کے لئے رکھ دینا - رات کو جب ہم آئیں گے تو تمہارے ہاتھ کا پکایا ہوا بھی کھالیں گے "

کھانے کے بعد نواب صاحب نے کہا " میں تو چلا اپنے کمرے میں، تم سب باتیں کرو "

حمید: "نانا جان، میں آسکتا ہوں آپ کے ساتھ، کچھ عرض کرنا ہے مجھے "

نواب صاحب جانتے ہوئے " ہاں ہاں آجاؤ بیٹے - میں حقہ گڑگڑاؤں گا، اور تم باتیں کرنا "

حمید سلیم کو اشارہ کر کے نواب صاحب کے ساتھ چلا گیا، اور سلیم نے آئینہ کے عقب میں چلتے ہوئے پوچھا " میں آپ کے کمرے میں آسکتا ہوں! "

آئینہ: "شوق سے"

سلیم ایک آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر کچھ دیر تو چپ چاپ آئینہ کو تکتا رہا پھر کہنے لگا۔ "سگریٹ پی سکتا ہوں؟"

آئینہ: "آپ کیا میرے سامنے سگریٹ نہیں پیتے؟"

سلیم: "آپ کے کمرے میں بیٹھا ہوں اجازت لینا ضروری ہے"

"اجازت ہے، پیجئے۔" اس نے ایک بے تکلفی کی مسکراہٹ سے کہا

سلیم نے جیب سے سگریٹ کیس نکالا اور ایک سگریٹ سلگا کر اس سے مخاطب ہو گیا۔ "آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں؟"

"مجھے ناراض ہونے کا کیا حق ہے؟"

"حق تو ہے!"

"وہ کیسے؟"

"اس لئے کہ آپ کے نانا جان کو میں نانا جان کہتا ہوں۔ وہ بھی میرا خیال کرتے ہیں۔ اتنے دن ایک ساتھ رہے ہیں۔ کچھ تو حق ضرور ہے میرے اوپر"

آئینہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر: "نہیں بابا۔ میں کسی کی بددعا لینا نہیں چاہتی۔"

سلیم نے ہنستے ہوئے آئینہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

آئینہ : (ہاتھ چھڑاتے ہوئے) "چھوڑیئے ۔ !"

سلیم نے ہاتھ چھوڑنے کے بجائے دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگا: "اگر کچھ کہوں تو ناراض تو نہ ہو جاؤ گی ؟"

"میں اتنی بدمزاج تو نہیں ہوں ۔"

سلیم: "کل سے تم نے مجھے بے کل کر دیا ہے ۔"

"میں نے ۔ ؟" پھر اچانک کچھ یاد کر کے: "شاید حمید بھائی نے آپ سے کچھ کہا ہے تو یہ تو کوئی بات ہی نہیں۔ میں تو صرف جاننا چاہتی تھی کہ وہ خوش نصیب کون ہے ؟"

"وہ اگر میری ہو جائے تو میں اپنے کو دنیا میں خوش نصیب انسان سمجھوں گا۔"

آئینہ نے بڑے درد سے کہا: "مجھے ملوا دیجیئے اس سے، میں کوشش کروں گی کہ اس کو ہموار کر لوں۔ شاید اسی طرح آپ کے احسان کا کچھ بدلہ اتر جائے۔"

"یہ تم نے کیا کہہ دیا آئینہ۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں احسان کا بدلہ چاہتا ہوں۔ اسی لئے میں نے آج تک تم سے کچھ نہ کہا۔ ورنہ اب سے بہت پہلے سب کچھ کہہ دیتا۔ اب تو میں تڑپ تڑپ کر مر بھی جاؤں تب بھی حرفِ مدعا زبان پر نہ لاؤں گا۔"

"میں معافی چاہتی ہوں۔ غلطی ہو گئی مجھ سے بتائیے کیا کہنا چاہتے تھے ؟"

سلیم اٹھتے ہوئے "نہیں ہرگز نہیں"۔

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ اپنی جان دے کر بھی آپ کا مقصد پورا کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"وعدہ کرتی ہو — ؟"

"ہاں — ! وعدہ کرتی ہوں۔"

سلیم نے آئینہ کا شانہ پکڑ کر کہا : "آئینہ میں تمہیں پیار کرتا ہوں نہیں جانتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا — کیا تم میری بن سکتی ہو ؟"

آئینہ چپ تھی۔ اس کی آنکھوں نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا، مگر کہہ نہ سکی۔

"میں جانتا ہوں کہ میں تمہارے قابل نہیں، مگر دل نے مجبور کر دیا کسی کام میں جی نہیں لگتا۔ نرسنگ ہوم میں بار بار مجھ سے غلطی ہو جاتی ہے۔ نرسیں میرا منہ تکتی رہ جاتی ہیں۔ بتاؤ آئینہ، کیا فیصلہ کرو گی میں اس کے لئے تیار ہوں خواہ وہ میرے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔"

"مجھے کچھ مہلت تو دیجئے۔"

"بہت اچھا ! تم اچھی طرح سوچ سمجھ لو میں انتظار کروں گا۔ اچھا مجھے اب جانا چاہیئے۔ رات بہت ہو گئی ہے۔ درد سر کی دوا دوں یا ایسے ہی نیند آجائے گی ؟"

"سونے کی کوشش کروں گی۔ اگر نیند نہ آئی تو آپ کو یاد کر لوں گی۔"

"بہت بہت شکریہ عزت افزائی کا — !" اور دونوں ہنس دیئے۔

سلیم جب حمید کے سامنے پہنچا تو اس نے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ دل کا غبار نکل گیا ہے — غم کے بادل چھٹ گئے ہیں —

(۴)

سلیم اور حمید اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے ہیں،
"کہو سلیم، تمہارے دل کا مرہم ملا یا اب تک جھول ہی رہے ہو؟"
"ابھی تو صرف انتظار کرنے کی اجازت ملی ہے۔"
"پرسوں صبح کے پلین سے ڈھاکہ چلا جاؤں۔ خالہ جان کو لے آؤں!"
"ہاں، تم چلے جاؤ۔ امّی جان گھبرا رہی ہوں گی وہاں۔"
رات کو نواب صاحب کے ہاں کچھ اور بھی مہمان آئے ہوئے تھے۔
نواب صاحب نے سلیم سے کہا۔" اِن سے ملو، یہ میرے بہت ہی عزیز دوست ہیں۔ بیرسٹر واجد علی۔ ان کی صاحب زادی بھی آئی ہوئی ہیں۔ آئینہ کی بڑی پیاری سہیلی ہیں۔"
سعیدہ اور آئینہ اپنے کمرے میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں کہ آیا نے آکر کہا نواب صاحب بلا رہے ہیں۔

سعیدہ : "چلو تمہارے ڈاکٹر صاحب کو بھی دیکھوں ۔ نام تو بہت سُنا ہے مگر دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ۔" دونوں ڈرائنگ روم میں آئیں ۔

سلیم اور حمید ان لوگوں کو دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ دونوں نے سلام کیا اور قریب آ گئیں ۔

نواب صاحب : "سعیدہ بیٹی ! یہ ڈاکٹر سلیم ہیں اور یہ انجینئر حمید ۔ دونوں بہت ہی قابل شخصیتیں ہیں ۔ تم سُن ہی چکی ہو اور زیادہ میں کیا کہوں ۔"

سلیم : "ناناجان ۔ یہ آپ اپنی محبت ظاہر کر رہے ہیں ، ورنہ ہم دونوں معمولی انسان ہی ہیں ۔"

سعیدہ : "بالکل ٹھیک کہا ڈاکٹر صاحب آپ نے ۔"

نواب صاحب اور بیرسٹر صاحب ہنسنے لگے ۔

بیرسٹر صاحب : "ڈاکٹر صاحب ، کچھ خیال نہ کیجئے گا ۔ یہ میری لڑکی بڑی شریر ہے ۔ کسی کو بھی بنانے سے نہیں چوکتی ۔"

سعیدہ : "اس میں بنانے کی کیا بات ہے ۔ میں نے تو ان کا بہت نام سُنا تھا ، مگر یہ تو ایک معمولی انسان ہی نکلے ۔"

سلیم : (ہنستے ہوئے) "یہ تو بتائیے ، آپ کے خیال میں مجھے کس طرح ہونا چاہئے تھا ؟"

سعیدہ : "زیادہ تو نہیں مگر صرف اتنا ہی کہ آنکھوں میں موٹی سی عینک اور

ایک لمبی سی داڑھی ہوتی تو ساری کمی پوری ہو جاتی - !"

یہ سُن کر حمید نے ایک قہقہہ لگایا اور نواب صاحب نے ہنس کر کہا:

"بیٹی، تم نے تو میرے سلیم کو اچھا خاصا فلاسفر بنا دیا، بھلا ڈاکٹروں کو ڈاڑھی سے کیا مطلب ؟"

سعیدہ: "نہیں چچا جان! جو بڑے اور نامور ڈاکٹر ہوتے ہیں انہیں اتنی فرصت کہاں کہ اپنی طرف دیکھیں۔ یہ تو کوئی ایسے ویسے ڈاکٹر ہوں گے۔"

سلیم: "اس کا تجربہ آپ بیمار ہو کر کیجیے -"

سعیدہ: "خدا بچائے۔ میں تو آپ کو بلانے سے رہی۔ اپنی ڈاکٹری آئینہ تک ہی رکھیے۔"

نواب صاحب: "سعیدہ، سچ کہتا ہوں کہ سلیم میاں بڑے اچھے ڈاکٹر ہیں۔"

یہ گفتگو یہیں پر ختم ہو گئی اور کھانا تیار ہونے کی اطلاع پر سب کھانے کے کمرے میں چلے گئے۔

دوسرے روز صبح سلیم کے آفس میں فون کی گھنٹی بجی۔

"ہلو —"

"میں نواب امجد ہوں — کون بول رہا ہے ؟"

"میں ڈاکٹر صاحب کا بیرا ہوں۔"

"ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں ؟"

"وہ تو اس وقت اپریشن روم میں ہیں۔ کوئی اپریشن ہو رہا ہے"۔

"اچھا تو سنو ڈاکٹر صاحب باہر آئیں تو ان سے کہہ دینا کہ مجھے فون کر لیں، بہت سخت ضرورت ہے"۔

"بہت اچھا ۔ !"

سلیم کو اس روز ایک بڑا اپریشن کرنا تھا۔ باہر نکلتے نکلتے ڈیڑھ بج گیا۔ بیرے نے آتے ہی کہا کہ نواب صاحب کا فون آیا تھا۔

سلیم نے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیا۔ "میں سلیم بول رہا ہوں کیا کہا! آئینہ گر گئی سخت چوٹ لگی ہے۔ میں ابھی آیا" اور اس نے فون رکھ کر جلد جلد سب ڈاکٹروں کو ہدایات دیں اور کہا۔ "میں اس وقت جا رہا ہوں، ایک مریض کو دیکھنا ہے، شام کو آؤں گا۔ اگر ضرورت پڑے تو مجھے نواب صاحب کے یا میرے مکان پر فون کر لینا"۔

سلیم جب نواب صاحب کے ہاں پہنچا تو اس نے سعیدہ کو اپنے انتظار میں پایا۔

"آیئے ڈاکٹر صاحب۔ میں آپ کے انتظار میں ٹہل رہی تھی۔ کل رات میرے جانے کے بعد آئینہ باتھ روم میں گر گئی۔ کسی کو اس نے کچھ نہیں بتایا۔ صبح سے حالت خراب ہے۔ چچا جان نے مجھے فون کیا۔ میں آ کر دیکھتی

ہوں تو وہ کروٹ بھی نہیں بدل سکتی۔ بخار بھی ہے۔ چچا جان بہت پریشان ہیں۔ ابھی زبردستی میں کھانے کے لئے اٹھا آئی ہوں۔"

پھر دونوں آئینہ کے کمرے میں آ گئے۔ وہ آنکھیں بند کئے لیٹی تھی۔ آہٹ پا کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

سلیم ایک کرسی کھینچ کر اس کے پاس بیٹھ گیا اور پلس دیکھنے لگا پھر سعیدہ سے کہا۔" تھرمامیٹر دھو کر منہ میں دیجئے۔"

سعیدہ نے تھرمامیٹر دھو کر آئینہ کے منہ میں دیا۔ کچھ دیر بعد سلیم نے دیکھا تو بخار ایک سو ایک تھا۔

سلیم: (سعیدہ سے)" چوٹ کس طرف آئی ہے؟"

سعیدہ:" بائیں پسلی میں۔"

اتنے میں نواب صاحب بھی کھانا کھا کر آ گئے اور بے چین ہو کر پوچھا " سلیم کہیں ہڈی وڈی تو نہیں ٹوٹی۔ اس لڑکی سے تو میں عاجز آ گیا ہوں۔ رات گری ہے اور کسی سے کچھ نہیں کہا۔"

سلیم:" آپ گھبرائیں گے، اسی لئے نہیں کہا ہوگا۔ کوئی بات نہیں ہے ٹھیک ہو جائیں گی۔ آپ گھبرائیں نہیں میں ذرا اچھی طرح دیکھ لوں"۔

نواب صاحب:" ہاں، دیکھو بیٹا میں ذرا حقہ لے کر آتا ہوں۔"

سلیم: (آئینہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر)" بہت تکلیف ہو رہی ہے؟"

سعیدہ: "تو کیا آپ کا خیال ہے کہ صرف آپ کو دیکھنے کے لئے بلایا گیا ہے"۔
"کاش میں اس قابل ہوتا جب مجھے کوئی دیکھنے کو بلاتا" سلیم نے مسکرا کر کہا۔
سعیدہ: "ڈاکٹر صاحب! کبھی کبھی خراب چیزیں بھی پسند آجاتی ہیں۔ اپنی اپنی پسند ہے۔"
سلیم: "مگر سعیدہ بہن، میری پسند اتنی خراب نہیں ہے۔ میں جو کچھ بھی پسند کروں وہ ہزاروں میں ایک ہوگی"۔
سعیدہ آئینہ کو دیکھ کر مسکرا دی۔
سلیم آئینہ کے کپڑے ٹھیک کر کے دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا، مگر آئینہ بار بار کپڑے سنبھال رہی تھی۔
سلیم: "کیا مجھے واقعی نہ دکھاؤ گی آئینہ! یا بقول سعیدہ بہن کے کسی داڑھی والے ڈاکٹر کو بلاؤں؟"
"ضد نہ کرو آئینہ، دیکھ لینے دو چوٹ کی جگہ بالکل نیلی ہوگئی ہے"۔
سلیم نے آہستہ سے پسلی پر ہاتھ رکھا "کیا بائیں طرف کروٹ لے سکتی ہو؟"
آئینہ نے انکار میں سر ہلا دیا۔
"ٹھیک ہے، میں دوا لکھتا ہوں" اور اس نے پرسکرپشن لکھ کر دے دیا۔
سعیدہ نسخہ لے کر چلی گئی اور سلیم آئینہ سے کہنے لگا۔ "رات سے اتنی تکلیف اٹھا رہی ہو، مجھے فون کیوں نہیں کیا؟"

"دو بج چکے تھے۔ اتنی رات کو آپ کیسے آتے!"

"تم بلا کر تو دیکھتیں" اور اس نے اس کے ہاتھ کی پُشت سے اپنے ہونٹ مس کر دیئے!

سعیدہ آئی تو آئینہ نے کھانے کے لئے کہا۔

"ہاں۔ اب ہم دونوں کھانا کھانے جا رہے ہیں۔ تمہارے پاس آیا بیٹھی رہے گی۔ آیئے ڈاکٹر صاحب"

سلیم نے کوٹ اتار کر کرسی پر رکھ دیا اور باتھ روم میں چلا گیا ــــ وہ کھانا کھا کر آئے تو دوا آ چکی تھی۔

"سعیدہ بہن، یہ ٹکیہ ابھی کھلا دیجئے اور گرم پانی منگوائیے ــ پلاسٹر گرم کر کے لگانا ہے۔ امید ہے انشاءاللہ دو تین دن میں اچھی ہو جائیں گی"

"بہت اچھا! اب میں رائے قائم کروں گی کہ آپ کیسے ڈاکٹر ہیں"

"صرف رائے دیں گی انعام نہیں ملے گا ــ!"

"انعام تو آئینہ دیں گی"

"سنا تم نے آئینہ!" سلیم نے کہا۔

"مجھے بہت مشتاق ہے ڈاکٹر صاحب"

اتنے میں آیا نے آکر کہا "ڈاکٹر صاحب آپ کا فون ــ!"

سعیدہ نے کہا۔ "فون یہاں لے آؤ"۔

"سلیم بول رہا ہوں۔ آئینہ کل رات باتھ روم میں گر گئی پسلی میں سخت چوٹ آئی ہے۔ آجاؤ، اتنی دیر کہاں رہے؟ اچھا جلد آجاؤ"۔

وہ فون رکھ کر پھر آئینہ کے پاس آ بیٹھا۔ "حمید بے چارہ ابھی آیا ہے۔ کھانا کھا کر یہاں آجائے گا۔"

(سعیدہ سے) "ذرا سیدھا تو کر دو، ایک طرف لیٹے لیٹے درد ہونے لگا ہے"۔

"آئیے ڈاکٹر صاحب، آپ بھی ذرا ہاتھ لگا دیجئے"۔

سلیم اور سعیدہ نے مل کر آئینہ کو سیدھا لٹانا چاہا مگر آئینہ نے ایک آہ کر کے اپنے ہونٹوں کو دانتوں سے دبا لیا۔

"ایک نرم تکیہ تو لے آئیے"۔ سعیدہ دوڑی تکیہ لانے کے لئے اور سلیم اچانک پلنگ پر آ بیٹھا اور اس نے آئینہ کے سر کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

آئینہ نے اپنی نشیلی آنکھیں کھول کر جو بخاریں اور بھی نشیلی ہو گئی تھیں سلیم کو دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ آہٹ پا کر سلیم علیحدہ ہو بیٹھا۔ سلیم نے تکیہ لے کر آئینہ کی پیٹھ کے نیچے رکھ دیا اور کہا کچھ آرام مل رہا ہے تو سو جائیے"۔

"نیند نہیں آتی "۔

نواب صاحب اور حمید اندر آئے۔

"یہ کیا ہوا، گریں کیسے؟" حمید نے کہا۔

آئینہ صرف مسکرا دی۔

حمید پھر اپنے دیر سے آنے کی وجہ بتانے لگا اور سلیم سے کہا۔

"میں کل ڈھاکہ جاؤں گا، سیٹ بک کرا آیا ہوں"۔

نواب صاحب: "جلد آنا۔ حمید میاں۔ تمہاری امّی کو میں دیکھنا چاہتا ہوں جن کے لڑکے اتنے لائق ہوں ان کی ماں کیسی ہوں گی!"

حمید: "دعا کیجئے نانا جان کہ میں انہیں خیریت سے لے کر واپس آؤں"۔

آپا نے آکر پوچھا "چائے یہاں لے آؤں"۔

"ہاں۔ یہاں ہی لے آؤ۔ میں ابھی یہاں بیٹھوں گا۔ آئینہ تمہیں تکلیف تو نہ ہوگی؟"

"نہیں نانا جان ـــ آپ کے بیٹھنے سے اور تکلیف!"

سلیم: رسیدہ سے، "انہیں اوولٹین دیجئے"۔

بیرے نے ناشتہ پیش کیا تو سلیم نے کہا: "نہیں میں صرف چائے پیوں گا"

حمید: "میرے لیے بھی صرف چائے"۔

نواب صاحب "؛ سعیدہ بیٹی صبح سے بہت محنت کر رہی ہے۔ میں نے نرس کے لئے کہا تھا مگر اس نے نہیں مانا۔"

سعیدہ: "چچا جان۔ آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ میں اپنا معاوضہ آئینہ سے لے لوں گی۔"

نواب صاحب: "بہت اچھا بیٹی۔"

نواب صاحب سیکریٹری کے آنے کی خبر سُن کر اُٹھ کر باہر چلے گئے۔

سعیدہ: "ڈاکٹر صاحب کیا آپ کے بھائی منہ میں زبان نہیں رکھتے؟"

سلیم: "کیوں، آپ کو یہ خیال کیسے ہوا؟"

سعیدہ: "میرے سامنے بہت کم بولتے ہیں۔"

سلیم: "تب تو دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے، ان کا علاج بھی مجھے کرنا ہوگا یا آپ کریں گی؟"

سعیدہ: (جھینپ کر) "میں کیوں کرنے لگی۔ کیا میں ڈاکٹر ہوں؟"

آئینہ: "مجھے بہت پریشان کرتی تھیں۔ اب تو جواب مل گیا۔"

سلیم: "اچھا، اب میں جا رہا ہوں۔ پانچ بج رہے ہیں۔ ساڑھے آٹھ یا نو بجے تک آؤں گا۔ اتنی دیر کے لئے خدا حافظ۔ حمید تم رہو گے یا جاؤ گے؟"

حمید: "میں یہیں ٹھہرا ہوں۔ شاید کچھ ضرورت پیش آ جائے۔"

سلیم: "ہاں - تم ٹھہرے رہو ابھی تو میں گھر جا رہا ہوں، غسل وغیرہ کر کے نرسنگ ہوم جاؤں گا۔"

رات جب سلیم واپس آیا تو آئینہ کو بہت تیز بخار تھا اور وہ درد سے کراہ رہی تھی۔

سلیم: "انہیں کچھ پلا دیجئے، میں انہیں انجکشن دوں گا۔"

سعیدہ اٹھنے لگی تو آئینہ نے کہا "جو کچھ بھی دینا کوئی ٹھنڈی چیز دینا۔"

سلیم: "ٹھنڈا دودھ دیجئے"

سعیدہ نے دودھ لا کر پلا دیا، پھر سلیم نے انجکشن بنا کر لگایا اور کچھ دیر بعد آئینہ سو گئی۔

سلیم: "حمید تم نانا جان کے ساتھ کھانا کھاؤ، میں اور سعیدہ یہاں بیٹھے ہیں"۔

نواب صاحب: "سلیم کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے۔"

"نہیں نانا جان، درد میں کمی ہونے سے بخار بھی اتر جائے گا کل تک دیکھ لیا جائے۔ اگر بخار نہ اترا تو ایکس رے لینا پڑے گا۔"

"اچھا۔ آؤ حمید میاں" اور دونوں کھانے کے کمرے میں چلے گئے سلیم اور سعیدہ آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے۔

"ڈاکٹر صاحب، اگر میں آپ کو سلیم بھائی کہوں تو بُرا تو نہ مانئے گا؟"

"مجھے بڑی خوشی ہوگی تمہاری سی بہن پا کر۔"

"ڈاکٹر صاحب ڈاکٹر صاحب کہتے کہتے میری زبان دکھنے لگتی تھی۔
آج آپ نے بڑی تکلیف سے بچا لیا۔ آپ کو تکلیف نہ ہو تو آج رات
یہیں رہ جائیے۔"

"تکلیف کی کوئی بات نہیں۔ یہ تو پیشہ ہے میرا۔"

سعیدہ ہنستے ہوئے بولی۔ "آئینہ اچھی ہو جائے تو اس سے آپ
کی فیس دلوا دوں گی۔"

اور سلیم نے بھی ہنس کر کہہ دیا۔ "ان کے لئے تو میری جان تک
حاضر ہے۔"

"اچھا! یہ بات ہے۔"

"مجھے امید ہے سعیدہ کہ میرے راز کو تم اپنا راز سمجھو گی۔"

"راز کی کیا بات ہے بھیا۔ آئینہ کی کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہیں۔
کہئے تو سب باتیں دہرا دوں۔"

"انہوں نے تم سے کیا کہا ہے مجھے نہیں معلوم۔ مجھے تو حکم ملا ہے
کہ انتظار کرو۔"

"انتظار کیجئے، صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔"

"میں تو انتظار کے لئے تیار ہوں۔ مگر اس دل بے رحم کو میرے
حال پر کب رحم آتا ہے۔"

"وہ بے رحم نہیں ہے سلیم بھائی ۔ اس کو آپ کا بہت خیال ہے، مگر کچھ مجبوری ہی ایسی ہے جو وقت آنے پر آپ کو معلوم ہو جائے گی "۔

اتنے میں حمید اور نواب صاحب کھانا کھا کر آ گئے ۔

"جاؤ سعیدہ سلیم میاں کو لے کر کھانا کھا آؤ "۔

سلیم اور سعیدہ کھانا کھا کر آ ئے تو نواب صاحب نے کہا ــــ

"سلیم میاں بخار تو بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے !"

"گھبرائیے نہیں قبلہ ، میں آج رات یہیں رہوں گا "

حمید : " میں اب چلا کل صبح ڈھاکہ جانا ہے ورنہ میں بھی رہ جاتا "۔

" ہاں تم چلے جاؤ حمید ، میرا سوٹ وغیرہ بھیج دینا اور کل صبح چلے آنا میں تیار ملوں گا ۔"

سلیم نے نواب صاحب سے کہا " آپ آرام کیجئے نانا جان ۔ آئینہ کو انجکشن دے دیا ہے وہ ساری رات آرام سے سوتی رہیں گی "۔

کچھ دیر میں سلیم کا بیرا کپڑے وغیرہ لے آیا اور سلیم کپڑے بدل کر پلنگ کے پاس کرسی پر آ بیٹھا ۔ پھر اس نے آئینہ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا ۔ آئینہ نے آنکھیں کھول دیں اور سلیم کو دیکھنے لگی ۔

سلیم نے جھک کر پوچھا " کیا تکلیف زیادہ ہے " ۔

آئینہ نے کچھ جواب تو نہ دیا ، سلیم کے ہاتھ کو لے کر اپنی آنکھوں پر

رکھ لیا اور سلیم آہستہ آہستہ سر پہ ہاتھ پھیرنے لگا ۔

سعیدہ : "سلیم بھیّا ، آپ بھی کچھ دیر آرام کر لیجئے ۔"

"نہیں سعیدہ ، سونا چاہوں بھی تو نہیں سو سکتا ۔ مجھے کوئی اچھی سی کتاب لا دو اور تم سو جاؤ ۔ کہیں رات میں جاگنے سے تمہاری طبیعت خراب ہی نہ ہو جائے ، میری تو عادت ہے ۔"

"آپ کو اکیلا چھوڑ کر کیسے سو جاؤں !"

(مسکرا کر) "کیوں مجھ پر اعتبار نہیں ہے نہیں ؟"

"توبہ ۔ آپ کیا کہہ گئے ۔ اپنی چیز پہ بے اعتباری کا کیا سوال ۔ آئینہ آپ کی ہے ۔ جہاں تک میرا خیال ہے پرستش کے قابل ہے ۔ میں اس کی تعریف نہیں کرتی ۔ آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا ۔"

سلیم بھی لیٹ گیا اور سعیدہ بھی ایک آرام کرسی پر آئینہ کے پلنگ کی دوسری طرف لیٹ گئی ۔ رات کے تین بجے آئینہ نے پانی مانگا ۔ سلیم گلوکوز بنا لایا ۔

آئینہ : (گلوکوز پی کر) "کیا سعیدہ سو گئی ؟"

"ہاں ۔ وہ بے چاری تھک گئی ہے ۔ کچھ ضرورت ہے اُٹھا دوں ؟"

"نہیں سونے دیجئے ۔ آپ اکیلے جاگ رہے ہیں !"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے ۔"

آئینہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"اچھی ہو جاؤ۔ پھر اس کا جواب دوں گا۔"

سلیم نے بخار دیکھا تو ایک سو درجہ تک آگیا تھا۔ آئینہ نے کہا،

"مجھے اپنی طرف کروٹ بدلوا دیجئے۔"

سلیم نے اٹھ کر آہستہ سے اپنی طرف کر لیا اور پوچھا

"درد کچھ کم ہوا ؟"

"کچھ کم تو لگ رہا ہے۔"

آئینہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر "نیند نہیں آئے گی تم کو ؟"

"کیا معلوم ؟ آپ کچھ دیر کے لئے سو جائیے۔"

"اب سونے کا وقت نہیں رہا، صبح ایئرپورٹ جانا ہے۔ حمید کل ڈھاکہ جا رہا ہے۔ تم سو جاؤ (پھر مسکرا کر) اطمینان رکھو میں تمہیں سوتے میں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ مگر دیکھتا ضرور رہوں گا۔"

"اس کے کیا معنی !"

"معنی تو کچھ بھی نہیں ہیں، چکور چاند کو دیکھتا ہی رہتا ہے، کچھ حاصل ہو یا نہ ہو۔"

اور آئینہ نے سلیم کے ہاتھ کو اپنے رخسار کے نیچے دبا لیا۔

(۵)

صبح سلیم تیار ہی بیٹھا تھا کہ حمید آگیا۔

"آئینہ کیسی ہے چلو ذرا دیکھ آئیں۔"

"کیسی ہو آئینہ! اب تو اچھی معلوم ہو رہی ہو میں نہ کہتا تھا کہ سلیم کے ہاتھوں میں جادو ہے!"

"شکریہ بھیّا، کل سے آج بہت اچھّی ہوں۔"

حمید نے سعیدہ سے کہا" اس وقت تو آپ لوگ ہنس کر اجازت دیجئے، پلین پر جا رہا ہوں۔ کہیں ایکسیڈنٹ وغیرہ نہ ہو جائے۔"

سعیدہ اور آئینہ ایک ساتھ بول اٹھیں" توبہ توبہ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں؟ خدا بخیریت سے واپس لائے۔"

سلیم حمید کو ائیرپورٹ چھوڑ کر نرسنگ ہوم آگیا اور دوپہر کو بھی نہ آسکا۔ فون کر کے آئینہ کی حالت پوچھ لی کیونکہ اسے فوراً ہی نرسنگ ہوم جانا تھا۔

رات جب وہ آیا تو آئینہ تکیہ کے سہارے لیٹی تھی اور پاس ہی سعیدہ بیٹھی باتیں کر رہی تھی کسی بات پر دونوں ہنس رہی تھیں سلیم کو دیکھ کر چپ ہوگئیں۔

"تم دونوں مجھے دیکھ کر چپ کیوں ہوگئیں۔ کیا کوئی پرائیویٹ باتیں ہیں؟"

سعیدہ: (آئینہ سے) "کہہ دوں نا؟"

آئینہ: "خبردار جو تم نے ایسی ویسی باتیں کیں۔"

سعیدہ: "دیکھئے سلیم بھائی۔ اب یہ منع کرتی ہیں تو کیسے کہوں، مگر تھیں بڑی دلچسپ باتیں!"

سلیم: "میرے متعلق۔؟"

"آپ کو یہ کیوں خیال ہوا کہ ہم دونوں آپ ہی کی باتیں کرتی رہتی ہیں؟"

"ہوسکتا ہے کہ یہ میرا خیال غلط ہو، مگر مگر — خیر جانے دو — طبیعت کیسی ہے یہ بتاؤ؟"

آئینہ: "آپ ہی بتلائیے"؟

سلیم: "مجھے تو بڑی اچھی لگ رہی ہو!"

سعیدہ: (ہنستے ہوئے) "اب بتاؤ۔"

آئینہ (شرماکر) "یہ تو ایسی ہی باتیں کرتے ہیں۔"

سلیم (آئینہ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر) "کیوں آئینہ، میں بہت خراب ہوں ؟"

(آئینہ نے نظر اٹھا کر سلیم کی آنکھوں میں جھانکا اور سلیم نے مسکرا کر ہاتھ چھوڑ دیئے۔) "بتاؤ طبیعت اچھی ہے نا؟"

آئینہ نے سر کے اشارے سے ہاں کہا۔

سلیم: (سعیدہ سے) "انہوں نے کچھ کھایا پیا بھی؟"

"نہیں ۔ وہ آپ کے انتظار میں بیٹھی ہیں۔"

"میں تو نانا جان کے ساتھ کھاؤں گا، یہ جا سکیں گی وہاں؟"

"آپ گود میں لے چلیئے گا!" سعیدہ نے کہا۔

آئینہ: (سعیدہ کو مارتے ہوئے) "بدتمیز ۔ تم بہت خراب ہو گئی ہو" (سلیم سے) "آپ جائیے! میں نہیں کھاؤں گی۔"

سعیدہ "پھر اتنی دیر بیٹھی کیوں رہیں؟"

آئینہ: "بھوک نہیں تھی ۔"

سعیدہ: "میں تمہارا کھانا یہیں لے آؤں سلیم بھیّا تمہیں کھلا دیں گے۔"

"تم بہت ستاتی ہو سعیدہ، میرا بھی ایک دن آئے گا اس وقت دیکھوں گی۔" اور سعیدہ ہنستی ہوئی چلی گئی۔

"سعیدہ تمہیں بہت ستاتی ہے مگر ہے بڑی اچھی۔"

(مسکرا کر) " آپ کو پسند ہے ؟"

سلیم نے بھی ہنس کر جواب دیا " ہاں، مجھے بہت پسند ہے،

" اسلئے کہ تمہاری سہیلی ہے !"

" مردوں کا کیا اعتبار ؟"

" ... مردوں کے بارے میں تو نہیں کہہ سکتا مگر سلیم تمہارا ہے

اور تمہارا ہی رہے گا "

آئینہ کی صحت یابی نواب صاحب کے لئے مسرت کا ایک بڑا پیغام تھی۔

سلیم شام کو آیا تو انہوں نے کہا " بیٹا اگر تمہیں فرصت ہو تو ذرا آئینہ کو مارکیٹ

تک لے جاؤ، اسے کچھ کپڑے وغیرہ خریدنے ہیں !"

سلیم (آئینہ سے) " چلئے۔ میں حاضر ہوں "

آئینہ تھوڑی دیر میں تیار ہو کر آ گئی۔ پیازی ساری اور پیازی بلوز

میں وہ بڑی خوبصورت لگ رہی تھی۔ سلیم دیکھتا ہی رہ گیا۔ دل نہ چاہتا تھا

کہ نظر ہٹا ہے مگر نواب صاحب۔ کے خیال سے اس نے آنکھیں نیچی کرلیں۔

آئینہ: "چلئے"

سلیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آئیے"

سلیم خود ہی اپنی کار لایا تھا۔ اس نے کار کا دروازہ کھول دیا اور آئینہ بیٹھ گئی۔ تو وہ خود گھوم کر دوسری طرف آیا۔ سگریٹ سلگایا اور پھر کار اسٹارٹ کر دی۔

"کہئے کہاں چلوں"

"نیو مارکیٹ چلئے، کچھ کپڑے خریدوں گی اور نانا جان کے لئے پھل"

"تم پھل کیوں نہیں کھاتیں، تازہ پھل صحت کے لئے مفید ہوتا ہے اور تم آج کل کمزور بھی بہت ہو رہی ہو"

"مجھے اچھے نہیں لگتے"

"تم دودھ بھی نہیں پیتیں۔ میں نانا جان سے کہہ دوں گا کہ تمہیں زبردستی دودھ پلائیں" آئینہ مسکرا کر خاموش ہو رہی۔

نیو مارکیٹ میں کار پارک کر کے دونوں دیارام کی دکان میں آئے، آئینہ نے دو چار ساڑیاں اور بلوز پیس خریدے اور جب بل آیا تو آئینہ کے لینے سے پہلے سلیم نے بل لے لیا۔ بل دیکھ کر دو سو کے نوٹ اس نے سیلز مین کے ہاتھوں میں دے دیئے سیلز مین چلا گیا تو آئینہ نے کہا۔

"آپ نے روپے کیوں دیئے ۔؟"

"چپ رہو ، یہ لوگ کیا کہیں گے !"

بل اور باقی رقم لے کر سلیم نے پیکیٹ اٹھا لیا۔ دونوں دکان سے باہر آئے تو آئینہ نے کہا۔

"اب واپس چلئے میں گھر جانا چاہتی ہوں"۔

"چپ چاپ چلی آؤ ۔ میں نانا جان کے لئے کچھ پھل خرید لوں" اور آئینہ کو کچھ کہتے بن نہ پڑا۔

پھل وغیرہ خرید کر سلیم نے ایک قلی کو دیئے اور باہر آگیا۔ سامان کار میں رکھ کر سلیم نے کار اپنے گھر کی طرف چلا دی۔

آئینہ نے سوال کر دیا "کہاں جا رہے ہیں آپ ؟"

سلیم نے کچھ جواب نہ دیا۔

"جواب کیوں نہیں دیتے" آئینہ نے اس کو متوجہ کیا اور اس نے کہا۔

"اطمینان رکھو میں تمہیں بھگا کر نہ لے جاؤں گا۔ غریب خانہ تک جا رہا ہوں"

"وہاں کیا ہے ؟"

"کچھ نہیں، کچھ دیر تمہیں اطمینان سے دیکھوں گا" !

"کیا میرے گھر پر نہیں دیکھتے" ؟

"دل نہیں بھرتا ۔"

آئینہ نے اور کچھ نہ کہا ۔

سلیم کی کار سلیم کے پورٹیکو میں آکر رکی اور دونوں اُتر کر اندر آگئے آئینہ سلیم کے کمرے میں آکر ایک کرسی پر بیٹھ گئی ۔

"لیجئے اب اچھی طرح دیکھ لیجئے ۔"

سلیم نے آئینہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ۔ "آئینہ میرے دل کا علاج تمہارے پاس ہے ۔ امی جان آرہی ہیں ۔ وہ آئیں گی تو پھر وہی شادی شادی کریں گی اور اس بار امی کہیں نہ کہیں شادی کرنے پر مجبور کریں گی ۔"

"یہ تو بڑی اچھی خبر ہے ، شادی کر لیجئے گا ۔"

"میرا مذاق نہ اُڑاؤ آئینہ ! میں تم سے محبت کرتا ہوں ۔ ایسی محبت جیسی مرد نے عورت سے کی ہوگی ۔ آج میں اپنی بات کا جواب چاہتا ہوں ۔ بتاؤ آئینہ ! تم کیا کہتی ہو ۔ تمہیں نامنظور ہو تو کوئی بات نہیں ۔ کسی کے دل پر تو میرا زور نہیں چل سکتا ۔"

"پھر آپ کیا کریں گے ، شادی کر لیں گے ؟"

"میری بات چھوڑو ، تم خوش رہو میں تو تمہیں خوش ہی دیکھنا چاہتا ہوں ۔ اور شادی تو خوش نصیب انسانوں کی ہی ہوتی ہے ۔"

"سلیم! تم اب بھی نہ سمجھو تو یہ تمہارا بھولا پن ہے۔ کیا کوئی لڑکی اتنی آزادی کے ساتھ کسی غیر شخص سے مل سکتی ہے جب تک کہ اس سے دلی تعلق نہ ہو۔"

"پھر بھی میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہاری ہوں سلیم۔ میں بھی تمہاری اور میرا دل بھی تمہارا۔"

اور وفورِ بے خودی میں سلیم نے آئینہ کو آغوش میں لے لیا۔

آئینہ نے سلیم کے ہاتھ کو جھٹک کر کہا: "چھوڑو یہ کیا حرکت ہے۔"

سلیم نے آئینہ کو چھوڑنے کے بجائے سینے سے لگا لیا اور اپنا منہ اس کے بالوں پر رکھ دیا۔ آئینہ بھی کچھ دیر کے لئے اپنے کو بھول گئی اور سلیم کے سینے میں منہ چھپاتے رہی۔ پھر چونک پڑنے کے انداز سے کہنے لگی:

"مجھے تم سے کچھ کہنا ہے سلیم!"

"کہو جانِ آرزو، کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"سلیم، میں اتنے دن صرف اس لئے خاموش رہی کہ تم میرا جواب نہ پاکر چپ ہو جاؤ گے، مگر آج مجھے دل نے اقرارِ محبت پر مجبور کر دیا۔ اس لئے ضروری ہو گیا ہے کہ تم سے سب کچھ کہہ دوں۔ تم جانتے ہو کہ میری ایک پھوپھی ہیں۔ جن کے لڑکے کے ساتھ میری منگنی ہو چکی ہے۔ یہ منگنی میرے ابا جان نے کی تھی۔ وہ تو شادی کے لئے بھی کہہ رہے تھے۔

مگر نانا جان کا بھلا ہو انہوں نے اجازت نہیں دی اور کچھ دن بعد ہی میرے ابّا اور امّی کار کے ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو گئے۔ وہ بیرسٹری پڑھنے کے لئے ولایت گئے ہوئے ہیں۔ سُنتی ہوں کہ بہت جلد آنے والے ہیں۔ اب تباؤ میں کیا کروں؟ دل نہیں چاہتا ہے، اور دنیا مجھے کسی اور کے سپرد کرنے کے لئے تیار ہے!" آئینہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ اور سلیم ایک گہرے سکوت میں آئینہ کو تکتا رہا —

کافی دیر بعد سلیم نے آئینہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا :

"جانِ سلیم، اٹھو نانا جان پریشان ہوں گے، بہت دیر ہو گئی"۔ اور پھر وہ اپنے رومال سے اس کے آنسو پونچھنے لگا۔

"مجھے سزا دو سلیم کہ میں نے تمہیں اتنا بڑھنے کیوں دیا۔ اگر میں پہلے ہی دن جھڑک دیتی تو یہ نوبت نہ آتی۔ مگر شاید میں بھی اپنے دل سے مجبور تھی"۔

(تسلّی دیتے ہوئے) "اتنا گھبراتی کیوں ہو۔ میرا خیال ہے کہ نانا جان تم پر جبر نہ کریں گے۔ منگنی اس وقت کی گئی تھی جب تم ناسمجھ تھیں۔ اب تم گریجویٹ ہو، اپنی مرضی کی مختار ہو۔ منگنی تو توڑی بھی جا سکتی ہے۔ اگر تم اجازت دو تو میں نانا جان سے کہوں —!"

"کیا کہو گے؟"

"یہی کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں"۔

"میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔ تم مناسب سمجھو تو کہہ کر دیکھ لو۔"

"اب چلو منہ دھو ڈالو۔"

آئینہ باتھ روم سے منہ دھو کر آئی تو سلیم نے اسے گاڑی پر بٹھایا اور دونوں آئینہ کے مکان پر آ گئے۔

رات کھانے کے بعد سلیم نے نواب صاحب سے کہا: "نانا جان! اگر آپ اجازت دیں تو کچھ عرض کروں؟"

نواب صاحب: "کہو بیٹا۔ میں تو تمہیں اپنے بیٹے کی طرح سمجھتا ہوں۔"

سلیم: "یہ تو میرے بزرگوں کو کہنا چاہیے تھا، مگر آپ جانتے ہیں کہ میرا کوئی نہیں سوائے امی کے۔ مگر وہ اس وقت دور ہیں — مجبوری مجھے آپ سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ مجھے اپنی غلامی میں لے لیں۔ میرا خیال ہے آپ مجھے چاہتے بھی ہیں اور میرے بارے میں ایک اچھی رائے بھی رکھتے ہیں۔"

نواب صاحب: "بیٹا! میں تمہیں اپنے بیٹے کی طرح دیکھتا ہوں۔ اگر میرا لڑکا ہوتا تو شاید تم سے زیادہ اس کو نہ چاہتا۔ اور آئینہ کو تمہارے ہاتھوں میں دے سکتا تو مجھے بڑی خوشی ہوتی۔ مگر تم نہیں جانتے کہ اس کے والد نے اپنی بہن کے لڑکے سے اس کی منگنی کر دی ہے۔ میں ہمیشہ سے کم سنی کی شادی کے خلاف ہوں۔ میری اور

آئینہ کی ماں کی وجہ سے شادی تو نہ ہو سکی ۔ مگر منگنی ہو گئی ۔ شفیق ولایت سے آجائے تو میں اسے سمجھاؤں گا ۔ کہ اس کا کیا خیال ہے ؛ تم اپنا دل چھوٹا نہ کرو ۔ خدا سے امید رکھو۔ دیکھو وہ کیا کرتا ہے ۔ میں بہرحال تمہارے ساتھ ہوں ۔ اور میری کوشش تمہارے حق میں ہو گی "۔

سلیم کوئی جواب نہ دے سکا۔ چُپ بیٹھا رہا ۔ اس کا چہرہ سخت پریشانی کا اظہار کر رہا تھا ۔ نواب صاحب بھی کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے پھر کہنے لگے ؛ " سلیم بیٹا ، کیا تم ناراض ہو گئے ۔ ؟"

" نہیں ناناجان ، ناراضگی کی کوئی بات نہیں ۔ میں انتظار کروں گا ۔ امی پرسوں آرہی ہیں چار بجے کے پلین سے "۔

" ٹھیک ہے ۔ ہم دونوں کو ایئرپورٹ لینے جانا اور شام کی چائے میرے یہاں پی کر اپنے گھر جانا ۔ آئینہ کو پرسوں صبح تمہارے وہاں بھیج دوں گا ۔ رات کا کھانا اپنی نگرانی میں پکوالے گی "۔

سلیم : " بہت اچھا ! اب اجازت خواہ ہوں "۔

نواب صاحب نے بوا سے کہا کہ وہ آئینہ کو بلا لائے ۔ مگر سلیم نے اس کو یہ کہہ کر روک دیا " رہنے دو سو گئی ہوں گی " اور نواب صاحب کو سلام کر کے رخصت ہو گیا ۔

(۶)

دوسرے روز سلیم نرسنگ ہوم نہیں گیا اور نہ نواب صاحب کے ہاں پہنچا ۔ آئینہ نے کئی دفعہ فون کیا تو کریم سے معلوم ہوا کہ وہ صبح صبح کار لے کر کہیں باہر گئے ہیں۔ نرسنگ ہوم سے معلوم ہوا کہ وہ آج نرسنگ ہوم نہیں آئیں گے ۔ انہوں نے فون کر دیا ہے ۔ آئینہ رات کو منتظر رہی ۔ رات بھی جب سلیم نہ پہنچا تو صبح ہوتے ہی آئینہ نے پھر فون کیا ۔ اور کریم نے بتایا کہ کل بہت رات گئے گھر پر آئے ہیں اب تک اپنے کمرے میں ہیں ۔ شاید طبیعت خراب ہے ۔ نرسنگ ہوم میں فون کر دیا ہے کہ آج بھی نہیں جائیں گے ۔ آئینہ یہ سنتے ہی اپنے ناناجان سے اجازت خواہ ہوگئی اور آیا کو لے کر سلیم کے وہاں آپہنچی ۔ کریم سے کہا کہ تم بوانے کو لے کر دو ۔ کھانے پکانے کا بندوبست کر لو ۔ سب

سامان تیار ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا۔ کھانا میں پکاؤں گی پھر وہ خود سلیم کے کمرے میں پہنچ گئی۔

سلیم پلنگ پر لیٹا ہوا سگریٹ پی رہا تھا۔

"کیا ڈاکٹروں کی طبیعت بھی خراب ہو جاتی ہے؟"

سلیم نے چونک کر آئینہ کو دیکھا اور آہستہ سے جواب دیا۔" ڈاکٹر کیا انسان نہیں ہوتے۔ یا ان کے سینے میں دل نہیں ہوتا؟"

"دل تو ضرور ہوتا ہوگا، مگر ڈاکٹروں کا دل ذرا سخت ہونا چاہیئے۔ اتنا کمزور دل ہو تو سب مریض ہی ان کے ہاتھ سے مر جائیں۔ میں آپ کو سزا دینے آئی ہوں۔ پرسوں مجھ سے مل کر بھی نہیں آئے۔ کل سارا دن کہاں غائب رہے۔ کیا کوئی نیا شکار پھانس لیا ہے"۔

"میں تمہیں چاہنے کا قصوروار ہوں، جو جی چاہے سزا دے لو۔ اور کوئی نیا شکار کیا پھانسوں گا۔ ایک کے پھندے میں پڑ کر بھر پایا۔ اب دوسرے کا خیال کیا کروں گا؟"

"کل سارا دن کہاں رہے؟"

"کیا کروگی سن کر۔"

"کیا میں اب اتنی خراب ہو گئی ہوں، کہ کوئی بات بتانے کے قابل نہیں؟"

"چھپانے کی کوئی بات نہیں اور اس سے فائدہ بھی کچھ نہیں ہے۔ کل سارا دن اور رات گئے تک کلب میں بیٹھا رہا۔"

"کیا کرتے رہے کلب میں ۔۔۔؟"

"گیا تھا کہ کچھ دیر کے لئے اپنے کو بھول جاؤں، مگر بار بار کوشش کے باوجود گلاس کو ہاتھ نہ لگا سکا"

"توبہ توبہ! آپ شراب پینے گئے تھے۔"

"کیا کروں۔ جب دل ہی بے چین ہو تو انسان کوئی کام کیسے کرے!"

آئینہ اٹھ کر سلیم کے پلنگ پر آ بیٹھی اور اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی ۔۔۔

"کیا واقعی طبیعت خراب ہے! ۔۔۔ مگر تم مجھ پر اعتبار کیوں نہیں کرتے۔ میں کہتی ہوں اب تمہارے سوا میں کسی کی نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی تم اس قدر بے چین ہو ۔۔۔ صبر نہیں کر سکتے تو کر لو مجھ سے شادی۔ میں تیار ہوں۔ تمہارے لئے میں سب کچھ کر سکتی ہوں۔ مجھ پر جو کچھ بیتے گی، میں سہہ لوں گی۔"

یہ کہہ کر آئینہ رونے لگی۔

سلیم اس کو روتا دیکھ کر بے قرار ہو گیا "تم رونے کیوں لگیں۔ میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں مگر تم کو روتا نہیں دیکھ سکتا (ہاتھ پکڑ کر)

اٹھو آئینہ۔ خدا کے لئے مجھے تکلیف نہ دو۔"

اتنے میں باہر دستک ہوئی اور آئینہ جلدی سے آنسو پونچھ کر علیحدہ جا بیٹھی۔

سلیم نے کہا "اندر آجاؤ!"

کریم ٹرے اٹھائے ہوئے اندر آگیا۔ آئینہ نے کہا۔

"یہ کیا کریم بابا! میں تو ناشتہ کر کے آئی ہوں"۔

"صاحب نے کچھ نہیں کھایا۔ آپ بھی کھائیے اور انہیں بھی کھلائیے"۔

"اچھا، میں انہیں ناشتہ کرائے دیتی ہوں۔ تم کھانے کا بندوبست کر ڈالو"۔

کریم بہت اچھا کہہ کر باہر چلا گیا اور آئینہ شوخی کے ساتھ کہنے لگی:

"یہ عورتوں کی طرح نخرے کیا کرنے لگے۔ کھانا پینا چھوڑ دیا"۔

سلیم نے آئینہ کو پھر ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا "آئینہ! پہلے تم مجھے معاف کر دو، میں بہت خود غرض ہو گیا ہوں ---- بار بار سوچتا ہوں کہ شاید میں تمہیں نہ پا سکوں ---- شدتِ احساس سے میں پاگل ہوا جاتا ہوں"۔

"سلیم! تمہیں چھوڑ کر دنیا میں زندگی گزارنے کا خیال بھی اب نہیں کر سکتی۔ پھر وسوسہ کیوں کرتے ہو۔ آؤ۔ میں چائے بناتی ہوں۔ تم نے شاید کل سے کچھ کھایا بھی نہیں ہے"۔

سلیم اُٹھ کر باتھ روم چلا گیا۔ وہاں سے مُنہ ہاتھ دھو کر آئینہ کے پاس آ بیٹھا
"کیا تم نہیں کھاؤ گی — ؟"
"میں تو ناشتہ کر کے آئی ہوں۔ صرف چائے پی لوں گی۔"
سلیم کو ناشتہ کرا کے آئینہ نے کہا "میں تو اب باورچی خانہ میں جاتی ہوں، آپ کیا کریں گے ؟"
"چلو میں بھی باہر ہی چلتا ہوں۔ کل سے مجھے دنیا کا کچھ حال نہیں معلوم اخبار پڑھوں گا۔"
آئینہ باورچی خانے میں چلی گئی اور سلیم ڈرائنگ روم میں بیٹھ کے اخبار پڑھنے لگا۔ سلیم اخبار پڑھ کر باورچی خانے میں آیا تو آئینہ کھانا پکا رہی تھی۔ آگ کی گرمی سے اس کے رُخسار سُرخ انگارا ہو رہے تھے۔ سلیم کھڑے کھڑے اُسے دیکھتا رہا، پھر مسکرا کر کہنے لگا "کھانے کی خوشبو نے تو وہاں بیٹھنے نہ دیا۔ بھوک لگ گئی۔"
کریم: "اور تھوڑی دیر ہے صاحب۔ قورمہ بھی تیار ہو جائے گا۔"
آئینہ: "اور سب کھانا تو تیار ہے۔ قورمہ ابھی نہیں مل سکتا۔"
سلیم: "کیوں، یہ سزا مجھے کیوں مل رہی ہے ؟"
آئینہ: "پہلے مہمان پھر میزبان"
"امی جان کیا مہمان ہیں ؟"

"آج تو وہ مہمان ہی ہیں۔ پھر ان کا اپنا گھر ہے۔ آپ غسل کر آئیے۔ میں کھانا لگوانی ہوں۔"

سلیم حمام میں داخل ہو گیا، اور تھوڑی دیر بعد کھانے کے کمرے میں آیا تو صرف اپنا کھانا لگا ہوا دیکھا۔

"یہ کیا، اور تم ۔ ؟"

"میں ابھی گھر جاؤں گی۔ نانا جان میرے انتظار میں بیٹھے ہوں گے۔"

سلیم اُٹھ کر چلا گیا اور فون کرنے لگا۔ آئینہ پاس ہی کھڑی تھی۔ فون رکھ کر سلیم نے آئینہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور سیدھا اپنے بیڈ روم میں لے آیا۔ پھر باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر دھکیل دیا۔ "منہ ہاتھ دھو آؤ، نانا جان کھا چکے اور تمہیں حکم دیا ہے کہ یہاں کھاؤ اور مجھے کھلاؤ۔"

"اپنے منہ میاں مٹھو بننا خوب آتا ہے۔"

"دیکھوں گا۔ کیسے نہیں کھلاتیں؟"

آئینہ منہ ہاتھ دھو آئی اور کھانے پر بیٹھ گئی۔ کھانے کے دوران سلیم نے پوچھا:

"تمہارا رزلٹ تو بہت جلد نکلنے والا ہے۔ اس کے بعد کیا کرو گی، آگے پڑھو گی؟"

"ایم اے کرنے کا ارادہ ہے۔"

سلیم نے ہنستے ہوئے کہا ؛" شادی کے بعد بھی ؟"

" پہلے شادی تو ہو پھر دیکھا جائے گا ۔"

کھانا کھا کر سلیم اپنے بیڈ روم میں چلا گیا ۔ تھوڑی دیر بعد آئینہ الائچی لے کر آئی ۔ سلیم نے ایک ہاتھ سے الائچی لی اور دوسرے ہاتھ سے آئینہ کو اپنی طرف کھینچ لیا ۔ وہ اس کے لئے تیار نہ تھی ۔ اس کے اوپر گر گئی ، اور سلیم نے اس کو دونوں ہاتھوں میں بھینچ لیا ۔

" تم میری ہو آئینہ ! تم کو کوئی مجھ سے چھڑا نہیں سکتا ۔ میں مر جاؤں گا آئینہ ، مجھے چھوڑ نہ دینا ۔ !"

آئینہ اپنے کو چھڑاتی ہوئی " تم بالکل پاگل ہو گئے ہو چھوڑو مجھے ، میں ابھی چلی جاؤں گی ، تم مجھے دیکھ کر آپے میں نہیں رہتے ۔"

سلیم آئینہ کو چھوڑتے ہوئے ۔" نہیں آئینہ ۔ تمہاری عزت کو میں اپنی جان سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں ، ابھی نہ جاؤ !"

آئینہ نے کہا ۔" دو بج چکے ہیں ، اب مجھے جانا ہی چاہئے ۔ تم جاتے وقت مجھے لے لینا ۔"

سلیم بولا ۔" میں بھی چلتا ہوں ۔ یہاں اکیلے رہ کر کیا کروں گا !"

پھر سلیم تیار ہونے کے لئے چلا گیا ، اور چند منٹ کے بعد دونوں روانہ ہو گئے ۔

نواب صاحب ان کے منتظر تھے۔ تھوڑی دیر میں سعیدہ بھی آپہنچی۔
سعیدہ نے آئینہ سے پوچھا: "تمہارے مریض کا کیا حال ہے؟"
"مت پوچھو، کل سے حالت خراب کر رکھی ہے۔ صبح میں گئی تو ناشتہ بھی نہ کیا تھا۔ نرسنگ ہوم سے چھٹی کر رکھی ہے"
"پھر تم نے کیا کیا۔ اپنے ہاتھوں ناشتہ کروایا"
"اپنے ہاتھوں سے تو نہیں، مگر میرے رونے دھونے سے دھیمے پڑ گئے"
"رونے کیوں لگی تھیں تم"
آئینہ نے کل اور آج کی سب باتیں دہرا دیں۔
"عجیب مصیبت مول لے لی ہے تم نے۔ اِدھر تم پریشان، اُدھر وہ پریشان۔ انجام کیا ہوگا۔ نہیں معلوم تمہاری پھوپھی بد مزاج ہیں۔ وہ ساری دنیا سر پر اٹھا لیں گی۔"
اتنے میں سلیم نے آکر پکارا تو دونوں باہر نکل آئیں۔ چاروں سلیم ہی کی کار میں ہوائی اڈے پر گئے۔ نواب صاحب کی کار خالی گئی۔ ان کے پہنچنے کے کچھ دیر بعد ہی پلین آ گیا۔ سلیم جلدی سے پلین کے پاس گیا۔ جمیلہ سلیم کی امی کو لے کر اترا تو شہناز پیچھے تھی۔ سلیم ماں سے لپٹ گیا۔ پھر ان کو لے کر نواب صاحب کے پاس آیا اور سب سے ملایا۔ آئینہ سلیم کی والدہ کے سامنے ادب سے جھک گئی اور سعیدہ بھی ادب سے سلام کے لئے خم ہو گئی۔

شہناز نے جُھک کر نواب صاحب کو آداب کیا۔ اور بڑھ کر آئینہ اور سعیدہ سے لپٹ گئی۔

سب باہر آگئے۔ سلیم، نواب صاحب، سلیم کی والدہ اور آئینہ سلیم کی کار میں بیٹھ گئے۔ اور نواب صاحب کی کار میں حمید، شہناز، سعیدہ اور شہناز کی ایک آیا سوار ہو گئی، اور سب نواب صاحب کے ہاں آگئے۔

نواب صاحب نے سلیم کی امّی سے کہا۔ "یہ میرا غریب خانہ ہے۔ بیٹی! چائے پی کر اپنے گھر جانا۔"

سلیم کی امّی نے کہا۔ "یہ تکلیف کیوں کی آپ نے؟"

"نہیں بیٹی، اس میں تکلیف کی کون سی بات ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی آج تمہیں دیکھ کر۔ مجھے اپنا ہی سمجھو۔ میرا سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کوئی نہیں ہے۔" (وہ آبدیدہ ہو گئے)

سلیم کی امّی: "ہم سب آپ ہی کے ہیں۔ آپ اپنا دل چھوٹا نہ کریں۔ میں حمید سے سب سُن چکی ہوں۔ سلیم اور حمید آپ ہی کے بچے ہیں۔ ان کو خادم ہی سمجھئے۔"

اس عرصہ میں آئینہ نے چائے بنا کر آگے رکھی اور ناشتہ پیش کیا۔ سلیم کی والدہ نے انکار کیا۔ "بیٹی، میں تو شام کو سوا ایک پیالی چائے کے

اور کچھ کھاتی پیتی نہیں "۔

حمید: "تھوڑا سا حلوہ لے لیجئے خالہ جان۔ یہ آئینہ کا بنایا ہوا ہے!"

شہناز: "آپ نے کیسے پہچانا؟"

حمید: "ان کی پکائی ہوئی چیزوں کو میں جانتا ہوں"۔

سلیم کی امی: "پھر تو کھانا ہی پڑے گا۔ ورنہ حمید میاں دل چھوٹا کریں گے۔ لاؤ بیٹی تھوڑا سا دے دو"۔

مغرب کی نماز پڑھ کر سب سلیم کے مکان پر آگئے۔ موقع پاکر آئینہ سلیم کے کمرے میں آئی۔ سلیم کچھ لکھ رہا تھا۔ وہ جاکر پاس کھڑی ہوگئی۔

سلیم نے نظر اٹھاکر دیکھا "کیوں کیا ہوا۔ تم اتنی خاموش کیوں ہو؟"

"سلیم، خالہ جان کا میرے بارے میں کیا خیال ہے۔ نہ جانے وہ کیا سمجھتی ہوں گی!"

سلیم نے آئینہ کو ہاتھوں کے گھیرے میں لے لیا اور مسکرا کر کہا:

"کہیں گی کیا؟ یہی سوچتی ہوں گی کہ یہ ساحرہ میرے بیٹے پر جادو کر چکی ہوگی۔"

"آپ تو مذاق کرنے لگے۔ میں واقعی پریشان ہوں"۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم خواہ مخواہ پریشان نہ ہو۔ چلو حمید وغیرہ کہاں ہیں؟"

دونوں شہناز کمرے میں آ گئے۔ وہاں حمید محفل جمائے بیٹھا تھا۔

سلیم: "کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ ذرا میں بھی تو سنوں!"

حمید: "کچھ نہیں، ذرا ڈھاکہ کی باتیں سنا رہا تھا۔"

سلیم: "سناؤ، میں بھی سنوں۔"

حمید: "یہی کہ خالہ جان نے تمہارے لئے کئی ایک لڑکیاں پسند کی ہیں۔ سب کے فوٹو میں لے آیا ہوں تاکہ تم بھی دیکھو۔"

سلیم: "بہت اچھا کیا کہ فوٹو لیتے آئے۔ اپنے لئے بھی پسند کی۔"

حمید: "تمہاری ہو جائے تو اپنی فکر کروں۔"

آئینہ: "حمید بھائی فوٹو مجھے دے دیجئے۔ ذرا میں بھی تو دیکھوں۔"

حمید: "میں نے پسند نہیں کیا بلکہ سلیم کو پسند کرانے کے لئے لایا ہوں۔"

اور پھر اٹھ کر وہ فوٹو لے آیا۔ کئی فوٹو تھے مگر کوئی تو بارہ تیرہ سال کی دوشیزہ کا فوٹو تھا اور کوئی ادھیڑ عمر کی لڑکی کا۔

سعیدہ و شہناز: "لاحول ولاقوۃ۔ یہ کیا فوٹو لے آئے ہیں آپ؟"

حمید: "کیوں؟ ایک سے ایک اچھا ہے۔ کوئی ادھیڑ عمر کی بیوہ ہے اور کوئی کم سن لڑکی۔ مگر ہیں سب پیسے والیاں۔ ان کے پیسے سے سلیم ایک اور شادی بھی کر سکتے ہیں۔"

شہناز: (ہنستے ہوئے) "مگر حمید بھائی۔ یہ فوٹو آپ کہاں سے لے آئے!"

حمید: "اس سے تمہیں کیا! آخر تمہارے بھائی کو شادی کرنا ہے۔ جب وہ اچھی صورت کو پسند نہیں کرتے تو آپ کسی ایسی ہی سے کر لیں۔"

شہناز: "واہ، میرے بھائی ایسے کیوں ہونے لگے۔ ان کی دلہن تو چاند ایسی ہوں گی۔"

حمید: "منہ دھو رکھو۔ ہاں آئینہ! تم نے کچھ نہیں کہا۔ تم بھی تو کچھ اپنی رائے دو۔"

آئینہ (ہنس کر) میں کیا رائے دوں۔ اپنے بھائی کو دکھائیے۔"

سلیم: "آئینہ! اس میں سے حمید کے لئے پسند کر دو۔ پھر حمید جسے میرے لئے پسند کریں گے میں اسی سے شادی کر لوں گا۔"

حمید: (کانوں پر ہاتھ دھرتے ہوئے) "نہیں بابا! یہ سب بڑے باپ کی بیٹیاں ہیں۔"

سعیدہ: "آپ کو بڑے باپ کی بیٹی سے شادی کرنے میں کیوں انکار ہے۔؟"

سلیم: "کون بڑے باپ کی بیٹی ان پر مہربان ہے! یوں ہی ڈینگ مار رہے ہیں۔"

حمید: "پہلے تم بات کو صاف کرو۔"

سلیم نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور بات ٹل گئی۔

رات کو کھانے پر سلیم کی والدہ نے کہا: "آئینہ بیٹی ذرا ادھر آؤ۔ میں نے سُنا ہے کہ آج کا کھانا تم نے پکایا ہے!"

حمید: "میں نے نہ کہا تھا خالہ جان کہ میری بہن کے ہاتھ کا کھا کر دیکھئے گا!"

بیرے نے قورمے کی ڈش پیش کی اور سلیم کی والدہ نے قورمہ کھا کر کہا: "واقعی قورمہ بہت لذیذ ہے۔"

سعیدہ: "خالہ جان! تب تو آئینہ انعام کی مستحق ہے۔"

سلیم کی والدہ: "ٹھیک کہا تم نے بیٹی۔ میں انعام دوں گی آئینہ کو۔"

حمید نے نظر اٹھا کر سلیم کو دیکھا، اور سلیم نے جب نگاہ اٹھائی، حمید نے آنکھ ماردی۔ اور سلیم مسکرا کر کھانے میں مشغول ہو گیا۔

کھانے کے بعد سب لوگ کچھ دیر باتیں کرتے رہے پھر نواب صاحب سعیدہ اور آئینہ اپنے گھر واپس روانہ ہو گئے، اور سلیم بستر پر دراز ہو کر آئینہ کا تصور کرتا رہا۔

(۷)

دوسرے دن نرسنگ ہوم میں بہت کام تھا۔ سلیم آئینہ کے ہاں نہ جاسکا۔ رات گیارہ بجے اس نے آئینہ کو فون کیا۔

"آئینہ بول رہی ہوں۔"

"میں سلیم ہوں۔ کیا کہہ رہی ہو آئینہ؟"

"آپ کو فون کرنے کی فرصت کیسے مل گئی!"

"میں سمجھتا ہوں، تم مجھ سے روٹھی ہوئی ہو گی۔"

"میں اتنی بدمزاج تو نہیں ہوں۔ آپ کا دل نہیں چاہا آپ نہیں آئے۔"

"تم یہ یقین کرتی ہو کہ میرا دل تمہارے پاس آنے کو نہ چاہے گا۔"

"دل ہی تو ہے — ممکن ہے نہ چاہتا ہو —" وہ ہنس پڑی۔

اس کے بعد اسی طرح کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر آئینہ نے کہا "اچھا مجھے نیند آ رہی ہے۔"

سلیم نے خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

دوسرے دن شام کو وہ اس کے گھر پہنچا۔ آئینہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی بالوں کو جھاڑ رہی تھی کہ باہر سے آواز آئی،

"میں اندر آسکتا ہوں"؟

بات پوری کرتا ہوا سلیم، آئینہ کے پیچھے آکھڑا ہوا اور اس نے آئینہ کے ریشمی بالوں میں دبی ہوئی ہوا کو چوم لیا۔ پھر اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا:

"اب تک ناراض ہو مجھ سے!"

آئینہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

سلیم نے آئینہ کو لاکر اس کے پلنگ پر بٹھا دیا اور خود ایک کرسی کھینچ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ پھر آئینہ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر بولا:

"جانِ سلیم! کل کام بہت زیادہ تھا۔ کھانے کا وقت بھی نہ مل سکا۔۔ پانچ بجے گھر آکر کھانا کھایا پھر چیمبر میں جانا پڑا۔

"میں آپ سے رپورٹ تو نہیں مانگ رہی ہوں۔"

"تو پھر مسکرا دو۔"

آئینہ نے مسکرا کر ہاتھ چھڑا لیا۔

"ایک مزے کی بات تمہیں سناتا ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ سعیدہ کو اگر تمہاری بھابی

بنا دوں تو کیسا رہے گا ؟"

"ڈاکٹری کے ساتھ ساتھ کیا آپ مشاطہ گری بھی کرنے لگے ؟"

"آج کل مشاطہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ۔ اپنی شادی خود ہی ٹھیک کرلی جاتی ہے ۔"

"اپنے لیے بھی ،، ، کی کہیں ؟"

"وہ تو بہت پہلے ہی کر چکا ۔"

"کہاں ؟ ذرا میں بھی تو سنوں ؟"

سلیم آئینہ کو شیشے کے سامنے لے گیا اور اس کا منہ اونچا کر کے شیشے کی طرف اشارہ کیا " وہ دیکھو ۔ بتاؤ میری پسند کیسی ہے ؟"

آئینہ ؛ (ہنس کر) بہت ہی خراب !"

سلیم ؛ " اور تمہاری پسند ؟"

آئینہ ؛ " بہت اچھی !"

" بہت بہت شکریہ ! اب یہ بتاؤ کہ حمید کی شادی اگر سعیدہ کے ساتھ ہو جائے تو کیسی رہے گی ؟"

" بہت اچھی ؛ میرا خیال ہے کہ حمید بھائی سعیدہ کو چاہتے بھی ہیں ۔"

" ٹھیک کہا تم نے ؛ کل میں نے حمید سے قبولوا لیا کہ وہ سعیدہ سے شادی کا خواہشمند ہے ۔ مگر تمہاری دوست کا کیا خیال ہے ؛ یہ نہیں معلوم ۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے۔ میں پوچھ لوں گی اس سے۔"

"اچھا، یہ کام تمہارے سپرد رہا۔"

"اگر میں یہ کام کر دوں تو مجھے کیا انعام ملے گا؟"

حمید سے جو چاہو لے لینا اور میری طرف سے ایک پیار۔"

آئینہ نے شرما کر کہا۔ "آپ بہت خراب ہو گئے ہیں۔"

(ہنستے ہوئے) "اب اجازت دو۔ کل نہیں اپنے یہاں لے جاؤں گا صبح تیار رہنا۔ خدا حافظ!"

دوسرے دن صبح سلیم آئینہ کو اپنے یہاں لے گیا اسے چھوڑ کر وہ ہاسپیٹل چلا گیا۔

سلیم کی امّی نے شہناز سے کہا۔ "بیٹی، الماری سے وہ بکس نکال لانا۔"

شہناز نے بکس نکال کر اپنی امی کو دے دیا۔ سلیم کی والدہ نے سونے کی یارینگ نکال کر آئینہ کے کانوں میں پہنا دی۔

"یہ تمہارا اُس دن کا انعام ہے۔"

آئینہ نے جُھک کر سلام کیا۔ "آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں خالہ جان! کھانا تو میں شوقیہ پکا لیتی ہوں۔"

"اچھا شوق ہے بیٹی۔ پکانا بھی ایک ہنر ہے۔"

پھر شہناز آئینہ کو اپنے کمرے میں لے آئی اور اس نے آئینہ کے گلے

میں باہیں ڈال دیں۔ حنیفہ آپا، ایک بات کہوں۔ آپ بُرا تو نہ مانیں گی "

"کیا بات ہے پہلے سنوں تو !"

شہناز نے سہلا کر کہا۔ "اوں ہوں۔ پہلے وعدہ کیجئے "

آئینہ شہناز کے گلے میں ہاتھ ڈال کر: "تم اب تک بچہ ہو۔ کیا کہتی ہو !"

"آپ میری بھابھی بن جائیے !"

"کیوں ؟ کیا بہن بنا کر دل نہیں بھرتا !"

"بہن تو چلی جاتی ہے مگر بھابھی تو گھر کی رونق ہو کر رہتی ہے "

آئینہ شہناز کے گالوں میں چٹکی لے کر "اور کیا بی شہناز یہاں بیٹھی رہیں گی !"

"چھوڑیئے ان باتوں کو۔ دیکھئے بھائی جان آپ کو بہت چاہتے ہیں۔ آپ اگر انہیں نہ ملیں تو وہ اور کہیں شادی نہ کریں گے "

آئینہ نے ہنستے ہوئے کہا "یہ کیسے جانا تم نے ؛ وہ اتنے بڑے ڈاکٹر ہیں کتنی ہی لڑکیوں کے ماں باپ اپنی لڑکی کی شادی ان سے کرنے میں فخر سمجھیں گے یہ تو بڑی اچھی بات سنائی تم نے "

"آپ میرے بھائی سے شادی کرنا نہیں چاہتیں، جب ہی ایسی باتیں بنا رہی ہیں "

"چپ رہو۔ یہ باتیں اگر خالہ جان سنیں گی تو کیا خیال کریں گی۔!"

وہ اپنے بیٹے کی دلہن پسند کر چکی ہوں گی ایسی باتوں سے انہیں رنج پہنچ سکتا ہے۔"

"نہیں۔ کوئی لڑکی پسند نہیں کی گئی۔ جب تک سلیم بھیا نہ کہیں گے، امی کسی کو زبان دے ہی نہیں سکتیں۔"

"خیر، شادی کی باتیں نانا جان، اور خالہ جان ٹھیک کریں گی، تم بیچ میں کیوں دلالی کر رہی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے بھائی جان نے تمہیں پھسلایا ہے۔"

"نہیں آپا، بھائی جان نے کچھ نہیں کہا۔ یہ تو میری اپنی پسند ہے، اور کچھ حمید بھیا کی زبانی سُنا تھا۔"

"کیا سُنا تھا تم نے؟"

"یہی کہ سلیم بھائی جان آپ سے شادی کرنا چاہتے ہیں مگر آپ راضی نہیں ہوتیں۔"

(ہنس کر) "واقعی۔ یہ حمید بھائی نے کہا ہے؟"

"ہاں!"

"اور کیا کیا کہا ذرا سناؤ تو۔"

"یہی کہ بھائی جان آپ سے شادی کرنے کے لئے بے چین ہیں مگر آپ منہ ہی نہیں لگاتیں۔ کہتے تھے کہ عجب بد دماغ لڑکی ہے۔ سلیم سے اچھا شوہر اسے کہاں سے ملے گا۔ شاید اسے کوئی اور پسند ہے، بھلا وہ ڈاکٹر کو کیوں پسند کرنے لگی۔ مگر تمہارے سلیم میاں جو ہیں وہ کسی کی سنتے ہی نہیں۔"

آئینہ نے یہ سن کر ایک قہقہہ لگایا۔

"یہ حمید بھائی بھی خوب ہیں۔"

اتنے میں سلیم اور حمید بھی شہناز کے کمرے میں آگئے۔

"یہ تم دونوں اتنے زور سے ہنس کیوں رہی ہو؟" حمید نے پوچھا۔

آئینہ: "آپ کی قلعی کھولی جا رہی ہے۔"

حمید: (شہناز کو دیکھتے ہوئے) "کیوں، کیا بات ہے؟"

آئینہ: "یہی کہ سلیم صاحب میرے پیچھے پڑے ہیں اور میں انھیں منہ ہی نہیں لگاتی۔ مجھے تو زبان بچھے والا پسند ہے!"

حمید یہ سنکر زور سے ہنسا۔ "اچھا، یہ شہناز بی لگائی بجھائی کر رہی تھیں۔"

شہناز: "مجھے کیا غرض پڑی ہے۔ آپ ہی نے تو کہا تھا۔"

سلیم: "ارے بھئی مجھے بھی تو بتاؤ کیا معاملہ ہے۔"

شہناز نے حمید کی سب باتیں دہرا دیں اور سلیم نے بھی ایک قہقہہ لگایا۔

"آئینہ، کیا تم حمید سے ناراض ہو۔"

آئینہ: "میں حمید بھائی سے ناراض تو نہیں مگر نہ جانے کیوں مجھ پر انہوں نے یہ الزام لگا۔"

حمید: "جیتی رہو آئینہ، وہ تو میں نے شہناز کو چڑانے کے لئے کہا تھا۔ میں کیا نہیں جانتا کہ تم سلیم کو کتنا چاہتی ہو۔ اپنا کھانا تک چھپا کر رکھ دیتی ہو۔ سلیم کو کھلانے کے لئے۔"

یہ سن کر سب نے ایک اور قہقہہ لگایا۔

آئینہ: (جھینپ کر) توبہ! حمید بھائی۔ میں کیوں رکھنے لگی چھپا کر کھانا!"

حمید: "تو تم شرما کیوں رہی ہو۔ یہ تو اچھی بات ہے، خالہ جان سنیں گی تو خوش ہو جائیں گی کہ تم ان کے بیٹے کے لئے کھانا رکھتی ہو!"

آئینہ: یہ تو اور بات ہے، مگر اپنا کھانا کیوں رکھنے لگی ہیں۔ واہ آپ تو خوب ہیں"

حمید: "میں نے کچھ نہیں کہا۔" یہ شہناز کی بچی نے سب گول مال کرا دیا۔"

شہناز: "واہ - یہ اچھی رہی۔ آپ نے ایسی باتیں کیں کیوں؟"

حمید: "اچھا!! اب نہیں کروں گا، کان پکڑتا ہوں"۔

شہناز: (ہنس کر) "اچھا، یہ دیکھئے امی جان نے آپا کو یہ پیار رینگ انعام دیا ہے سچ کہئے کیسی لگ رہی ہیں آپا؟"

سلیم: "تمہاری آپا تو ایسے ہی خوبصورت ہیں۔ زیور کی ضرورت ہے انہیں"

حمید: "ٹھیک کہا تم نے"

آئینہ: "آپ بھی مجھے بنانے لگے حمید بھائی"۔

حمید: "سچی باتیں کہہ رہا ہوں۔ میں کسی کی خوشامد تو کرتا نہیں"

آئینہ: "بہت اچھا! میں جاتی ہوں خالہ جان کے پاس"۔

سلیم: "جائیے، وہاں آپ کی تعریف اس سے بھی زیادہ ہوگی"۔

آئینہ کڑی نگاہ سے دیکھتی ہوئی جانے لگی لیکن سلیم نے جلدی سے اسے پکڑ کر پلنگ پر بٹھا دیا "چپ چاپ یہاں بیٹھی رہو"۔

شہناز اور حمید ہنسنے لگے۔

آئینہ: "بہت اچھا لگ رہا ہے، مجھے بنانے میں مزا آتا ہے؟"

وہ واقعی بہت شرمندہ ہو رہی تھیں اس وقت ـــ اور حمید کی باتوں پر دل میں ایک گدگدی بھی ہو رہی تھی۔

(۸)

سعیدہ اور آئینہ شام کی چائے پی رہی تھیں کہ حمید آ گیا۔

آئینہ: "خوب وقت پر آئے حمید بھائی آیئے چائے پی لیجئے!"

سعیدہ: "سلیم بھائی کہاں ہیں؟"

حمید: "معلوم نہیں۔ میں تو باہر سے آ رہا ہوں۔"

آئینہ: "حمید بھائی اب آپ شادی کر لیجئے۔ کتنا اچھا ہوتا اس وقت اگر ہماری بھابھی بھی آپ کے ساتھ آتیں!"

حمید: "پہلے آپ سلیم کا معاملہ تو صاف کریں۔"

آئینہ: (جھینپ کر) "میری باتوں کا جواب دیجئے!"

حمید: (سعیدہ کو اچٹتی نگاہ سے دیکھتے ہوئے) "میں تو کرنے کو تیار ہوں مگر کوئی مجھ سے شادی کرنے کے لئے راضی بھی تو ہو۔"

سعیدہ نے نظر اٹھا کر حمید کو دیکھا پھر نگاہیں جھکالیں۔

آئینہ: "کون ہے وہ بتائیے۔ میں بھی تو سنوں۔ میرے بھائی کو کیسے پسند نہیں کرتی وہ؟"

حمید: (ہنس کر) تو کیا تم زبردستی کروگی؟"

آئینہ: "میں ابھی آتی ہوں" کہہ کر وہ باہر چلی گئی۔

حمید: "آپ بالکل خاموش کیوں ہیں؟ کچھ باتیں کیجئے!"

سعیدہ: "کیا باتیں کروں؟"

"کیا میں اس قابل بھی نہیں کہ آپ مجھ سے کچھ باتیں کریں۔ سلیم سے تو خوب باتیں کرتی ہیں آپ"

"سلیم بھائی خود ہی باتیں کرتے ہیں۔ میں کیسے نہ کروں، اور آپ مجھ سے بات ہی نہیں کرتے"

"یہ بات نہیں ہے سعیدہ بیگم! بلکہ ڈرتا ہوں کہ کہیں تمہارے خلاف مزاج نہ ہو۔"

"کیا میں اتنی بدمزاج ہوں!"

اتنے میں سلیم اور آئینہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے اور ایک طرف بیٹھ گئے۔

حمید: "بھئی تم سے برداشت نہ ہو سکا، آخر چلے ہی آئے۔ معلوم ہوتا ہے

کہ تمہیں وہی آتی ہے "

سلیم (ہنستے ہوئے) "کیوں بھئی، اگر میرا آنا ناگوار ہو تو میں چلا جاؤں "

حمیدہ: "تمہارا آنا اور کسی کو ناگوار گزرے تو گزرے، مگر سعیدہ تو تمہیں یاد کر رہی تھیں "

سلیم: "کہیے بندہ حاضر ہے :"

سعیدہ: "یہ تو ایسے ہی اڑاتے ہیں۔ ہم دونوں ہی آپ کو یاد کر رہے تھے"

سلیم: "ہم دونوں کون ؟"

سعیدہ: "میں اور آئینہ "

آئینہ (سعیدہ کے چٹکی لے کر) "شریر، میں کب یاد کر رہی تھی :"

سلیم (آئینہ کو دیکھ کر) "شکریہ !"

سعیدہ: "دیکھیے سلیم بھائی (اپنا بازو دکھا کر) اس شریر نے کیسی چٹکی لی ہے"

حمید: "کاش کہ میں بھی ڈاکٹر ہوتا !"

آئینہ: "یہ کیوں ؟"

حمید: "تم دیکھتی نہیں کہ سب انہیں کا دم بھرتے ہیں۔ یہ بھی بڑے حضرت ہیں۔ ہسپتال میں دیکھو تو نرسیں آگے پیچھے دوڑ رہی ہیں۔ یہ نرسنگ ہوم پہنچتے ہیں کہ سب میں جان آگئی۔ ہاں، سنو آئینہ! ایک لیڈی ڈاکٹر آئی ہے، بس تم سے اور کیا کہوں تم خود سمجھ لو "

سلیم: حمید، کیوں میری طرف سے سب کو بدگمان کرتے ہو۔ میں تو ایسے ہی ناخواندہ مہمان بنا ہوا ہوں ؟"

سعیدہ: "ہائے اللہ! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ یہ خیال کیوں کر آیا آپ کو؟"

سلیم: "(آئینہ کی طرف اشارہ کرکے) دیکھئے نا، اتنی دیر سے آیا ہوں میزبان نے چھوٹے منہ چائے کو بھی نہ پوچھا۔ حالانکہ میں چیمبر سے سیدھا ادھر ہی آ رہا ہوں۔"

سعیدہ: "میں ابھی لاتی ہوں۔"

مگر سعیدہ اٹھنے بھی نہ پائی تھی کہ بیرا چائے کا ٹرے لے کر آ گیا۔ سعیدہ نے چائے بنا کر سلیم کو دی اور سموسے کی پلیٹ بڑھا کر کہا۔ "لیجئے آئینہ نے بنائے ہیں۔"

سلیم نے شکریہ کہہ کر لینے سے انکار کیا، صرف چائے کی پیالی اٹھالی۔

سعیدہ: "کیوں، آپ تو کہہ رہے تھے کہ چیمبر سے سیدھے آ رہے ہیں۔"

آئینہ: "رہنے دو سعیدہ، وہاں کسی نے کھلا دیا ہوگا۔"

یہ سن کر حمید نے ایک قہقہہ لگایا۔

سلیم: "آپ کو یہ سن کر خوشی ہو تو میں فاقہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

سعیدہ: (آئینہ کو پلیٹ دیتے ہوئے) "اٹھو تم دو۔"

آئینہ: "لیتے کیوں نہیں؟"

سلیم: "شکریہ!"

حمید اٹھتے ہوئے: "سلیم میں جا رہا ہوں، سات بجے مسٹر کریم سے ملاقات کرنا ہے۔"

سعیدہ: "آئینہ، میں بھی جاتی ہوں۔ ابا جان کی طبیعت خراب ہے۔ حمید صاحب کیا آپ تکلیف کر کے مجھے پہنچا دیں گے۔"

حمید: "اس میں تکلیف کی کیا بات ہے ۔۔۔ آئیے!"

ان کے جانے کے بعد آئینہ نے ایک سموسہ اٹھا کر سلیم کو دینا چاہا سلیم نے ہاتھ میں لینے کے بجائے مُنہ اوپر اٹھا دیا اور آئینہ نے اِدھر اُدھر دیکھ کر سموسہ سلیم کے مُنہ میں دے دیا۔

سلیم: (آئینہ کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے) "مجھ سے ناراض ہو آئینہ؟ جب سے آیا ہوں تم کو چپ پا رہا ہوں۔"

آئینہ: "مجھے آپ سے ناراض ہونے کا کیا حق ہے؟"

سلیم: "ضرور ہے، کیونکہ اب تو تم میری زندگی ہو!"

آئینہ: "نہیں بابا، آپ کی ڈاکٹرنی اور نرسیں مجھے کوسیں گی۔"

سلیم: (ہنس کر) "تم بھی اس شیطان کی باتوں میں آگئیں ۔۔۔ وہ لیڈی ڈاکٹر جانتی ہو اس کی عمر کتنی ہے؛ چالیس سے اوپر اوپر۔"

آئینہ: "اس سے کیا ہوتا ہے اور دیکھئے میرے بھائی کو شیطان نہ کہیے گا۔"

سلیم: "بھائی کو بُرا کہنا بہن کو بہت بُرا لگتا ہے، مگر بھائی صاحب مجھ سے
ایسی دشمنی کرجاتے ہیں کہ میری زندگی مجھ سے روٹھ جاتی ہے۔"

آئینہ: "چپ رہو، ناناجان آرہے ہیں۔"

نواب صاحب: "تم کب آئے سلیم؟"

"بہت دیر سے آیا ہوں ناناجان۔ آپ تھے ہی نہیں۔ اب جارہا تھا میں۔"

نواب صاحب: "ارے بھئی سنو، اگلے بدھ کو آئینہ کی سالگرہ ہے، آج
ہے ہفتہ۔ دو سال تو اکیلے اکیلے منائی۔ اب تم سب ہو، اس سال
ذرا اچھی طرح سالگرہ منائی جائے۔"

سلیم: "جیسا آپ حکم دیں گے انشاءاللہ ویسا بندوبست ہوجائے گا۔"

آئینہ: "نہیں ناناجان اتنے ہنگاموں کی کوئی ضرورت نہیں۔ پچھلے دو سال
جیسا ہوا اس سال بھی ویسا ہی کردیجئے۔"

سلیم: "کیوں، پیسہ بچانا چاہتی ہیں؟"

نواب صاحب: "ارے بھئی تمہاری خالہ ہیں، سعیدہ ہے۔ سب مل کر کچھ
خوشی منائیں گے۔" (ریولنسے سے) کچھ لکھنے کا سامان لے آؤ۔ سلیم!
تمہیں فرصت ہے، ذرا فہرست تو بناڈالو۔"

سلیم نے آئینہ کو لے کر سب مہمانوں کی فہرست بنائی، پھر کھانے کا
مینو تیار کیا اور نواب صاحب کے سامنے پیش کردیا۔

نواب صاحب: "ٹھیک ہے۔ اس روز آئینہ کے استادوں کو بھی بلاؤں گا

تم نے آئینہ کا گانا نہیں سُنا۔" (پھر آئینہ سے کہا" ذرا سلیم کو کوئی گانا تو سناؤ۔"

آئینہ: "نہیں نانا جان! یہ بھی کوئی گانے کا وقت ہے۔"

نواب صاحب: "سلیم تم کہو تو یہ گائے گی۔ مجھ بوڑھے کو بد ذوق سمجھتی ہے۔"

آئینہ: "میں کسی کو بھی نہیں سناتی۔"

نواب صاحب (ہنستے ہوئے) "کوئی سننے والا آتو جائے پھر دیکھوں گا۔"

آئینہ: "نانا جان! آپ بہت ستاتے ہیں۔"

نواب صاحب: "اچھا لو، میں جاتا ہوں۔ مجھے سیکریٹری صاحب سے

کچھ کام بھی ہے۔" اور یہ کہہ کر وہ اٹھ کر چلے گئے۔

سلیم آئینہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے۔ "چلو۔"

(ہاتھ چھڑا کر) "یہ کیا حرکت ہے۔ کوئی آجائے تو!"

"تو پھر سیدھی طرح چلو۔"

دونوں آئینہ کے کمرے میں آگئے، اور سلیم نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سچ، آئینہ! تم نے آج تک مجھے گانا نہیں سنایا۔ آج سنادو۔"

"مجھے آتا ہی نہیں تو سناؤں کیا!"

"جھوٹ بول رہی ہو۔"

"اچھا، سال گرہ کے دن سناؤں گی۔"

"وہ تو سب کو سناؤ گی، میں بھی سن لوں گا۔ میں اکیلے بیٹھ کر تمہارا گانا سُننا چاہتا ہوں۔"

"یہ تو بڑی مشکل ہوئی، کیا سناؤں؟"

"جو بھی تم سناؤ گی میں سنوں گا۔"

آئینہ نے غالب کی ایک غزل شروع کی:

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

آئینہ نے غزل ختم کی اور مُسکرا کر کہا۔ "پسند آیا؟"

"بہت — گانا بھی پسند آیا اور گانے والی بھی!"

آئینہ نے ہاتھ بڑھا کر کہا "میرا انعام؟"

سلیم چپ آئینہ کو دیکھتا رہا۔

"آپ چپ کیوں ہو گئے؟"

"آئینہ میرے پاس کیا ہے جو تمہیں انعام میں دوں۔ دل تو پہلے ہی دے چکا، جان حاضر ہے!"

"آپ سے باتوں میں کون جیت سکتا ہے؟"

"آئینہ، تم اب بھی آپ جناب کرتی ہو۔ کم از کم اکیلے میں تو نہ کہا کرو!"

"تو پھر کیا کہوں؟"

"کیوں، میں جو تمہیں تم کہتا ہوں۔"

"ہائے اللہ! اور اگر کسی کے سامنے کہہ بیٹھی تو کیا ہوگا!"

"تو پھر میں تمہیں سزا دوں گا۔" اور اس نے آئینہ کے ہاتھ کو اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔

"اچھا، اب میں چلا۔ بہت دیر ہو گئی مجھے۔"

"کیوں کھانا نہیں کھائیں گے!"

(اُٹھتے ہوئے) "نہیں آئینہ۔ امی انتظار کر رہی ہوں گی۔ آج شام چار بجے سے نکلا ہوں۔ اب تک گھر نہیں گیا۔ امی کو جانتی ہو کہ وہ گھبراتی بہت ہیں۔"

"یہ آپ کی بہت خراب عادت ہے۔ کم سے کم فون تو کر دیا ہوتا۔"

"ہاں، یہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ کیا کروں۔ تمہیں دیکھ کر سب کچھ بھول جاتا ہوں۔"

"یہ بدنامی بھی میرے ہی سر ہے۔"

سلیم نے آئینہ کے رخسار پر انگلی رکھ کر "تم چیز ہی ایسی ہو جو دیکھنے والا بے دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اچھا خدا حافظ!"

(۹)

آئینہ سو کر اٹھی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی — اور بجنے پر آئی تو بجتی ہی رہی۔ اس نے بڑھ کر رسیور اٹھایا تو آواز آئی،

"میں سلیم بول رہا ہوں - آج کا دن مبارک ہو۔"

آئینہ نے ہنس کر کہا - "صرف مبارک باد سے کام نہ چلے گا۔ آپ ہاسپٹل سے سیدھے یہاں چلے آئیں۔"

"بہت بہتر حضور۔ بندہ حاضر ہو جائے گا۔ اس وقت تک کے لئے خدا حافظ۔"

سلیم نے ہنستے ہوئے فون بند کر دیا۔

کچھ دیر بعد پھر فون کی گھنٹی بجی - آئینہ وہیں بیٹھی تھی - اس نے رسیور اٹھایا:

"شہناز بول رہی ہوں۔ سالگرہ مبارک ہو آپا!"

"جی شکریہ! مگر جلدی سے چلی آئیے۔ آٹھ بج رہے ہیں، اور بیگم صاحبہ کو اب یاد آئی ہوں میں!"

"میں کیا کروں۔ بھیّا جب فون چھوڑیں تو میں فون کروں۔"

"جھوٹی کہیں کی! انہوں نے تو ابھی فون کیا تھا۔ اپنے بھیّا سے کہو کہ تمہیں یہاں چھوڑ جائیں۔"

"میرے بھیّا آپ کے کچھ نہیں ہیں؟"

"بدتمیز جلد آؤ۔ پھر میں تمہیں دیکھتی ہوں۔"

شہناز نے ایک قہقہہ لگا کر فون رکھ دیا۔

نو بجے سلیم آئینہ کے یہاں شہناز کو اتار گیا۔ اسی عرصہ میں سعیدہ بھی آگئی اور تینوں مل کر کاموں میں لگ گئیں۔ گیارہ بجے حمید بھی آگیا۔

"آپ نے بڑی دیر لگادی بھیّا!"

حمید چاروں طرف دیکھتے ہوئے "اچھا ہی ہوا، ورنہ تم سب کام مجھ پر چھوڑ دیتیں۔ لڑکیوں کو کام کرنا چاہئے۔"

آئینہ: "آپ کیا بوڑھے ہیں جو کام سے گھبراتے ہیں؟"

حمید: "ارے بھئی تم سب سے تو بڑا ہوں۔ ابھی تو اصل کام ہی پڑا ہے۔ کھانے کا بندوبست کرنا ہے۔ وہاں اگر کچھ گول مال ہوا تو سلیم میرا سر مونڈ دے گا!"

سعیدہ : (ہنس کر) "یہ کام بھی ان کو آتا ہے !"

حمید : "آپ کو نہیں معلوم، اس کے پاس ایک لمبی سی قینچی ہے !"
پھر شہناز کو دیکھ کر "ارے بابا بھائی بہن بھی تو یہاں
موجود ہے !"

شہناز : "کیا میں آپ کی بہن نہیں ہوں ؟"

حمید : "ہاں ہو تو ضرور، مگر سلیم کو تم زیادہ چاہتی ہو !"

شہناز : "دیکھئے حمید بھائی آپ نے اگر پھر ایسی باتیں
کیں تو میں کبھی بھی آپ سے نہیں بولوں گی !"

حمید : "میں سچی باتیں کرتا ہوں۔ تمہارا کیا قصور، آئینہ
کو دیکھو اور بھی بہت لوگ ہیں جو سلیم ہی کا دم
بھرتے ہیں !"

آئینہ : "آپ مجھے کیوں گھسیٹ رہے ہیں !"

حمید : (منہ بنا کر) کیسے نہ کہوں۔ تم تو سب سے زیادہ ہی
سلیم کو چاہتی ہو !"

اس پر ایک فرمائشی قہقہہ پڑا۔

آئینہ : (جھینپ کر) تو، حمید بھائی۔ آپ سے یہ امید نہ تھی کہ آپ
بھی مجھے بنائیں گے !"

شہناز: "حمید بھائی کاش کہ ایسا ہوتا! ہماری آئینہ آپا ہماری بھابھی ہوتیں۔"

سعیدہ: "دعا کرتی رہو۔ کبھی نہ کبھی یہ دعا پوری ضرور ہوگی۔"

اتنے میں نواب صاحب کی آواز آئی "ارے بھئی تم سب باتیں ہی کرتے رہو گے۔ سب کام پڑا ہے۔"

حمید (کھڑے ہو کر) "نانا جان آپ پریشان نہ ہوں۔ چار بجے منشی جا کر سب ... لے آئے گا۔ آرڈر تو میں نے کل ہی دے دیا تھا اور گھر کو تو ان لڑکیوں نے پرستان بنا دیا ہے۔ صرف ایک چیز کی کمی ہے!"

نواب صاحب: "وہ کیا؟"

حمید (لڑکیوں کی طرف دیکھ کر) "پریوں کی کمی ہے۔"

نواب صاحب: (ہنس کر) کیا ہماری لڑکیاں پریوں سے کم ہیں!"

حمید: "میں آپ کے بعد کچھ سنو تو جائیں تو نہیں کہہ سکتا، ورنہ اس وقت تو بھتنیاں لگ رہی ہیں۔"

آئینہ (ہنس کر) "آپ بہت چالاک ہیں حمید بھائی۔"

حمید: "لو اس میں چالاکی کی کیا بات ہوئی۔"

نواب صاحب: "سلیم کب آئے گا؟"

حمید (کنکھیوں سے لڑکیوں کو دیکھ کر) "کیا معلوم نانا جان، اگر کسی نے پکڑ نہ لیا تو ایک بجے تک آجائے گا۔"

نواب صاحب: "کیا مطلب، کون پکڑ لے گا؟"

حمید: "کیا کہوں نانا جان، کوئی نیا مریض آگرا گیا اور سلیم نظر پڑ گیا تو پھر سلیم کو جان چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔"

یہ سُن کر تینوں لڑکیاں ہنسنے لگیں۔

نواب صاحب (ہنستے ہوئے) "تم میرے سلیم کو بہت ستاتے ہو!"

حمید: "یہ لیجئے، میں نہ کہتا تھا کہ آپ بھی سلیم کی طرف داری کرنے لگیں گے۔"

اس کے فوراً بعد ہی کار کا ہارن بجا اور سلیم کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

سلیم کو دیکھ کر نواب صاحب نے کہا "سلیم! تمہارا ہی ذکر ہو رہا تھا، بڑی عمر ہے تمہاری۔"

حمید: "آج بڑی جلدی فرصت مل گئی کیا کوئی نیا مریض نہیں آیا؟"

سلیم: "آج آپریشن نہیں تھا، نئے مریض سے کیا مطلب۔ مریض تو ہر وقت ہی آتے رہتے ہیں۔"

سعیدہ: "حمید صاحب کہہ رہے تھے کہ کوئی نیا مریض آتا ہے تو آپ کا پیچھا چھڑانا مشکل ہوتا ہے۔ مرد تو خیر، اور اگر عورت ہوئی تو پھر آپ کا خدا ہی حافظ ہے!"

سلیم: "کیوں حمید!"

حمید: (منہ بنا کر) "تمہاری صورت ہی ایسی ہے۔ بس کبھی نرسنگ ہوم گیا

تو نرسیں منہ پھیر کر چلی جاتی ہیں ـــ برخلاف اس کے ضرورت ہو یا نہ ہو مگر بار بار آئنس کا چکر لگاتی ہیں ـــ سر یہ ہوا سر وہ ہوا، اور حضرت ہنس کر جواب دیتے رہتے ہیں۔"

سلیم (ہنس کر) "یہ تو تم بالکل جھوٹ بک رہے ہو۔"

نواب صاحب (سلیم کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) "خدا تم دونوں کی عمر دراز کرے۔"

شہناز کھانے کے بعد سلیم اور حمید کے ساتھ گھر چلی گئی۔ سعیدہ اور آئینہ بھی کچھ دیر آرام کرنے لیٹ گئیں۔ پانچ بجے دونوں تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں آ بیٹھیں۔ آئینہ ہلکی گلابی ساری میں ملبوس تھی جس میں زری کا کام بنا ہوا تھا۔ ہاتھوں میں یاقوت کی چوڑیاں، کانوں میں یاقوت کی بڑی سی یاررنگ اور گلے میں ہلکا سا یاقوت کا نکلس پہنے ہوئے تھی۔ آج وہ بڑی خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کے گلابی گلابی رخساروں پر یاررنگ کا عکس پڑ رہا تھا۔

سعیدہ بھی بادامی رنگ کی شیفون کی ساری باندھے ہوئے تھی اور سونے کا زیور پہنے تھی۔ نواب صاحب بھی تیار ہو کر سامنے آئے تو آئینہ نے جھک کر سلام کیا۔ نواب صاحب نے دعائیں دیتے ہوئے اس کو اپنے پاس بٹھا لیا کہ باہر ایک کار آ کر رکی اور سلیم کی والدہ، شہناز، حمید اور

آئے۔ آئینہ نے سلیم کی والدہ کو سلام کیا۔ انہوں نے دعا دے کر پیشانی چوم لی۔

نواب صاحب: "آؤ بیٹی، ادھر آرام سے بیٹھو۔"

سلیم کی والدہ نے آئینہ کے ہاتھوں میں ہیرے کے جڑاؤ کنگن نکال کر پہنائے اور آئینہ نے پھر جھک کر سلام کیا۔

نواب صاحب: "بیٹی، اتنی قیمتی چیز کی کیا ضرورت تھی؟"

سلیم کی والدہ: آپا! یہ میں نے خریدے تو نہیں ہیں۔ میرے ہاتھ کا کنگن ہیں جو بالکل نئے رکھے ہوئے تھے۔ بڑی آرزوؤں سے میں نے آئینہ کو پہنائے ہیں۔ آپ میری آرزوؤں کا خیال کیجئے گا۔"

نواب صاحب (ٹھنڈی آہ بھر کر) دعا کرتا ہوں بیٹی کہ تمہاری آرزو پوری ہو ___ سلیم نہیں آئے اب تک؟"

حمید: "ابھی آجائیں گے ذرا کام سے باہر گئے ہیں۔" اور ایک بکس کھول کر آئینہ سے کہا۔ "اسے دیکھو!"

آئینہ نے ہاتھ میں لے کر دیکھا تو چاندی کا بنا ہوا ایک تاج محل تھا۔

پھر دوسرا بکس شہناز نے دیا۔ اس میں سے چاندی کا فوٹو اسٹینڈ نکلا۔

آئینہ: "بہت بہت شکریہ۔ حمید بھائی اور شہناز پیاری!"

مہمان جب آنے لگے تو سلیم کی والدہ دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔

سعیدہ: "سلیم بھائی اب تک کیوں نہیں آئے؟"

اتنے میں سلیم پھولوں کا ہار لئے ہوئے داخل ہوا اور آئینہ کے ہاتھوں میں دے کر کہا۔" سال گرہ کی خوشیاں مبارک ۔!"

آئینہ: (مسکراکر) "شکریہ!"

نواب صاحب: "آؤ سلیم، تم کہاں رہے اتنی دیر؟"

حمید زور سے ہنس دیا۔

نواب صاحب: "بیٹا، یہ تمہیں بہت ستاتا ہے۔"

چھ بجے سب مہمان آگئے، جنہیں کھانے کے کمرے میں بلایا گیا۔ آئینہ نے کیک کاٹا، اور سب اپنی پسند کی چیزیں لے کر کھانے لگے۔ کھانے کے بعد گانے کی مجلس جمی۔ کئی لڑکیوں نے گایا۔ پھر سعیدہ کی باری آئی سعیدہ نے ایک غزل سنائی ۔ حمید ٹکٹکی باندھے سعیدہ کو تک رہا تھا ۔ سعیدہ کے بعد آئینہ کی باری آئی اور وہ اٹھ کر استادوں کے پاس آبیٹھی۔ پہلے اس نے ایک ٹھمری اور پھر غزل گائی۔ سب خاموشی سے سن رہے تھے، مگر سلیم کی نگاہیں آئینہ کی بلائیں لے رہی تھیں، آئینہ نے گاتے گاتے نظر جو اٹھائی تو سلیم کو اپنی طرف مسحور نگاہوں سے دیکھتے پایا۔

آئینہ کے گانے کے بعد نواب صاحب نے سلیم سے کہا: "میں نے سنا ہے کہ ستار تم بہت اچھا بجاتے ہو؟"

"نہیں نانا جان ۔ یہ آپ سے کس نے کہہ دیا؟"

آئینہ اور سعیدہ ایک ساتھ بول اٹھیں "آ جائیے اب زیادہ خوشامد نہ کروائیے !"

سلیم نے حمید کو بھی اشارہ کیا، اور دونوں اٹھ کر گانے کی جگہ پر آ بیٹھے۔

آئینہ : شہناز، حمید بھائی بھی گانا جانتے ہیں ! میں نے کبھی نہیں سُنا :

شہناز : "گانا تو جانتے ہیں مگر ابھی سلیم بھائی کے ساتھ طبلہ بجائیں گے"۔

سعیدہ : "سب گُن کے پورے معلوم ہوتے ہیں۔ ڈگڈگی بجانا بھی جانتے ہیں ؟"

شہناز : "آپ اگر ناچیں تو وہ ڈگڈگی بجا دیں گے !"

سعیدہ : (شہناز کی پیٹھ پر ایک گھونسہ مار کر) " اچھا ری چھوکری ، تیرے منہ میں بھی زبان ہے۔ یہ مجھے معلوم نہ تھا "۔

شہناز : "سچ سعیدہ باجی ۔ اگر آپ دونوں میری بھابیاں بن جائیں تو کیا اچھا ہو ؟"

سعیدہ : "کیوں ! کیا دنیا میں اور لڑکے نہیں ہیں جو ہم دونوں تیرے بھائیوں سے شادی کر لیں "۔

شہناز : "ہیں کیوں نہیں ۔ مگر میرے بھائیوں کی طرح کے لڑکے آپ کو چراغ لے کر ڈھونڈھنے سے بھی نہ ملیں گے "۔

سعیدہ : "کوئی اپنی چیز کو خراب نہیں کہتا "۔

شہناز : "میں جھوٹ نہیں کہتی۔ آئینہ آپا سے پوچھ لیجئے ۔

سعیدہ: "اس سے کیا پوچھوں۔ یہ تو تیری ہی جیسی ہے۔"

یہ دونوں آہستہ آہستہ باتیں کر رہی تھیں اور ادھر ستار پر سلیم گت بجا رہا تھا اور حمید طبلہ پر تھاپ دے رہا تھا۔ ستار ختم ہونے پر سلیم سے نواب صاحب نے گانے کی فرمائش کی اور سلیم نے طلعت محمود کا گایا ہوا راگ شروع کر دیا۔

"میرا پیار مجھے لوٹا دو"

اس نے بڑے درد کے ساتھ گایا۔ ایک گہرا سکوت چھایا ہوا تھا۔ اور نواب صاحب کی تو عجب حالت تھی۔ وہ جھوم رہے تھے۔ سلیم گانا ختم کر کے اٹھا تو نواب صاحب نے دونوں کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ "آج تم دونوں نے میرا دل خوش کر دیا۔ تم ڈاکٹری کے ساتھ ساتھ موسیقی میں بھی اتنے ماہر ہو!"

حمید: "نانا جان! سلیم کو بچپن سے گانے کا شوق ہے، وہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ گانے کی مشق بھی کرتا رہا ہے۔"

آئینہ: "حمید بھائی، نانا جان بھی گانے کے بہت شوقین ہیں۔"

سلیم و حمید: "تب تو نانا جان بھی گاتے ہوں گے۔ سنائیے نانا جان کوئی پرانی چیز۔"

نواب صاحب: "نہیں بھائی، اب تو سب کچھ چھوڑ دیا، دل ہی مردہ ہو گیا ہے۔"

دس بج رہے تھے، مہمان جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے سب کے جانے

کے بعد بیرے نے پوچھا "کھانا لگایا جائے یا ابھی نہیں ؟"

نواب صاحب نے کہا "ہاں لگاؤ" پھر آئینہ سے کہا "خالہ جان سے پوچھو کہ کھانا یہاں کھائیں گی یا ان کے کمرے میں بھیج دیا جائے ؟"

آئینہ اور شہناز نے آکر کہا "خالہ جان نہیں کھائیں گی۔ وہ سونے کے لئے لیٹ چکی ہیں"۔

سبھوں نے تھوڑا بہت کھایا۔ کیونکہ سب ہی کا پیٹ بھرا ہوا تھا۔

نواب صاحب نے اپنے کمرے میں جاتے ہوئے آئینہ اور سعیدہ سے کہا:

"تم دونوں جاکر حمید اور سلیم کے کمرے دیکھ لینا۔ وہاں سب ٹھیک ہے یا نہیں، نوکروں کا کیا اعتبار"۔

سلیم کپڑے بدلنے چلا گیا۔ اور سعیدہ نے کہا:

آئینہ۔ ذرا دیکھنا سلیم بھائی کو کچھ ضرورت تو نہیں ہے؟"

آئینہ نے گھور کر سعیدہ کو دیکھا اور سعیدہ ایک زیر لب تبسم کے ساتھ بولی "ارے اُٹھتی کیوں نہیں۔ نانا جان نے تم سے کیا کہا ہے ؟"

مجبوراً آئینہ اٹھ کر سلیم کے کمرے میں آئی۔ سلیم کھڑکی کے پاس کھڑا سگریٹ پی رہا تھا۔ آہٹ پاکر اس نے گھوم کر دیکھا اور آئینہ نے کہا۔

"چپ چاپ کھڑے ہیں۔ کیا ضرورت ہے کسی چیز کی ؟"

سلیم آئینہ کو دیکھتا رہا ــــ اور آئینہ نے اپنے ہاتھوں کو سلیم کے سامنے

کرتے ہوئے کہا، "دیکھئے خالہ جان نے مجھے کتنا خوبصورت کنگن پہنایا ہے!"

"تم خود بھی تو خوبصورت ہو۔" پھر اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر۔ "یہ کنگن خوبصورت ہیں یا تمہارے ہاتھ! اچھا آئینہ تم نے پوچھا نہیں کہ میں نے تمہیں صرف پھول کیوں دیئے؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ پھول تو بڑی اچھی چیز ہیں۔"

سلیم نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک بکس نکالا۔ اس میں سے ایک خوبصورت چین برآمد ہوئی جس میں ہیرے جڑے ہوئے اور دل کی ہم شکل لاکٹ لگی ہوئی تھی ۔۔ اس نے لاکٹ کو کھولا تو اندر چھوٹی سی سلیم کی تصویر لگی ہوئی تھی سلیم نے آئینہ کے گلے میں ہار پہنا دیا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا ۔ "پسند ہے؟"

آئینہ نے نظریں سلیم کی طرف اٹھا کر جھکا لیں ۔ سلیم نے اس کی تھوڑی میں ہاتھ دے کر اوپر اٹھایا اور جھک کر اس کے گلابی ہونٹوں کو چوم لیا اور آئینہ نے سلیم کے سینے میں منہ چھپا لیا۔

"آئینہ! ناراض نہ ہونا، آج میں بھی تمہارے ساتھ بہت خوش ہوں۔ آج کا دن میری زندگی میں شاید پہلی مرتبہ آیا ہے، جو میں اتنا خوش ہوں۔ ناراض تو نہیں ہوئیں آئینہ؟"

"ناراض ہونے کی بات تو آپ نے ضرور کی ہے۔ تاہم معاف کرتی ہوں۔"

مگر یہ ہار پہن کر سب کے سامنے کیسے جاؤں، سعیدہ تو مجھے جینے نہ دے گی۔
آپ نے چپکے سے تو پہنا دیا ؛"

سلیم آئینہ کو دونوں بازوؤں میں لیتے ہوئے بولا " سعیدہ بڑی اچھی
ہے۔ چلو میں صفائی کرادوں گا۔ تم دو منٹ یہاں بیٹھو۔ میں کپڑے بدل لوں"

پھر سلیم ڈریسنگ روم سے کپڑے بدل کر آئینہ کے ساتھ ڈرائنگ روم
میں آ گیا۔ سعیدہ نے معنی خیز نظروں سے آئینہ اور سلیم کو دیکھا۔

سلیم : " سعیدہ بہن دیکھیئے (آئینہ کے گلے کی طرف اشارہ کر کے) یہ ہار لایا
تھا مگر دینا بھول گیا۔ ابھی کپڑے بدلتے وقت یاد آیا "

سعیدہ نے لاکٹ کھول کر دیکھا اور حمید اور شہناز کو دکھایا۔

شہناز : " سلیم بھیا ! آپ نے بازی جیت لی۔ میں تو دل ہی دل میں شرمندہ
ہو رہی تھی کہ بھائی کو یہ کیا ہو گیا ہے، صرف پھول ہی لے کر آ گئے۔

آئینہ : " یہ تو کوئی بات ہی نہ ہوئی۔ کیا قیمتی چیز ہی تحفہ میں دی جاتی ہے۔
اور پھول تو بڑی اچھی چیز ہوتے ہیں "

سعیدہ : " بہت ٹھیک کہا تم نے، اور پھول پیش کرنے والا بھی ایسا ہو
تو کیا کہنا !"

آئینہ (سعیدہ کی پیٹھ پر گھونسہ مارتے ہوئے) " بڑی سقراط ہیں آپ ۔ "
رات کے بارہ بجے حمید نے کہا " اچھا بھئی۔ میں تو چلا " سلیم بھی اٹھا

اور خدا حافظ کہتے ہوئے دونوں اپنی اپنی آرام گاہ میں چلے گئے۔

آئینہ، سعیدہ اور شہناز تینوں ایک ہی جگہ پاس پاس بچھونے کر کے لیٹ گئیں۔ شہناز تو کچھ دیر بعد ہی سو گئی مگر سعیدہ اور آئینہ کو نیند نہیں آ رہی تھی۔

سعیدہ: "کیوں آئینہ! تمہیں نیند کیوں نہیں آتی؟"

آئینہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور سعیدہ آئینہ کو گدگدانے لگی۔

آئینہ (سعیدہ کا ہاتھ پکڑ کر) "تم بہت ستاتی ہو مجھے؟"

سعیدہ: "تو بتاتی کیوں نہیں۔؟"

آئینہ: "کیا بتاؤں؟"

سعیدہ: "نیند کیوں نہیں آتی۔ گلے میں زنجیر ڈال کر اپنے کو بیچ تو نہیں آئی؟"

آئینہ: "بیچ تو بہت پہلے چکی ہوں۔ اب تو کانٹے گلے میں اٹکے ہوئے ہیں۔"

سعیدہ: "یہ کیوں؟"

آئینہ: "تم جانتی ہو سعیدہ کہ شفیق جلد ہی آ رہے ہیں۔ پھوپھی اماں نے خط لکھا ہے۔ مگر میں اتنی دُور چلی گئی ہوں جہاں سے واپس آنا مشکل ہے۔"

سعیدہ: "ہاں، یہ تو میں بھی سوچتی ہوں۔ مگر تم کوئی بچہ تو ہو نہیں کہ زبردستی تمہاری شادی کر دی جائے گی۔"

آئینہ: "شادی تو اب سلیم کے سوا کسی سے کر ہی نہیں سکتی۔ پھوپھی جان ایک ہی ضدّی ہیں۔ وہ اپنا حق چھوڑنے کے لئے کبھی بھی راضی نہ ہوں گی۔ کیا کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ہم دونوں کی زندگی برباد ہو جائے گی۔ اپنی تو کوئی فکر نہیں مگر سلیم کا کیا ہوگا۔ اس کا اتنا نام اور عزت سب خاک میں مل جائے گی۔ وہ برباد ہو جائے گا سعیدہ"۔

سعیدہ: "تم بڑی کمزور دل کی ہو۔ وقت آنے دو۔ خدا کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہی دے گا۔ خواہ مخواہ پریشان نہ ہو۔ آج کا دن خوشی کا دن ہے۔ سلیم آج بہت خوش ہیں۔ ان کو یہ سب باتیں سنا کر پریشان نہ کرو۔ تم پریشان ہوگی تو وہ بھی پریشان ہوں گے۔ اپنے دل سے یہ سب خیال نکال کر دوسری باتیں کرو"۔

آئینہ نے کچھ جواب نہ دیا، اور کچھ دیر چپ رہ کر سعیدہ نے کہا۔

"اچھا — بتاؤ ہار پہنا کر سلیم نے اور کیا کہا۔؟"

"کہتے کیا، ہار پہنا دیا، کہنا بھول گیا تھا میں"۔

"جھوٹ۔ میرے ساتھ بھی باتیں بنانے لگیں!"

(مسکرا کر) "اگر تم سب جانتی ہو تو پھر تم ہی بتاؤ"۔

"میں اڑتی چڑیا کے پر گنتی ہوں۔ مجھ سے تم کیا چھپاؤ گی!"

"تو پھر تم ہی کہہ دو"۔

"اچھا تم میری آنکھوں کی طرف دیکھو۔"

آئینہ نے نظر اٹھا کر سعیدہ کو دیکھا اور پھر ہنس کر نظریں جھکا لیں۔

(ہنس کر) "میرا عمل بتاتا ہے کہ سلیم نے ہار پہنا کر تمہیں پیار کیا ہوگا۔"

"تم بہت شریر ہو سعیدہ!"

"جو کچھ میرے بارے میں دل چاہے کہہ لو، مگر اس کے ساتھ اقرار بھی تو کر لو۔"

"میں نہیں جانتی۔" اور یہ کہہ کر اس نے کروٹ بدل لی۔

(آئینہ کو پکڑ کر) "ٹھیک ٹھیک کہہ دو ورنہ میں کل سلیم اور حمید کے سامنے تمہیں شرمندہ کروں گی۔"

"ہائے اللہ! تم سے کہا جائے گا؟"

"کیوں، تم پیار کروا سکتی ہو اور میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتی۔"

"ارے، تم تو میرے پیچھے ہی پڑ گئیں۔" اور پھر اس نے سب باتیں سعیدہ سے کہہ دیں۔

"اب آئیں سیدھے راستے پر۔"

"کیا کرتی، تم اگر سلیم اور حمید بھائی کے سامنے کہہ دیتیں تو کیا ہوتا۔ تم سے تو ڈر لگتا ہے۔ تم ہو ایک ہی شریر۔ میرے حمید بھائی کا خدا حافظ!"

"کیوں، تمہارے حمید بھائی کو کیا ہوا؟"

آئینہ: سعیدہ، سنو حمید بھائی تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے سلیم سے کہا ہے کہ مجھ سے کہہ کر تمہیں راضی کرا دیں۔"

"سلیم اپنے بارے میں تو بڑا لمبا ہاتھ مار چکے ہیں۔ اب دوسرے کے لیے کیوں پیر اڑا رہے ہیں۔ کیا حمید صاحب کے منہ میں زبان نہیں ہے؟"

"ارے، اس میں برہمی کی کیا بات ہے، سلیم تو تمہاری بھلائی کے خواہاں ہیں اور تم ان پر بگڑ رہی ہو!"

"رہنے دو سلیم کی طرف داری۔"

"اچھا میں حمید بھائی سے کہہ دوں گی کہ وہ خود حسن کے دربار میں اپنی عرضی پیش کریں"۔

"تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ کتنے دن خاموش رہ سکتے ہیں!"

"تم بڑی ضدی ہو سعیدہ۔"

"تو کیا تمہاری طرح کہ سلیم نے ہاتھ پکڑا اور تم نے ہار مان لی۔"

"نہیں وہ بیچارے تو بہت دنوں کے بعد حرف مدعا زبان پر لائے۔"

"اچھا، سلیم بڑے اچھے ہیں۔ اب سو رہو۔ کیا رت جگا کرنے کا ارادہ ہے۔"

(۱۰)

صبح دروازے پر دستک سُن کر تینوں کی آنکھ کُھلی۔ سعیدہ نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے آیا کھڑی تھی: "آپ لوگ اب تک سو رہی ہیں۔ وہاں چائے پر انتظار ہو رہا ہے۔"

آئینہ نے کہا "آیا تم جا کر کہہ دو ہم سب ابھی آ رہے ہیں۔"

تینوں نے جلدی جلدی منہ ہاتھ دھویا، شب خوابی کے کپڑے بدلے اور کھانے کے کمرے میں آ گئیں۔ نواب صاحب نے کہا "آؤ۔ تم سب اب تک سو رہی تھیں۔"

آئینہ نے جواب دیا "رات نیند بڑی دیر میں آئی نانا جان اس لئے صبح اُٹھنے میں دیر ہو گئی۔"

سلیم: (بے چین ہو کر) "طبیعت تو اچھی ہے نا؟"

آئینہ : "طبیعت تو ٹھیک ہے، باتیں کرتے کرتے رات زیادہ ہو گئی تھی۔"

سب ناشتہ کر کے برآمدے میں آ کر بیٹھے تو آئینہ نے کہا :

آئینہ : "ناناجان، ہم سب ذرا باغ میں گھوم آئیں !"

نواب صاحب : "جاؤ بیٹی سلیم بیاں میری لگائی ہوئی انگور کی بیلیں دیکھنا کتنی بڑی ہو گئی ہیں !"

یہ سب باغ میں پہنچے۔ کچھ دیر پھولوں اور انگوروں کی بیلیں دیکھ کر سب ایک درخت کے سائے میں آ بیٹھے۔ شہناز مالی کے ساتھ پھول توڑ رہی تھی۔

سلیم : (سعیدہ سے) "رات خوب باتیں ہوتی رہیں !"

سعیدہ : "ہاں !"

سلیم : "کیا باتیں ہوتی رہیں۔ ذرا ہم بھی تو سنیں۔"

سعیدہ : "آپ سن کر کیا کریں گے۔ آپ تو صرف چوری کرنا جانتے ہیں۔"

سلیم : (ہنس کر) کیا کروں۔ جب مانگنے سے نہیں ملتی تو چوری کرنا پڑتی ہے۔ کیوں آئینہ !"

آئینہ : "میں نہیں جانتی —"

سلیم (ہنس کر اور آئینہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر) "سچ تم نہیں جانتیں۔"

آئینہ : (ہاتھ چھڑا کر) "ہٹیے، ہر وقت مذاق کرتے ہیں۔"

حمید : ارے بھئی تم دونوں آئینہ کے پیچھے کیوں پڑ گئے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا "

سعیدہ (جل کر) " آپ کی سمجھ تو موٹی ہے "

اس پر ایک قہقہہ پڑ گیا اور آئینہ نے کہا۔ " سچ بھیا، آپ جانتے ہوئے بھی انجان بنتے ہیں "

حمید : " کس بارے میں کہہ رہی ہو آئینہ ! "

آئینہ : " آپ صرف اپنی طرف دیکھتے ہیں۔ کسی دوسرے کا خیال نہیں کرتے "

حمید : " میں تو خیال کرتا ہوں، مگر کوئی میرا ہی خیال نہیں کرتا۔ اپنی اپنی قسمت ہے "

سعیدہ : " قسمت کا بہانہ کرنا کمزوری کی نشانی ہے۔ سلیم بھیا آپ ان کا علاج کیوں نہیں کرتے ! "

سلیم : " ٹھیک کہا تم نے۔ اب تو ان کا علاج کرنا ہی پڑے گا۔ اچھا اب اجازت چاہتا ہوں سعیدہ، پھر کب ملاقات ہوگی ! "

سعیدہ : " جب آپ چاہیں گے۔ ابھی تو فرصت ہی فرصت ہے "

سلیم اور حمید اٹھ کھڑے ہوتے۔

آئینہ : " آپ لوگ دوپہر کو ضرور آجائیے گے ! "

سلیم : " تم حکم دوگی تو ضرور آنا ہوگا۔ مگر میرے آنے میں دیر ہوگی "

آئینہ : " کوئی حرج نہیں آپ دونوں کھانا یہیں کھائیے گا۔ خالہ جان کو بھی

میں روک لوں گی ''

سلیم ، (ہنس کر) "آج کل امی جان اپنے بیٹوں سے زیادہ تمہیں چاہنے لگی ہیں "

آئینہ: "آپ کیوں جلتے ہیں "

ان لوگوں کے جانے کے بعد یہ سب اوپر چلی آئیں اور سلیم کی امی نے کہا - "اب میں جاؤں بیٹی ، سلیم تو چلا گیا "

آئینہ : "تمہیں خالہ جان شام کو جانیے گا ۔"

سعیدہ : سلیم بھائی دوپہر کو کھانا یہیں کھائیں گے "

سلیم کی والدہ : "حمید نے بھی کہا ہے ؟"

سعیدہ : "جی ہاں ، وہ دونوں ہی آئیں گے ؟"

سلیم کی والدہ : "جب تو رُکنا ہی پڑے گا "

سعیدہ نے آئینہ کے کمرے میں آکر آئینہ سے کہا "اب مجھے اجازت دو میں جاؤں !"

آئینہ : (سر ہلا یا) اوں ہوں "

سعیدہ : "یہ کیوں ؟"

آئینہ (مسکرا کر) "حمید بھیا آئیں گے "

سعیدہ : "تمہارے حمید بھائی سے مجھے کیا مطلب ۔ ہزار بار آئیں !"

شہناز :" وہ تو صرف آپ کے لئے آئیں گے "

سعیدہ :" اچھا ری لڑکی ۔ تیرا بندوبست بھی کرنا پڑے گا "

شہناز :" اگر آپ میری بھابھی بن جائیں تو آپ جو سزا دیں گی میں مان لوں گی "

سعیدہ :" آنے دو میرے بھائی کو پھر تجھے بیٹی بنا اپنی بھابھی بناؤں گی "

شہناز : (شرماکر) " بہت اچھا ! مگر پہلے آپ میری بھابھی بننے کے لئے راضی تو ہو جائیے "

آئینہ :" ٹھیک کہا تم نے شہناز ، ہم دونوں زبردستی اسے اپنی بھابھی بنائیں گے ، یہ جائی کہاں ہے !"

سعیدہ :" جی ، جیسی تم سلیم کی دلہن بنی بیٹھی ہو "

شہناز :" سچ سعیدہ باجی ۔ آئینہ آپا ہماری بھابھی بنیں گی !"

سعیدہ :" کیوں نہیں ۔ دعا کرو "

شہناز (آئینہ کو لپٹ کر) " سچ آپا میرے بھیا بہت خوش قسمت ہیں "

آئینہ نے بھی شہناز کو لپٹ کر پیار کر لیا ۔

سعیدہ (ہنس کر) " ٹھیک ہے ، دودھ کا مزا گھول سے مٹاؤ "

آئینہ (سعیدہ کے چٹکی لے کر) " بے غیرت !"

شہناز بھی ہنس کر علیحدہ ہو گئی

تین دن کے بعد سلیم نے فون کیا ۔۔ نواب صاحب نے فون اٹھالیا:

"میں سلیم بول رہا ہوں نانا جان : مبارک ہو۔ آئینہ نے فرسٹ ڈویژن میں بی اے آنرز پاس کیا ہے اور سعیدہ نے سیکنڈ میں"

نواب صاحب : "اللہ کا شکر ہے ۔تمہیں کیسے معلوم ہوا ؟"

سلیم : "کالج کے ایک پروفیسر میرے دوست ہیں ۔ اِن سے کہہ رکھا تھا میں نے ۔انہوں نے ابھی ابھی فون کر کے بتایا ہے"۔

نواب صاحب : " او یہ آئینہ آگئی ۔ اس سے بات کر لو "۔

" ہلو ؟"

سلیم : " آئینہ ! خیر تو مل گئی ہوگی ۔ مٹھائی تیار رکھنا ۔ ہم سب آئیں گے "۔

آئینہ : " واہ ۔ میں نے محنت بھی کی اور مٹھائی بھی کھلاؤں ۔ آپ لوگوں کو مٹھائی کھلانا چاہیئے ۔"

سلیم : " بہت اچھا ۔ اگر تمہارا انصاف یہی ہے تو میں مٹھائی بھی لیتا آؤں گا ۔ سعیدہ سے کہہ دینا ۔"

آئینہ : ابھی فون کرتی ہوں "۔

سلیم نے فون کاٹ دیا تو آئینہ نے سعیدہ کو فون کیا ۔۔ سعیدہ کی امی تھیں ۔

" چچی جان : سعیدہ سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہوگئی ہے "۔

" خدا کا شکر ہے اور تم ؟"

آئینہ :" مجھے معلوم نہیں ۔ میں نانا جان کو بلاتی ہوں "۔

نواب صاحب نے فون میں کہا :" آئینہ فرسٹ آئی ہے "۔

سعیدہ کی والدہ نے خوش ہو کر کہا۔" ہم سب شام کو آئیں گے "۔

شام کو بیرسٹر واجد ان کی بیگم اور سعیدہ سب آئینہ کے یہاں آئیں ۔ آئینہ نے سب کو سلام کیا اور سعیدہ کے گلے لگ گئی ۔

سعیدہ کی امّی :" کیوں ری لڑکی مجھ سے چھپا رہی تھی۔ مٹھائی کھلانے کے ڈر سے ؟"

آئینہ :" مٹھائی تو آپ سب کھلائیں گی چچی جان "۔

بیرسٹر صاحب :" ارے بھئی یہ کیوں ؟"

آئینہ :" ہم لوگوں نے اس قدر محنت بھی کی اور مٹھائی بھی کھلائیں "۔

بیرسٹر صاحب اور نواب صاحب ہنسنے لگے ۔

بیگم واجد :" بڑی چالاک لڑکی ہے ۔ اچھا میں کھانے کی دعوت دیتی ہوں ۔ بہت دنوں سے سلیم کی والدہ کو بلانا چاہتی تھی ۔ اسی بہانے یہ کام بھی پورا ہو جائے گا "۔

سات بجے شام کو سلیم اور حمید آئے ۔ مٹھائی اور پھولوں کا گجرا لئے ہوئے ۔

" (پھول لیتے ہوئے) بہت بہت شکریہ "۔

نواب صاحب: "آخر تم سے مٹھائی وصول کر ہی لی "

آئینہ: (حمید سے) "اچھا بھیا۔ اگر یہ خبر غلط ہو ":

حمید: "خدا نہ کرے۔ پروفیسر نے جب کہا ہے تو غلط کیسے ہو سکتی ہے۔ کل اخبار میں بھی چھپ جائے گا "

آئینہ: "نہیں بابا، آج میں مٹھائی نہیں کھاؤں گی "

حمید: "تم تو بے کار ڈر رہی ہو۔ چلو خالہ جان سے مل آؤ "

آئینہ: "آج نہیں، کل جاؤں گی "

حمید: "اچھا۔ کل ہی جانا !"

(۱۱)

دوسرے روز صبح کا اخبار آیا تو نواب صاحب نے کھول کر دیکھا۔ آئینہ کا نام دیکھ کر اخبار آئینہ کے ہاتھ میں دیا۔ آئینہ اپنا نام دیکھ کر خوشی سے چلا اٹھی اور پھر جھک کر نواب صاحب کے قدم چومنے لگی۔ پھر اس نے سعیدہ کا نام دیکھا۔

"میں ابھی آئی نانا جان۔ ذرا سعیدہ کو فون کر لوں۔"

آئینہ نے فون اٹھایا اور سلیم کا نمبر مانگا

"سلیم بول رہا ہوں۔ تمہیں تو میری بات کا اعتبار نہ تھا۔ اب تو تسکین ہو گئی۔"

(ہنس کر) "ہاں!"

"کل میری باتوں کا اعتبار کیوں نہیں آیا؟"

آئینہ نے ہنستے ہوئے کہا: "آج میں آپ کی باتوں کا برا نہ مانوں گی۔

میں ابھی آ رہی ہوں "۔

"مگر میں تو ہاسپٹل جا رہا ہوں ۔"

"نہیں میں ابھی آئی "۔

پھر فون رکھ کر اس نے سعیدہ کو فون کیا "اخبار تو دیکھ لیا ہوگا ۔ میں شہناز کے یہاں جا رہی ہوں ۔ وہاں تم بھی آ جاؤ ۔ ہاں ، بہت جلد آؤ "۔

اور پھر تیار ہو کر نواب صاحب کے پاس آئی ۔ "نانا جان میں ذرا خالہ جان کو سلام کر آؤں !"

نواب صاحب نے اجازت دے دی اور کہا "منشی کو لیتی جاؤ "۔

آئینہ چلی گئی ، نواب صاحب سوچ میں پڑ گئے اور دل ہی دل میں کہنے لگے ۔ "کاش اس کی شادی سلیم سے ہو جاتی ۔ خداوندا ! تو نے میری سب آرزوئیں پوری کی ہیں ۔ یہ ایک آخری آرزو بھی پوری کر دے ۔ معبود ! آئینہ کی شادی سلیم سے کرا دے ۔ خداوندا تو ہی دینے والا ہے تو میری جھولی بھر دے ۔ آمین !"

آئینہ سلیم کے یہاں پہنچی تو شہناز سیڑھیوں پہ کھڑی تھی ۔ وہ آئینہ کو دیکھ کر دوڑتی آئی اور اس کے گلے میں باہیں ڈال دیں ۔

"خالہ جان کہاں ہیں اور تمہارے بھیا !"

"بھیا تو اپنے کمرے میں ہیں اور امی مالیوں کو لے کر کام کر رہی ہیں "۔

آئینہ اندر جاتے ہوئے "میں ذرا مل آؤں !"

آئینہ سلیم کے کمرے میں آئی تو سلیم ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا کنگھی کر رہا تھا۔ شیشے میں آئینہ کا عکس دیکھ کر وہ گھوم پڑا اور ہنس کر دونوں بازو پھیلا دیئے۔

(مسکرا کر) "آداب عرض کرتی ہوں۔"

سلیم نے جواب دینے کے بجائے اسے اپنے دونوں بازوؤں میں جکڑ لیا۔

آئینہ جلدی سے الگ ہو کر۔ "شہناز باہر کھڑی ہے۔ آپ بھی خالہ جان کے پاس ہو آؤں۔ کوٹ پہنتے ہوئے چلے چلو۔"

سب نیچے آئے۔ سلیم کی امی سبزی توڑ توڑ کر ٹوکری میں جمع کر رہی تھیں۔ آئینہ نے ان کے قدم چومے۔ سلیم کی امی نے اسے گلے سے لگا لیا اور اس کی پیشانی چوم کر کہا۔

"مجھے خبر مل گئی ہے بیٹی۔ شہناز بیٹی میرے بٹوے سے سو روپے کا ایک نوٹ لیتی آؤ۔"

شہناز دوڑ کر گئی اور نوٹ لے آئی۔ سلیم کی والدہ نے نوٹ سلیم کو دیتے ہوئے کہا۔ "ہاسپٹل میں غریب مریضوں کو مٹھائی اور پھل وغیرہ منگوا کر تقسیم کر دینا۔"

سلیم نے نوٹ لے لیا اور کہا "اب میں جاتا ہوں۔"

شہناز۔ "آپا ابھی آپ کو جانے نہ دوں گی۔"

سلیم کی والدہ: "تم نانا جان کو فون کر دو کہ آئینہ ابھی یہاں رہے گی"۔

سلیم دوپہر کو کھانے پر آیا تو آئینہ کو اپنے کمرے میں بیٹھا پایا۔
"اچھا۔ آپ اب تک یہیں فروکش ہیں!"
"دیکھو بھئی، تم ہر وقت مجھے چھیڑا نہ کرو۔ میں خالہ جان سے کہہ دوں گی"۔
"کیا کہہ دو گی؟"
"یہی کہ تم مجھے بہت ستاتے ہو"۔
"ضرور کہہ دینا۔ اور یہ بھی کہنا کہ سلیم مجھے چاہتا ہے"۔
آئینہ نے ہاتھ کی کتاب سلیم کو مارنے کے لئے تانی اور سلیم ہنستا ہوا ڈریسنگ روم میں چلا گیا — آئینہ باہر نکل آئی۔
سلیم غسل کر کے ڈرائنگ روم میں آیا تو سب کو اپنے انتظار میں پایا
کھانے کے دوران سلیم کی والدہ نے کہا۔ "حمید کب آئے گا؟"
سلیم: "کل آجائے گا امی"۔
رات کو کھانے کے بعد شہناز نے کہا: "بھائی جان آپا کو گھر چھوڑ آئیے"۔
سلیم: میں پہنچا آؤں۔ ذرا اپنی آپا سے پوچھو تو، میرے ساتھ جائیں گی؟
آج کل میرے ساتھ جانے میں انہیں ڈر لگتا ہے"۔
شہناز: "کیوں آپا، کیا بھیا ٹھیک کہہ رہے ہیں؟"

آئینہ: "یہ تمہارے بھیا جانیں، بیٹھے بیٹھے باتیں گھڑ لیتے ہیں۔"

شہناز: "جانیے بھیا، رات ہو رہی ہے۔"

آئینہ: "رہنے دو شہناز۔ میں اکیلی ہی چلی جاؤں گی۔"

شہناز: "یہ بھی کوئی بات ہے۔ میں جا رہی ہوں، ڈرائیور کو بلوائے دیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر شہناز چلی گئی۔

آئینہ: "چھیڑنے میں مزا آتا ہے!"

سلیم (آئینہ کے رخسار پر انگلی رکھتے ہوئے) "میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں ہر وقت چھیڑتا رہوں۔"

آئینہ: "یہ کیوں؟"

سلیم: "جب تم غصہ کرتی ہو تو تمہارے رخسار گلابی ہو جاتے ہیں اور میرا دل کچھ اور چاہنے لگتا ہے۔"

آئینہ: "آپ باتیں بناتے رہیے میں چلی۔"

سلیم بھی اس کے پیچھے باہر نکل آیا — اور اپنی ہونے والی شریکِ حیات کے ساتھ چل پڑا۔

آج سعیدہ کے یہاں سب لوگ کھانے پر مدعو تھے۔ سلیم کی امی بھی آئی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر بعد نواب صاحب اور آئینہ بھی آگئے۔

سلیم آئینہ کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ آج وہ سفید ساری اور سفید بلوز اور موتیوں کے زیور میں بڑی خوبصورت لگ رہی تھی۔ سلیم کی نگاہیں اس کی بلائیں لے رہی تھیں۔ آئینہ نے سلیم کی توجہ اپنی طرف مبذول پائی تو وہ بےطرح شرما گئی کیوں کہ اس وقت ہال میں بہت سے مہمان بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اُٹھ کر سعیدہ کی طرف جا کر بیٹھی۔ بیگم واجد اور سلیم کی امی بھی بیگموں میں بیٹھی اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہی تھیں۔

" سعیدہ۔ یہی وہ ڈاکٹر سلیم ہیں جنہوں نے آئینہ کو غنڈوں کے ہاتھوں سے بچایا تھا؛"

سعیدہ؛ غنڈوں کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ جب آئینہ کے گھر میں غنڈوں نے حملہ کیا تو عین وقت پر سلیم اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ وہاں جا پہنچے۔ آئینہ اور ان کے نانا جان زخمی ہو گئے تھے۔ سلیم انہیں اپنے نرسنگ ہوم میں اُٹھا لائے۔"

افروز:" ہاں۔ ان کا بہت نام سُنا تھا۔ اور جوان کے پاس بیٹھے ہیں وہ کون ہیں ۔؛"

سعیدہ؛ ڈاکٹر سلیم کے خالہ زاد بھائی ہیں اور یہ (شہناز کی طرف اشارہ کر کے) سلیم صاحب کی بہن ہیں ۔"

افروز:" جب ہی چہرہ بھائی سے ملتا جلتا ہے۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ آج

مجلس میں آئینہ ہی سب کو شرما دینے کے لئے کافی ہوگی۔ یہ دوسری کہاں سے آگئی؟"

شہناز (شرماکر) "تو آپ سب تسلیم کرتی ہیں کہ میرے بھائی خوبصورت ہیں؟"

افروز: "یہ تو میں نے نہیں کہا۔"

شہناز: "کیوں؟ ابھی تو آپ نے کہا ہے کہ شکل بھائی سے ملتی جلتی ہے اور مجلس درہم برہم کرنے والی ہیں، تب تو میرے بھائی کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کا دل قابو میں نہیں رہا۔"

افروز (جھینپ کر) "بھئی تم تو بڑی شریر معلوم ہوتی ہو مگر میرا دل بہت پہلے ریزہ ریزہ ہو چکا ہے۔ دوسروں کے بارے میں نہیں کہہ سکتی۔"

یہ سُن کر سب ہنسنے لگیں۔

افروز آہستہ آہستہ سعیدہ سے کہنے لگی "سعیدہ یہ چھوکری تو بڑی اچھی ہے۔ اسے تو اپنے بھائی کے لئے پسند کرلے ورنہ یہ خوب صورت چڑیا کہیں اُڑ جائے گی۔"

یہ سُن کر شہناز نے آئینہ کے پیچھے منہ چھپا لیا اور سعیدہ نے کہا "میرے بھیا کو خیر سے آتو لینے دو۔"

افروز سے کہا۔ "اگلے مہینے تو آرہے ہیں دیر کاہے کی ہے۔" پھر اس نے آئینہ سے کہا: "آئینہ! کچھ اپنی سناؤ۔ میں نے تو کچھ اڑتی ہوئی خبر سُنی تھی۔

اور اس کی تصدیق یہاں ہو گئی "۔

"نہ جانے تم نے کیا سنا ہے۔ میں تو جیسی پہلے تھی اب بھی ویسی ہی ہوں"۔

افروز: "آئینہ میں تمہاری پرانی دوست ہوں۔ ہنگاموں نے کچھ دنوں کے لئے
ہم لوگوں کو جدا کر دیا تھا۔ مگر تمہاری ایک ایک خبر جانتی ہوں"۔

آئینہ: "کچھ کہو گی بھی یا یک بک کرتی رہو گی!"

افروز: "ڈاکٹر سلیم تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں (پھر سلیم کو دیکھ کر ہنستے ہوئے)
"اور شاید محبت بھی"۔

سعیدہ: "یہ کیسے جانا تم نے کہ ڈاکٹر سلیم آئینہ سے محبت بھی کرتے ہیں؟"

افروز: "میری بنّو! ذرا نظر اٹھا کر دیکھو تو، جب سے آئی ہوں سلیم صاحب
نے سوائے آئینہ کی طرف دیکھنے کے اور کسی کی طرف نظر نہیں اٹھائی"۔

آئینہ نے اچٹتی نگاہ سے سلیم کو دیکھا۔ سلیم واقعی انہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

افروز: "کیوں بنّو، اب تو یقین آیا میری باتوں کا" شہناز سے "جاؤ اپنے
بھائی کو یہاں بلا لاؤ ذرا مجھ سے بھی تو ملاؤ"۔

شہناز (سعیدہ سے) "حمید بھائی کو ---؟"

سعیدہ: "میں کیا جانوں۔ مجھ سے کیا پوچھ رہی ہو۔؟"

اس پر ایک قہقہہ پڑا اور شہناز مسکراتی ہوئی بھائیوں کو بلانے چلی گئی۔

افروز: (سر ہلا کر) "اچھا، یہ بات ہے ---!"

سعیدہ: پھر کیا ہوا ۔ ؟

افروز: "کچھ نہیں ۔ اب تو دونوں کے لڈو کھانے پڑیں گے "

آئینہ: "افروز تو چلتا پرزہ بن گئی اتنے دنوں میں ۔ سعیدہ تمہیں بھی مات کرنے لگی ۔ شاید راشد بھائی کی محبت نے انہیں ایسا بنا دیا "

افروز: " ذرا شادی تو ہو جانے دو پھر پوچھوں گی تم دونوں سے "

شہناز سلیم اور حمید کو لے کر ان لوگوں کے پاس آئی اور اس نے ان لوگوں سے ملوایا ۔ یہ دونوں بھی ان کے پاس بیٹھ گئے ۔ سب باتیں کرنے لگے ۔ بن اور سلیم مسکرا مسکرا کر جواب دینے لگا ۔ بیگم واجد نے سب کو کھانے کے لئے چلنے کو کہا ۔ "آئینہ ! تم کو زیادہ کھانا پڑے گا ، تم ہی تو اس دعوت کی بانی ہو ۔"

سبھوں نے پوچھا ۔ "کیا بات ہے ؟"

بیگم واجد نے ہنس کر کہا : " آئینہ کے پاس ہونے کی خبر سن کر سب نے اس سے مٹھائی مانگی تو اس نے کہا واہ ، میں محنت بھی کروں اور مٹھائی بھی کھلاؤں ، اسی لئے تو میں نے آج یہ کھانے کا بندوبست کیا ہے "

اس کے بعد سب خوش ہو کر کھانا کھانے لگے ۔ کھانے کے بعد سب پھر ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے ۔ پھر آہستہ آہستہ مہمان رخصت ہو گئے ۔ حمید کسی کام سے باہر آیا تو سعیدہ کو اکیلے برآمدے میں کھڑا پایا ۔

(سعیدہ کے پاس جاکر) "سعیدہ بیگم میری طرف سے مبارک باد
قبول کیجئے!"

سعیدہ نے نظر اٹھا کر حمید کو دیکھا اور پھر نظریں جھکا لیں۔

"آپ کیا مجھ سے ناراض ہیں سعیدہ بیگم؟"

"میں کسی سے کیوں ناراض ہونے لگی؟"

"یہ تو ناراض ہونے کی باتیں ہیں۔ کیا قصور کیا ہے میں نے۔ مجھے بھی
تو معلوم ہو؟"

"میں نے کب کہا کہ آپ نے قصور کیا ہے؟"

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ سعیدہ ناراض تو نہ ہوگی؟"

"یہ کیسے کہوں۔ اگر کوئی ناراضگی کی بات نہ ہو تو؟"

(سعیدہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر) "میں تمہیں چاہنے لگا ہوں سعیدہ
مجھ سے ناراض نہ ہونا۔ تم اگر نہ چاہو تو میں اپنے پر جبر کر لوں گا۔"

"اس سے آپ کو کیا فائدہ ہے؟"

حمید: "چاہنے والے فائدہ، نقصان دیکھا نہیں کرتے۔"

سعیدہ: "بڑی دیر میں سمجھے آپ۔"

حمید (سعیدہ کے ہاتھ کو دبا کر) "سچ کہو سعیدہ میری محبت قبول کر لی تم نے۔"

سعیدہ (ہاتھ چھڑا کر) "آئینہ آجائے گی۔"

حمید: "آجانے دو۔ وہ تو برابر مجھے کہتی ہے کہ میں انجان بنا ہوا ہوں وہ
بھی تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ میں نے دستِ سوال بڑھا دیا ہے"

سعیدہ: "چپ رہیے"

حمید: "اچھا تو بتاؤ سعیدہ؟"

سعیدہ: "کیا بتاؤں ۔۔۔؟"

حمید: "میرا دستِ سوال کیا واپس تو نہ کر دیا جائے گا؟"

سعیدہ: "نہیں!"

اور پھر حمید نے سعیدہ کے ہاتھ کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

سعیدہ: "چلیے اندر۔ بڑی دیر ہو گئی"

دونوں اندر آ گئے۔ سلیم اور آئینہ نے ایک دوسرے کو دیکھا اور
مسکرا کر نظریں جھکا لیں۔

سلیم: "تم کہاں رہ گئے تھے حمید؟"

حمید: "میں مہمانوں کو رخصت کر رہا تھا"

آئینہ پھر دونوں کو دیکھ کر مسکرا دی۔

حمید: کیا آج یہاں رہنے کا ارادہ ہے چلو گے نہیں؟"

سلیم: "میں تو جانے کے لئے تیار ہوں تم ہی غائب تھے"

حمید: "تو پھر اٹھو!"

سب جانے کے لئے اٹھے۔ ڈرائنگ روم میں سلیم کی امی اور بیگم واجد باتیں کر رہی تھیں۔

بیگم واجد (سلیم کی والدہ سے) "بہن مجھے بھولئے گا نہیں۔ آپ سے مل کر دل بہت خوش ہوا۔"

سلیم کی والدہ: "یہ بھی کوئی کہنے کی باتیں ہیں۔ بھولوں گی کیوں، اور پھر میں اپنی سعیدہ کو تو بھول ہی نہیں سکتی۔ وہ میرے پاس کئی بار آئی ہے۔"

سب نیچے آ گئے۔ سلیم نے کہا: "نانا جان! میری گاڑی میں آجائیے۔ ایک ساتھ چلے چلیں گے۔"

نواب صاحب: "ٹھیک کہا تم نے رات بھی زیادہ ہو گئی ہے۔"

سلیم کی والدہ آئینہ اور شہناز بیٹھ گئیں تو نواب صاحب نے کہا۔

"سلیم تم پیچھے چلے جاؤ۔ میں اور حمید آگے بیٹھ جائیں گے۔"

سلیم پیچھے جا بیٹھا۔ نواب صاحب اور حمید ڈرائیور کے پاس بیٹھ گئے۔ سلیم کے پاس ہی آئینہ بیٹھی تھی۔ جب کار چلنے لگی تو سلیم نے اپنا بایاں ہاتھ آئینہ کے پیچھے کر لیا۔

جگہ کی کمی کی وجہ سے آئینہ کا شانہ سلیم کے سینے سے آ لگا۔ سلیم کو شرارت سوجھی۔ وہ اپنے منہ کو آئینہ کے قریب لے جا کر زور زور سے

سانسیں لینے لگا۔ آئینہ بے چاری منع بھی نہ کر سکتی تھی۔ آخر جب سلیم زیادہ شرارت کرنے لگا تو اس نے بھی چپکے سے سلیم کے بازو میں چٹکی لے لی — اور سلیم اُچھل پڑا۔

غنیمت یہ ہوا کہ کسی نے خیال نہ کیا اور سلیم نواب صاحب اور آئینہ کو اُتار کر اپنے گھر چلا گیا۔

اُترتے وقت آئینہ نے سلیم کی والدہ اور حمید کو سلام کیا — مگر سلیم کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ سلیم نے بھی آئینہ کے مزاج کو دیکھ کر اور کچھ نہ کہا۔

آئینہ سونے کے لئے لیٹ چکی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اُٹھی۔ فون اس کے کمرے میں تھا۔ اس نے فون اٹھایا۔

"میں سلیم بول رہا ہوں آئینہ!"

"میں جانتی ہوں اس وقت شیطان کے سوا اور کون فون کرے گا۔"

"اچھا، تو میں شیطان ہوں۔"

"ایک میں اور ہزار ہیں۔ مجھے بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ اگر خالہ جان دیکھ لیتیں تو کیا ہوتا۔"

"مگر تم نے سزا بھی تو بہت سخت دی۔ میرے بازو میں درد ہو رہا ہے اب تک۔"

"بہت اچھا ہوا۔ مجھے ستاتے کیوں ہیں"۔

"کاش کہ اس وقت میں تمہارے پاس ہوتا!"

"ہاں۔ آپ کا دل تو ہر وقت یہی چاہتا ہے"۔

"میرا دل تو اور بھی بہت کچھ چاہتا ہے آئینہ، مگر مجبور ہوں"۔

"اچھا، رہنے دیجئے اپنی مجبوری۔ فون رکھتی ہوں میں"۔

"کیا نیند آرہی ہے؟"

"ہاں -!"

"اچھا خدا حافظ!"

"خدا حافظ!"

(۱۴)

دوسرے دن آئینہ نے نواب صاحب سے کہا "نانا جان شہناز مجھے بلا رہی ہے۔ خالہ جان اپنی کسی ملنے والی کے یہاں گئی ہیں ۔"

نواب صاحب: "جاؤ، کسی کو ساتھ لیتی جاؤ ۔"

آئینہ منشی کو ساتھ لے کر سلیم کے یہاں پہنچی تو سلیم ہاسپیٹل گیا ہوا تھا۔ حمید بھی نہ تھا۔ آئینہ کو شہناز اپنے کمرے میں لے آئی۔ پھر الماری سے دیچی ورم کی ساریاں لاکر آئینہ سے پوچھا "کون زیادہ اچھی ہے آپا؟"

آئینہ نے کہا۔ "دونوں ہی اچھی ہیں۔ کب خریدیں؟"

"دونوں میں سے کون سی آپ کو پسند ہے؟"

"مجھے تو یہ پیازی پسند ہے ۔"

"تو پھر اسے آپ پہنئے ۔"

"یہ کیوں۔ تمہاری ساری میں کیوں پہنوں؟"

"میں نے تو اسی لئے دو خریدی ہیں۔ ایک اپنے لئے ایک آپ کیلئے میں ایک ہی طرح کی دو ساریاں کیا کروں گی!"

"یہ تو بڑی مشکل ہے۔"

"مشکل کچھ نہیں۔ اسے پہن کر میری مشکل آسان کر دیجئے میں بے چین ہوں پہننے کے لئے۔ آپ اگر نہ پہنیں گی تو میں بھی نہ پہنوں گی۔ میں غسل کرنے جاتی ہوں۔ جب تک آپ اسے پہن لیجئے۔"

شہناز اپنی ساری اٹھا کر باتھ روم میں گھس گئی اور آئینہ نے بھی اپنی ساری پہن لی۔

دو بجے سلیم اور حمید آئے۔ غسل کر کے کھانے کے کمرے میں پہنچے تو آئینہ کو وہاں پایا۔

آئینہ: "تسلیم عرض ہے!"

سلیم تو خوشی سے کھل اٹھا۔ حمید نے کہا۔ "ارے تم کب آئیں آئینہ؟"

شہناز نے کہا: "امی جان کو آنے میں دیر ہو گئی۔ میں نے آپا کو بلا لیا۔"

حمید: "آج زندگی میں پہلی بار تم نے عقلمندی کی بات کی ہے۔ آؤ آئینہ آج تو بھوک سے بُرا حال ہے۔"

سب کھانے پر جا بیٹھے سلیم ایک ایک چیز اٹھا کر آئینہ کو دینے لگا۔

آئینہ :" مہربانی کیجئے میں خود ہی لے لوں گی "۔
حمید :" کھاؤ کھاؤ ڈر کس بات کا ۔ ڈاکٹر پاس ہی موجود ہے "۔
آئینہ :" اپنے پیٹ میں تو اتنی جگہ نہیں ہے "۔
سلیم :" آج کل کی لڑکیوں کو کم کھانے کا مرض ہے ۔ یہ بھی فیشن میں داخل ہے "۔
حمید :" اچھا ہی ہے ۔ تمہارا پیسہ بچے گا ۔ تمہاری بیوی اگر کم کھانے والی ہو "۔
آئینہ :" یہ کیا کہا آپ نے حمید بھائی ۔ ؟"
سلیم :" نہیں ، میں اپنی بیوی کو کم کھلا کر پیسہ بچانا نہیں چاہتا "۔
حمید :" (شہناز سے) سعیدہ کو نہیں بلایا تم نے !"
شہناز :" نہیں !"
حمید :" اُنہیں بُلا لیتیں تو پارٹی پوری ہو جاتی "۔
سلیم :" اچھا ۔ یہ بات ہے ۔ آئینہ ذرا بلا لینا سعیدہ کو ۔ یہ حضرت بے چین ہو رہے ہیں ۔"
آئینہ :" آپ ہی فون کر دیجئے حمید بھائی "۔
حمید :" کیا میرا سر مونڈوانے کا ارادہ ہے اور میں تو ابھی چلا جاؤں گا "۔
آئینہ :" کہاں جائیں گے اس وقت ؟"
حمید :" یہ نہ پوچھو میرا کنٹریکٹ ختم ہو رہا ہے ۔ کام جلد ختم کرنا ہے "۔
کھانے کے بعد سلیم اپنے کمرے میں چلا گیا ۔ شہناز نے پان

بنا کر حمید کو دیا اور وہ پان لے کر روانہ ہو گیا۔

شہناز: "بھیا کو پان دے آئیں!"

آئینہ: "تم ہی جاؤ نا"

شہناز: "جائیے نا۔ بھیا آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے"

آئینہ: "اگر خالہ جان آ گئیں تو؟"

شہناز: "نہیں۔ اماں شاید رات کو آئیں۔ میں یہاں بیٹھی ہوں آپ جائیے"۔

آئینہ پان لے کر سلیم کے کمرے میں پہنچی تو سلیم لیٹا سگریٹ پی رہا تھا
۔ اس نے ایک پان منہ میں رکھ کر کہا "ذرا سرک کر یہاں بیٹھو ادھر"

آئینہ: "نہیں ۔ کوئی آ جائے گا"

سلیم: "بغیر اجازت کوئی نہ آئے گا"۔

آئینہ پلنگ پر بیٹھ گئی، اور سلیم نے آئینہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر

کہا: "تم مجھ سے اتنا ڈرتی کیوں ہو آئینہ!"

"آپ شرارت بہت کرتے ہیں۔" آئینہ نے کہا۔

"اس کا جواب دینا تو تم خوب جانتی ہو"

"میں معافی چاہتی ہوں سلیم!"

سلیم نے اٹھ کر آئینہ کو گلے سے لگا لیا۔ "چلو شہناز کے پاس وہ اکیلی

بیٹھی ہو گی اور مجھے دل ہی دل میں برا کہتی ہو گی۔ آج میں اس کا شکر گزار ہوں

کہ اس نے نہیں بلا لیا "۔

دونوں اُٹھ کر شہناز کے پاس آ بیٹھے۔ شہناز نیٹنگ کر رہی تھی۔ سلیم نے شہناز سے کہا "بیرے سے کہو کہ چائے لے آئے"۔

شہناز اُٹھ کر چلی گئی تو آئینہ اس کا نیٹنگ لے کر بنانے لگی۔

سلیم: "تم نے مجھے ایک بھی پُل اوور بنا کر نہ دیا "۔

"آپ میرے ہاتھ کا بنایا ہوا پہنیں گے ؟"

"تم نے دیا ہی نہیں۔ پہنوں کیا۔ ؟"

"اس ڈر سے نہیں دیا کہ کہیں بڑے صاحب نہ پہنیں تو "۔

سلیم: "پھر شرارت کی تم نے "۔

اتنے میں شہناز بھی آ کر بیٹھ گئی۔

شہناز: "بھیا! آج بھی آپ کا کام زیادہ ہے ؟"

سلیم: "کیوں۔ کچھ مطلب ہے تمہارا ؟"

شہناز (ہنس کر) "سینما دیکھوں گی !"

سلیم: "آج تو اتی بھی نہیں ہیں جاؤ گی کیسے ؟ اچھا، کل کے لئے رکھو۔ سعیدہ کو بھی کہہ دینا "۔

شہناز: "بہت اچھا !"

چائے آنے پر آئینہ نے چائے بنا کر سلیم کو دی۔ چائے پیتے پیتے

سلیم نے کہا "آئینہ تمہیں ساری پسند آئی؟"

آئینہ: "ہاں! بہت اچھی ساری ہے۔ شاید ابھی نئی آئی ہے"

سلیم: "کل میں دیا رام کی دکان پر گیا تو یہ ساری اسی نے دکھائی"

آئینہ: "(شہناز سے) کیوں ری چھوکری یہ ساری تو نے خریدی تھی"

سلیم: "کیوں کیا ہوا؟"

آئینہ: "اس نے تو کہا تھا کہ وہ خود خرید کر لائی ہے"

سلیم (ہنس کر) "تمہارے ڈر سے کہہ دیا ہوگا"

آئینہ: "تم نے جھوٹ کیوں کہا، یہ بتاؤ"

شہناز (ہنس کر) "آپ بھائی جان کی لائی ہوئی چیز لیتی جو نہیں ہیں"

آئینہ: "تمہارے بھائی بے کار روپیہ برباد کرتے ہیں۔ غیر ضروری چیزیں لے آتے ہیں"

سلیم: "ابھی سے حکم چلانے لگیں"

آئینہ: "میں حکم نہیں چلاتی۔ آپ کا روپیہ ہے، جیسے دل چاہے خرچ کیجئے مگر کم سے کم میرے لئے روپیہ برباد نہ کیجئے"

سلیم: "اُف توبہ! ایک ساری کے لئے تم نے کتنی باتیں سُنا دیں۔ کان پکڑتا ہوں جو اب کبھی کچھ لایا"

آئینہ نے اور کچھ نہ کہا اور شہناز بیٹھی مسکراتی رہی۔

کئی دن بعد آئینہ سلیم کے یہاں گئی تو وہاں اور ایک لڑکی کو بیٹھے دیکھا۔ ایک ہی کوچ پر سلیم اور وہ لڑکی بیٹھے ہوئے تھے۔ دوسرے پر شہناز بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ آئینہ کو دیکھ کر سلیم اور شہناز دونوں کھڑے ہوگئے۔

شہناز: "ارے آپا، آپ کدھر سے؟" شہناز نے کہا۔

آئینہ (مسکرا کر) "کہو تو چلی جاؤں!"

شہناز (آہستہ سے) "یہ کس دل سے کہوں"

سلیم: "اِدھر آؤ آئینہ! اِن سے ملو یہ مس روحی افضل ہیں۔ ان کی والدہ امی کی بہت مخلص ملنے والی ہیں"

آئینہ نے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا۔

سلیم نے اپنی جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہا "یہاں بیٹھو" اور خود دوسرے صوفے پر جا بیٹھا۔

آئینہ نے ایک اچٹتی نگاہ سے روحی کا جائزہ لیا۔ وہ صورت شکل کی اچھی خاصی تھی۔ مگر اتنا میک اپ کیا تھا کہ اس کی اصل شکل نقل ہو کر رہ گئی تھی۔

روحی بھی بار بار آئینہ کو دیکھ رہی تھی۔ آخر اس سے رہا نہ گیا۔ شہناز سے پوچھ بیٹھی: "یہ کون ہیں شہناز؟"

شہناز: "یہ میری آپا ہیں۔ نواب امجد علی صاحب کی نواسی ہیں۔ یہ بھائی جان کے زیرِ علاج تھیں۔ جب سے ہم سبھوں سے ملاقات ہے"

روحی: "اچھا۔ جب ہی میں سوچ رہی تھی کہ یہ کون ہیں۔ پہلے تو کبھی ان کی زیارت نہیں ہوئی۔ سنا ضرور ہے ان کا نام، اور کچھ کچھ خبر بھی سنی تھی۔ اب تو دیکھ کر تصدیق ہو گئی کہ واقعی پرستش کے قابل ہیں۔"

سلیم دل ہی دل میں جھینپ رہا تھا کہ نہ جانے آئینہ کیا سمجھے۔ وہ کیوں نہیں رہ گیا۔

شہناز: "آپ یہاں تھیں ہی نہیں دیکھتیں تو کیسے۔ آئینہ آپا کو ہم سب سے ملے ہوئے بھی بہت دن ہو گئے۔"

روحی: "ہاں۔ کافی دن تو میں بمبئی میں رہی۔ ایک بار آئی تھی مگر کچھ دن کے لئے اس وقت بھی تم لوگوں سے ملاقات نہ ہو سکی۔"

سلیم: "اچھا تم سب باتیں کرو، میں چلا۔"

روحی: "واہ۔ آپ چلے جائیں گے تو یہاں کیا رہ جائے گا۔ ابھی کچھ دیر تو بیٹھئے۔"

سلیم: "میرا چیمبر کا وقت ہو گیا اب نہیں ٹھہر سکتا۔"

سلیم اُٹھ کر چلا گیا اور اس کے پیچھے پیچھے روحی بھی باہر نکل گئی۔ نہ جانے سلیم سے کیا کہا۔ سلیم تو چلا گیا اور وہ پھر اندر آ گئی۔

آئینہ چپ چاپ سب کچھ دیکھتی رہی تھی اور شہناز بھی گھبرا رہی تھی۔

شہناز: "آپ دونوں باتیں کیجئے۔ میں ابھی آئی۔"

پھر وہ اٹھ کر چائے کے لئے کہنے چلی گئی۔

روحی بڑی چالاک تھی۔ وہ اتنی ہی دیر میں سب کچھ سمجھ گئی۔ سلیم اور شہناز

کی گھبراہٹ اور آئینہ کی خاموشی دیکھ کر اس نے ایک اندازہ کر لیا کہ دونوں آئینہ کو دیکھ کر خاموش کیوں ہو گئے۔ پہلے تو اچھی طرح مجھ سے باتیں کر رہے تھے یہ شاید ان کی محبوبہ ہے۔ اس کے متعلق پہلے جو کچھ سُنا تھا وہ صحیح ہے۔ پہلے تو سلیم ایسے نہ تھے۔ حالانکہ میری تسلی انہوں نے کبھی نہیں کی۔ شہناز کے جانے کے بعد اس نے موقع غنیمت جانتے ہوئے آئینہ سے کہا:

"آپ کی ڈاکٹر صاحب سے کب ملاقات ہوئی مس آئینہ؟"

"ملاقات ولاقات کیا۔ میرے محسن ہیں۔ رات کے وقت انہوں نے مجھے اور میرے نانا جان کو موت کے چنگل سے نکالا تھا۔ میرے نانا جان، ڈاکٹر صاحب کے ممنون ہیں۔ اگر وہ وقت پر نہ پہنچتے تو ہم لوگوں کی عزت اور جان دونوں ہی خطرے میں تھیں۔ اور جب سے شہناز آئی ہے بس کبھی کبھی ملنے چلی آتی ہوں۔"

روحی: (ہنس کر) "مگر میں سمجھی تھی کہ آپ کو ڈاکٹر صاحب سے کوئی لگاؤ ہے۔"

آئینہ: "یہ خیال کیوں آیا آپ کو؟"

روحی: "ویسے ہی، اور بالخصوص اس خیال سے کہ آپ اگر کسی کے سامنے ہوں تو انسان اپنے کو کس طرح قابو میں رکھ سکتا ہے۔ خیر سنیئے، میں دل ہی دل میں کڑھنے کے خلاف ہوں۔ جب میں بہت چھوٹی سی تھی تب سے میری امی اور خالہ جان میں دوستی ہے، اور دونوں کی یہی مرضی تھی کہ میں دلہن بن کر اس گھر میں آؤں۔ مگر یہ ڈاکٹر صاحب جو ہیں نا وہ پہلے تو ایسے نہ تھے، مگر کچھ

دنوں سے نہ جاتے انہیں کیا ہوگیا ہے کہ وہ میرے خط کا جواب بھی نہیں دیتے۔ ان کی والدہ بھی چپ ہیں۔ شاید اب ان کا خیال آپ کی طرف ہے۔ مگر میں بھی عورت ہوں، اسی لئے آپ سے صاف صاف لکھے دیتی ہوں کہ ایسے مرد کا کوئی اعتبار نہیں جو ایک کے بعد دوسرے کو پسند کرتا رہے "۔

آئینہ: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیوں مجھ سے ایسی باتیں کہہ رہی ہیں؟ آپ کا خیال غلط ہے۔ میری دوستی شہناز سے ہے۔ آپ اگر ڈاکٹر صاحب کی منگیتر ہیں تو وہ آپ کو مبارک ہوں۔ آپ کی بے چینی بے کار ہے "۔

شہناز بیرے کے ساتھ اندر آئی اور میز پر چائے لگانے لگی۔ شہناز نے آئینہ کو ناشتہ پیش کیا۔ آئینہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔ اس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا اور کوئی وقت ہوتا تو وہ رو دیتی مگر روحی کے سامنے اپنے کو سبک نہ کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے اس نے مجبوراً ایک کیک کا ٹکڑا اٹھا لیا۔ اور شہناز نے روحی کو بھی پیش کیا۔

روحی: " میں تو کھا چکی۔ اچھا لاؤ۔ تم نے کیک بڑے مزے کا بنایا ہے "۔

شہناز آئینہ کو دیکھ کر ہی سمجھ گئی تھی کہ یہاں ضرور کوئی ایسی باتیں ہوئی ہیں جو خلافِ عادت آئینہ اتنی خاموش ہے۔

چائے کے بعد آئینہ نے کہا۔ " چلو خالہ جان سے مل لوں۔ مجھے ابھی واپس جانا ہے۔ نانا جان کی طبیعت خراب ہے۔ سعیدہ کی بھی طبیعت

خراب تھی۔ اسے ذرا دیکھنے چلی گئی تھی۔"

شہناز (اٹھ کر) "آئیے!"

تینوں اٹھ کر سلیم کی والدہ کے کمرے میں آئیں۔ وہاں ایک اور محترمہ بیٹھی پان چبا رہی تھیں۔ آئینہ کو آتے دیکھا تو اسے تعجب سے دیکھنے لگیں۔ آئینہ نے دونوں کو سلام کیا۔

سلیم کی والدہ: "آؤ بیٹی، تم کب آئیں؟"

آئینہ: "خالہ جان، مجھے آئے تو کافی دیر ہو گئی۔ اب تو میں واپس جا رہی ہوں۔ نانا جان کی کچھ طبیعت خراب ہے۔"

سلیم کی والدہ: (کچھ سوچ کر) "اچھا بیٹی، تم اکیلی ہو؟"

آئینہ: "نہیں، میرے ساتھ سیکریٹری صاحب ہیں۔"

پھر وہ سلام کر کے باہر نکل آئی۔ روحی سے اس نے ہاتھ ملایا اور نیچے اتر آئی۔ شہناز بھی اس سے زیادہ بات نہ کر سکی۔

روحی رات تک بک بک کرتی رہی۔ پھر کھانا کھا کر واپس چلی گئی۔ سلیم ساڑھے گیارہ بجے گھر واپس آیا۔

کپڑے وغیرہ بدل کر کھانے کے کمرے میں آیا تو وہاں شہناز کو بیٹھے پایا۔

سلیم: "تم اتنی رات گئے تک بیٹھی ہو۔ سوئی نہیں؟"

شہناز: "سوتی کیا۔ میں تو آپ کے انتظار میں بیٹھی ہوں۔"

سلیم (چونک کر) "کیوں — ؟"

شہناز: "میں آپ کے جانے کے بعد آئینہ آپا کے لئے چائے لانے چلی گئی تھی۔

کچھ دیر بعد جب میں آئی تو آئینہ آپا کو عجیب حالت میں پایا۔ سارا منہ سُرخ ہو رہا تھا اور اپنے کو بہت سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اُور روحی آپا کے چہرے پر شرارت کی ہنسی کھیل رہی تھی۔ نہ جانے وہ میری غیر حاضری میں کیا کہتی رہی ہیں۔ چائے پی کر آئینہ آپا جانے کے لئے اُٹھ کھڑی ہوئیں اور میں نے بھی نہ روکا۔ ادھر روحی آپا جانے کا نام ہی نہ لیتی تھیں جب معلوم ہوا کہ آپ کے آنے میں دیر ہو گی تب کہیں جانے کے لئے اُٹھیں۔ ان کے جانے کے بعد میں نے آئینہ آپا کو فون کیا۔ بہت قسم دینے پر انہوں نے کہا جانے دو شہناز میں ازل ہی سے بد قسمت ہوں۔ دوسرے سے شکوہ کرنا بے کار ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ بھولے سے بھی تم یا تمہارے بھیا نے مجھے ان کے بارے میں کبھی نہ بتایا۔ خیر میں دعا کرتی ہوں۔ کہ تم سب خوش رہو۔ یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔"

سلیم: میں جانتا تھا شہناز۔ آئینہ کو دیکھ کر ہی میں سمجھ گیا تھا کہ آج روحی اپنا بدلہ لے کر رہے گی۔ تم جانتی ہو کہ میں نے کبھی بھی روحی کو پسند نہ کیا۔ مگر آئینہ بڑی نازک مزاج ہے۔ اسے بہلانا بہت مشکل ہے۔ خیر تم اب جا کر سو رہو، کل آئینہ کے پاس جا کر سب باتیں معلوم کرو۔"

شہناز اٹھ کر چلی گئی۔ دوسرے دن حمید شہناز کو آئینہ کے یہاں چھوڑ کر اپنے کام پر چلا گیا۔

آئینہ (شہناز کو دیکھ کر) "آج صبح صبح کیسے آگئیں؟"

شہناز: "دیکھئے آپا مجھ سے اگر آپ نے ایسی باتیں کیں تو میں رو دوں گی۔"

آئینہ: "تم کیوں روؤ گی۔ رونے کا وقت تو میرا آگیا ہے۔"

شہناز: "خدا نہ کرے، روئیں آپ کے دشمن۔ میں نہیں جانتی کل روحی آپا نے آپ سے کیا کہا ہے۔ مگر ان کی سب باتوں میں اگر ایک بات بھی سچ ہو، تو میں جو سزا آپ دیں گی قبول کر لوں گی۔"

آئینہ: "مگر انہوں نے تمہارے بارے میں تو کچھ نہیں کہا ہے۔"

شہناز: "میرے بارے میں کیا کہیں گی، سلیم بھیا کے بارے میں کہا ہوگا۔"

آئینہ: "وہ دشمن تو نہیں ہیں تمہارے بھائی کی، بلکہ وہ تو محبت کرتی ہیں ان سے۔"

شہناز: "آپا محبت کو بدنام نہ کیجئے۔ محبت اتنی سستی نہیں ہوتی۔"

آئینہ: "پھر حمید بھائی کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا۔"

شہناز: "ان کے بارے میں کیوں کہنے لگیں۔ ان کو تو سلیم بھائی ہی پسند ہیں۔"

آئینہ: "یہ تو کوئی بُرائی نہیں۔ دل ہی تو ہے جسے پسند کر لے۔"

شہناز: "ان کی پسند سے کیا ہوتا ہے۔ وہ حد درجے کی آزاد اور بے شرم ہیں۔ بھلا سلیم بھائی یہ کیوں پسند کرنے لگے۔ سلیم بھائی تو پوچھتے بھی نہیں وہی

پیچھے لگی رہتی تھیں۔ اگر انہیں شرم ہوتی تو کم سے کم آپ کے سامنے وہ ایسی باتیں نہ کرتیں "

آئینہ:" تو تمہارے بھائی ان سے دور کیوں بھاگتے ہیں۔ دیکھنے میں تو خوبصورت ہیں۔ تعلیم یافتہ بھی ہیں۔ اور کیا چاہیئے تمہارے بھائی کو؟"

شہناز: ابھی ابھی آپ نے کہا کہ دل ہی تو ہے جسے پسند کرلے۔ بھائی جان تو آپ کو چاہتے ہیں "

آئینہ:" پہلے تو انہیں پسند کرتے تھے، خط بھی لکھتے تھے "

شہناز:" یہ سب روحی آپانے اگر آپ سے کہا ہے تو بالکل غلط کہا ہے۔ بھیا نے انہیں کبھی پسند نہیں کیا اور نہ خط لکھا "

آئینہ:" تم کیا جانو کہ وہ پسند کرتے تھے یا نہیں "

شہناز:" میں جانتی ہوں، اگر بھائی جان انہیں پسند کرتے تو اب تک شادی ہوجاتی "

آئینہ:" تم آج مجھ سے لڑنے آئی ہو یا ملنے؟"

شہناز:" میں آپ کی غلط فہمی دور کرنے آئی ہوں۔ کل رات بھیا دیر سے آئے۔ ایک آپریشن تھا۔ آج صبح ہی صبح چلے گئے۔ آپ ضرور بھیا سے ناراض ہیں "

آئینہ:" نہیں بھئی میں کسی سے ناراض نہیں۔ بہت اچھا ہوا جو سب باتیں مجھے معلوم ہوگئیں "

شہناز:" ذرا میں بھی تو سنوں، کل روحی آپا نے آپ سے کیا کیا کہا ہے؟"

آئینہ: "تم سُن کر کیا کروگی؟"

شہناز کے خوشامد کرنے پر آئینہ نے سب باتیں دہرا دیں۔

شہناز: "توبہ توبہ، اتنے چھوٹے دل کی وہ ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا۔"

آئینہ: "وہ بے چاری تو اپنا حق مانگ رہی ہیں۔"

شہناز: "کس بات کا حق؟"

آئینہ: "بچپن سے اس گھر کی بہو بننے کے خواب دیکھ رہی ہیں۔ ان کی ماں کی آرزو بھی یہی ہے۔ یہ خواب اگر حقیقت نہ ہوا تو افسوس ہونا یقینی ہے۔"

شہناز: "صرف انہی لوگوں کی مرضی سے تو کام نہ بنے گا۔ خیر میں اب چلی۔"

آئینہ: "کیوں کھانا نہیں کھاؤگی یا اب میرے یہاں کا کھانا بھی اچھا نہیں لگے گا۔"

شہناز: "آپ کی ان باتوں کا جواب بھائی جان سے دلواؤں گی۔ آج جانے دیجئے۔ امّی جان کی طبیعت کچھ خراب ہے۔ بھائی جان بھی آج ہاسپٹل میں پریشان ہیں۔ کل اگر امّی جان اچھی رہیں تو دن بھر کے لئے آجاؤں گی۔"

شہناز پھر نواب صاحب سے مل کر چلی گئی۔

(۱۳)

رات کو سلیم آئینہ کے یہاں آیا تو نواب صاحب اور آئینہ ڈرائینگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ سلیم کو دیکھ کر آئینہ اُٹھ کر جانے لگی۔

نواب صاحب: "آؤ سلیم! —— آئینہ، تم کہاں چلیں؟"

آئینہ: "میرے سر میں درد ہو رہا ہے نانا جان، میں ذرا لیٹوں گی"۔

نواب صاحب (سلیم سے) "کل سے نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ سُنا تمہارے یہاں بھی گئی تھی۔ کل رات کھانا بھی نہیں کھایا۔ آج سارا دن اپنے کمرے سے نہیں نکلی"۔

سلیم: "اگر اجازت دیجئے تو دیکھ آؤں"۔

نواب صاحب: "ہاں دیکھ لو، میں بھی ذرا واجد کے ہاں ہو آؤں۔ تم تو ابھی رہو گے۔ تمہاری کار میں لئے جاتا ہوں۔ میرا ڈرائیور چھٹی پر ہے"۔

سلیم: "ضرور لے جائیے۔ آپ کے آنے تک میں یہاں ہوں"۔

نواب صاحب چلے گئے اور سلیم اٹھ کر آئینہ کے کمرے میں آ گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا کئی بار کھٹ کھٹ کرنے پر دروازہ کھلا۔ سلیم اندر آئے مگر آئینہ دروازے کے پاس ہی کھڑی رہی۔

سلیم: "تم کھڑی کیوں رہ گئیں، آؤ!"

آئینہ: "آپ کو جو کچھ کہنا ہے یہیں کہہ دیجئے۔"

سلیم: "اتنی بد اخلاق کب سے ہو گئی ہو۔ میں تو تمہیں دیکھنے آیا ہوں۔ ناناجان نے کہا کہ تم نے کل رات سے کھانا بھی نہیں کھایا۔"

آئینہ: "پھر آپ کو کیا!"

سلیم: (ہنس کر) "نہیں مجھے کیا۔ اچھا سیدھی طرح چل کر بیٹھو ورنہ گود میں اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

آئینہ آہستہ آہستہ چل کر اپنے پلنگ پر آ بیٹھی۔ سلیم ایک کرسی لے کر اس کے قریب بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر آئینہ نے اپنا ہاتھ سرکا لیا۔

سلیم: "کیا طبیعت خراب ہے؟"

آئینہ: "آپ چاہتے ہیں کہ میری طبیعت ہر وقت خراب رہے۔"

سلیم: "خدا نہ کرے مگر تم ہی نے تو ناناجان سے کہا کہ سر میں درد ہے، آخر کیا بات ہے۔ کل سے تمہارا موڈ خراب ہے؟"

آئینہ: "میرا موڈ کیوں خراب ہونے لگا۔ میں اچھی خاصی ہوں

سلیم: "خیر یہ بتاؤ کہ روحی نے کل تم سے کیا باتیں کیں؟"

آئینہ: "آپ کو کیوں بتاؤں!"

سلیم: "اس لئے کہ وہ باتیں میرے متعلق ہیں"۔

آئینہ: "آپ کو یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ سوا آپ کے میں اور کوئی باتیں نہیں کر سکتی"۔

سلیم: "ضرور کر سکتی ہو، مگر میں جانتا ہوں کہ وہ باتیں میرے متعلق تھیں۔ شہناز نے مجھے سب کچھ بتادیا ہے"۔

آئینہ: "بہت اچھا کیا، پھر آپ مجھ سے اور کیا سننا چاہتے ہیں!"

سلیم: "میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں کہ روحی نے میرے بارے میں کیا گل افشانی کی ہے اور تمہارا خیال میرے بارے میں کیا ہے، کل سے تم نے ذہنی طور پر اپنے کو پریشان کر رکھا ہے"۔

آئینہ: "میں کیوں پریشان ہونے لگی۔ میں جہاں تھی اب بھی وہیں ہوں۔ آپ لوگوں کی طرح نہیں کہ جس نئے پھول کو دیکھا اور اس کی خوشبو سونگھتے بیٹھ گئے"۔

سلیم: (ذرا زور سے) "تم مجھے کیا سمجھتی ہو آئینہ؟"

آئینہ: "اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ آپ بھی مرد ہیں۔ پہلے روحی کو پسند کرتے تھے، اب مجھے پسند کرنے لگے۔ پھر اور کسی کو جسے اچھا دیکھیں گے تو اسے پسند کرنے لگیں گے"۔

سلیم ایک کرسی لے کر بیٹھ گیا، پھر کہنے لگا:

"آئینہ! آج تم نے دو باتیں کہہ ڈالیں جن کو میں خواب میں بھی سوچ نہ سکتا تھا تم میرے بارے میں جو چاہو کہہ سکتی ہو، میں سُن لوں گا۔ آج تک کسی نے میرے کیریکٹر پر زبان نہ کھولی تھی۔ چھ سال میں انگلینڈ میں رہا۔ اس کے بعد پورا یورپ گھوما۔ نائٹ کلبوں میں گیا مگر کبھی اپنے کیریکٹر کو داغدار نہ ہونے دیا۔ پھر آئینہ کے ہاتھ کو زبردستی اپنے ہاتھ میں لے کر، تمہیں یہ غلط فہمی کیوں ہے۔ کیا تم مجھے آزمانا چاہتی ہو، مگر آزمانے کا وقت نکل چکا ہے۔ اب تو ہم دونوں اس جگہ پر ہیں جہاں سے لوٹ آنا مشکل ہے۔ پھر بھی میری کسی بات سے تمہیں رنج پہنچا ہے تو میں اس کی تلافی کرنے کو تیار ہوں، اور روحی نے جو کچھ کہا ہے وہ سب جھوٹی اور بناوٹی باتیں ہیں۔ تم مجھ پر یقین کرو، میں صرف تمہارا ہوں۔"

آئینہ: "میں سمجھتی ہوں کہ سب ہی مرد ایسے کیوں ہوتے ہیں۔ روحی نے اگر غلط ہی کہا ہے، پھر بھی وہ بچپن سے اس گھر میں آتی رہی ہے۔ اس کے دل میں آپ کا خیال ہونا ضروری ہے۔ شاید وہ آپ سے محبت بھی کرتی ہو اور آپ اس کی طرف توجہ نہ دے کر کسی دوسرے سے محبت شروع کریں تو اسے رنج پہنچنا ہی چاہیئے۔ کم سے کم آپ سے مجھے ایسی امید نہ تھی۔"

سلیم: "تو کیا یہ میرا قصور ہے، اگر کوئی مجھ سے محبت کرے تو اس کا جواب بھی مجھے دینا ہوگا۔"

آئینہ: "دینا چاہیئے۔"

سلیم: "دل چاہے یا نہ چاہے، یہ غلط کہا تم نے اور جہاں تک میرا خیال ہے
روحی کو مجھ سے کد ہے۔ میں جو اس سے بچنا چاہتا ہوں تو وہ میرے پیچھے
پڑ گئی ہے۔ شرم نہیں آتی اس کو، وہ میرے بجائے میرے پیسے سے
محبت کرتی ہے"۔

آئینہ: "شرم کیوں آئے وہ آپ سے محبت کرتی ہے۔ محبت کا جواب
بھی محبت سے چاہتی ہے مگر آپ بھی سب مردوں کی طرح نکلے۔ نہ جانے
مردوں کو معصوم لڑکیوں کو برباد کرنے میں کیا مزہ آتا ہے!"

سلیم (ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ) "آئینہ! مجھے جو دل چاہے کہہ لو مگر مردوں
کے بارے میں اگر کچھ کہوں تو تم بُرا تو نہ مانو گی"۔

آئینہ: "مجھے کیوں بُرا لگنے لگا!"

سلیم: "پہلی بات یہ ہے کہ سب مرد ایک طرح کے نہیں ہوتے، دوسرے
تم نے صرف مردوں کا قصور دیکھا ہے عورتوں کا نہیں"۔

آئینہ: "عورتوں کا کیا قصور؟"

سلیم: "سنو آئینہ! میں کہتا ہوں کہ عورتوں کا قصور زیادہ ہے۔ وہ کیوں مرد
کی اتنی ہمت افزائی کرتی ہیں، جیسے کہ تمہاری روحی صاحبہ ہیں۔ مرد آگے بڑھنے پر
مجبور ہو جاتا ہے۔ محبت کرنا گناہ نہیں مگر حد سے تجاوز کرنا گناہ ہے۔"

آئینہ: "جب تو میں خواہ مخواہ اتنے دن آپ کی دلجوئی کرتی رہی!"

سلیم: "میری اور اپنی باتیں چھوڑو۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اگر میری محبت سچی ہے تو تم مجھ سے محبت کرنے پر مجبور ہو۔"

آئینہ: "یہ تو سب مرد ہی کہتے ہیں۔"

سلیم: "مجھے آزما دیکھو، اور اتنے دن ہو گئے اب بھی تمہیں مجھ پر اعتبار نہ آیا تو اپنی بدنصیبی کو اور کیا کہوں!"

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔

آئینہ: "آ جاؤ!"

بیرا: "چائے لاؤں یا کافی؟"

آئینہ: (سلیم سے) "چائے یا کافی؟"

سلیم: "کچھ نہیں چاہیئے۔"

آئینہ: (بیرے سے) "میز لگا دو۔ ڈاکٹر صاحب بھی کھائیں گے۔ نانا جان آ جائیں تو کھانا دے دینا۔" (بیرے کے جانے کے بعد) "مجھ پر ناراض ہو رہے ہیں اور ان کی چہیتی جو اتنی باتیں مجھے سنا گئی وہ کچھ نہیں۔"

سلیم: "میری چہیتی تم ہو وہ نہیں۔ تم نے واہیات باتیں سنی ہی کیوں۔ یہ تو میرا قصور نہیں۔"

آئینہ: "کچھ تو ضرور قصور آپ کا ہے۔ آپ اگر پہلے سے ان کے بارے میں کچھ کہہ رکھتے تو میں جواب دینے کو تیار رہتی۔ وہ کہتی رہیں اور میں سر جھکائے سنتی رہی۔"

سلیم: "روحی کے بارے میں ایسی کوئی بات ہی نہیں ہے جو میں نہیں بتاتا۔ وہ جو کچھ دل چاہے سنائے مگر میرے دل میں تو چور نہیں اگر ایسا ہوتا تو میں پہلے سے اپنی صفائی کر لیتا۔"

آئینہ: "تو ان کی اتنی ہمت کیسے ہوئی کہ وہ اپنی پرائیویٹ باتیں مجھے بتانے لگیں۔"

سلیم: "سنو آئینہ! وہ لڑکپن سے ہمارے یہاں آتی ہے، بلکہ یوں کہو کہ سارا دن ہی وہ امی جان اور شہناز کے پاس رہتی تھی، کیونکہ ڈھاکہ میں ہم لوگوں کا مکان بالکل آمنے سامنے تھا۔ پھر وہ لوگ وہاں سے کلکتہ چلے آئے۔ اور مجھے تو کوئی واسطہ ہی نہیں تھا۔ کیونکہ میں رہتا تھا علی گڑھ میں۔ تعطیل میں جب آتا تو ضرور ان بیگم صاحبہ سے ملاقات ہوتی تھی۔ بی ایس سی کر کے میں انگلینڈ چلا گیا۔ وہاں سے چھ سال بعد آیا۔ پھر ایک بار ملاقات ہوئی۔"

آئینہ: "شاید خالہ جان اُنہیں اپنی بہو بنانا چاہتی ہوں۔"

سلیم: "یہ ہو سکتا ہے، مگر تم جانتی ہو کہ امی جان کبھی بھی میری مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں گی۔"

آئینہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے فون اٹھایا۔

"جی بہت اچھا، میں فون دیتی ہوں۔ آپ بات کیجئے۔" پھر اس نے سلیم کو فون دے دیا۔

"جی بہت اچھا۔ آپ کھا آئیں، میں بیٹھتا ہوں۔ جی جی میری فکر نہ کیجئے!"
آئینہ یہ سن کر کھانے کے لئے کہنے چلی گئی۔ جب آئی تو سلیم کھڑکی کے پاس کھڑا سگریٹ پی رہا تھا۔ آئینہ نے کہا "چلئے کھانا لگا دیا گیا ہے۔"

"تم کھا آؤ۔ مجھے تو اس وقت بھوک نہیں ہے۔"

"دس بج رہے ہیں اور آپ کو بھوک نہیں۔"

"واقعی مجھے بھوک نہیں۔ میں یہاں بیٹھتا ہوں تم کھا لو۔"

آئینہ نے جواب نہ دیا۔ پلنگ پر بیٹھ گئی۔

"بیٹھ کیوں گئیں۔ جاؤ رات دیر کر کے کھانے سے طبیعت خراب ہو جائیگی۔"

آئینہ نے پھر بھی جواب نہ دیا۔

سلیم اٹھ کر اس کے پاس گیا اور اس کی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ اوپر اٹھا لیا۔ آئینہ رو رہی تھی۔

"ارے، تم رونے کیوں لگیں۔ سچ کہتا ہوں میں تم سے ناراض نہیں آئینہ! امی جان انتظار کرتی ہوں گی۔"

"میں معافی چاہتی ہوں۔ اب میں کچھ نہ کہوں گی۔ میں سمجھتی تھی کہ آپ صرف میرے ہیں۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ کوئی یہ خیال کرے کہ آپ کسی اور کے تھے اور میں نے دوسرے کی چیز پر اپنا حق جمایا ہے۔"

سلیم نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ کچھ دیر اسی طرح رہا۔ پھر آہستہ آہستہ

کہا "آئینہ! سلیم صرف تمہارا ہے۔ یہ خیال تمہارا غلط ہے کہ وہ اور کسی کا تھا، ان بُرے خیالوں کو دل میں جگہ نہ دو۔ جاؤ منہ ہاتھ دھو آؤ۔ میں شہناز کو فون کئے دیتا ہوں کہ میں یہاں کھاؤں گا۔"

آئینہ منہ دھونے چلی گئی اور سلیم نے شہناز کو فون کر دیا ۔۔ پھر آئینہ کو لے کر کھانے کے کمرے میں آ گیا۔

کھانے کے بعد وہ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ سلیم نے سگریٹ سلگایا۔

آئینہ: "آپ سگریٹ بہت پیتے ہیں!"

سلیم: (آئینہ کے منہ پر سگریٹ کا دھواں چھوڑ کر) "کیوں، کیا تمہیں پسند نہیں؟"

آئینہ: "پسند کی بات نہیں اس قدر سگریٹ نہ پینا چاہئے۔"

سلیم: "تم ڈاکٹر ہوتیں تو بڑی کامیاب ڈاکٹر ہوتیں!"

آئینہ: "وہ کیوں؟"

سلیم: "اس لئے کہ تمہارا گھر بھی ایک ڈاکٹر خانہ ہوتا۔ میں ڈاکٹر تو ہوں مگر جس بات کے لئے دوسروں کو منع کرتا ہوں وہ خود کرتا ہوں۔"

آئینہ: (مسکرا کر) "عمل کیجئے!"

سلیم: "اپنے سے تو نہیں ہوتا۔ تم عمل کروا دو تو کچھ بات بھی ہے۔ اچھا تمہارے شفیق صاحب کب آ رہے ہیں؟"

"میرے شفیق کیوں ہونے لگے!"

"اب تک تو ہیں بعد کی خبر نہیں ۔"

آئینہ: "سلیم، جب سے تمہیں دیکھا ہے، میں نے کسی اور کا خیال بھی دل میں نہیں کیا۔ مگر تم بار بار مجھے طعنہ دے کر دکھ دیتے رہتے ہو۔"

سلیم: (آئینہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر) "بہت جلد ناراض ہو جاتی ہو۔ ایسا مزاج رہا تو میرا خدا حافظ ہے۔"

آئینہ: "تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو؟"

سلیم نے آئینہ کے گال کو تھپ تھپا دیا ۔۔ اور نواب صاحب کے آنے کے بعد اپنے گھر واپس ہو گیا۔

(۱۴)

دوسرے دن سعیدہ نے فون کیا کہ ریاض لندن سے آگیا ہے۔ آج بمبئی سے کلکتہ پہنچے گا۔ شام کو ائیرپورٹ جانا ہے۔ تم اور نانا جان تیار رہنا۔ سلیم اور شہناز بھی جائیں گے پلین چار بجے آئے گا۔"

"ہم سب پہنچ جائیں گے تمہارے یہاں۔"

سلیم، حمید اور شہناز وقت پر آئینہ کے یہاں جا پہنچے۔ سب ایک ہی کار میں سعیدہ کے ہاں پہنچے۔ وہاں اور بھی بہت سے عزیز اور دوست ائرپورٹ جانے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ سب کے سب ایک ساتھ روانہ ہوئے۔ ائرپورٹ پہنچنے کے کچھ دیر بعد ہی پلین آپہنچا۔ ریاض ہاتھ میں اٹاچی کیس لے کر اترا اور دوڑ کر اپنے والد کے گلے لگ گیا جو سامنے ہی کھڑے تھے۔ پھر اپنی امی کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ اور بیگم واجد اپنے رومال سے آنکھیں پونچھنے لگیں۔

ریاض : " ارے امی۔ آپ تو رونے لگیں۔ میں تو خیریت سے واپس بھی آگیا۔"

پھر وہ نواب صاحب اور سب عزیزوں سے باری باری ملا۔

سعیدہ کے ہاتھ کو جھٹکا دے کر " کیا حال ہے بتاؤ !" سامنے آئینہ کو دیکھ کر " ارے آئینہ ! تم تو خاصی بڑی ہوگئیں "۔

آئینہ نے سلام کر کے کہا " تو کیا چھوٹی ہی رہتی۔ مگر ریاض بھائی آپ تو ذرا بھی نہیں بدلے۔ جیسے تھے ویسے ہی ہیں "۔

ریاض : " کیوں، بدلتا کیوں ؟"

آئینہ : " کچھ تو انگلینڈ کو اپنا لیتے !"

سعیدہ : " آئیے ریاض بھائی۔ آپ کو کئی ایک نئے چہرے دکھاؤں۔ یہ رہے ڈاکٹر سلیم، اور یہ ہیں انجینئر حمید، ڈاکٹر صاحب کے بھائی اور یہ ان کی بہن شہناز "۔

ریاض سلیم و حمید سے ملا اور شہناز کی طرف دیکھا تو اس نے ہاتھ اُٹھا کر سلام کیا۔

ریاض نے بھی ہاتھ اٹھا کر جواب سلام دیا۔ پھر سب اندر سے باہر آگئے۔ سلیم اور بیرسٹر واحد کی کاریں کھڑی تھیں۔

سلیم نے کہا۔ " ریاض صاحب، آپ میری کار میں آجائیے !"

سب مل کر بیرسٹر صاحب کے یہاں آگئے۔ وہاں سب نے چائے پی۔

پھر مہمان رخصت ہو گئے۔

ڈرائنگ روم میں ریاض اپنے سفر کے حالات سُنا رہا تھا اور چوری چوری شہناز کو بھی دیکھتا جاتا تھا۔

سلیم: "اب اجازت چاہتا ہوں!"

بیگم واجد: "نہیں بیٹا کھانا کھا کر جانا"۔

سلیم: "معاف کیجئے خالہ جان مجھے تو ہاسپٹل جانا ہے"۔

بیگم واجد: "اچھا، تو کل رات کا کھانا تم سب میرے یہاں کھاؤ گے۔ آپا سے بھی کہہ دینا۔ بھائی صاحب آپ اور آئینہ بھی۔ کل پھر میں فون کر دوں گی"۔

سلیم اور حمید اٹھے تو ریاض نے کہا "ڈاکٹر صاحب میں آپ سے خوب واقف ہوں۔ سعیدہ سے مجھے آپ کی سب باتیں معلوم ہوتی رہتی تھیں، اس لئے امید ہے آپ بھی مجھے اپنا ہی سمجھیں گے"۔

حمید: "یہ خیال بھی نہ کیجئے گا۔ آپ اگر الگ رہنا بھی چاہیں تو یہ خاکسار کب رہنے دے گا"۔

ریاض نے ایک قہقہہ لگایا۔

سلیم: "تب تو سارے تکلفات اٹھا ہی دینا چاہئے۔ یہ صاحب وغیرہ بھی بیکار ہے۔ کیوں منظور ہے ریاض؟"

ریاض: "منظور۔ آپ مجھے ریاض ہی کہئے گا۔"

سعیدہ اور آئینہ ہنسنے لگیں اور شہناز بھی زیر لب مسکرا دی۔

کار کے پاس آکر حمید کو شرارت سوجھی۔ اس نے کہا "نہ جانے آج میرے ہاتھ کیوں درد کر رہے ہیں۔ سلیم تم کار چلاؤ"۔

سلیم مسکرا کر کار چلانے لگا۔

نواب صاحب: "تم بہت اچھی کار چلاتے ہو"۔

حمید: "وہ ہر بات میں اچھے ہیں نانا جان!"

آئینہ: "آپ بھی اچھی کار چلاتے ہیں حمید بھائی۔ میں آپ کی تعریف کرتی ہوں"۔

حمید: "تم تو میری بہن ہو"۔

کار نواب صاحب کے مکان پر آکر رکی تو حمید نے کہا "نانا جان! آئینہ کو لے جائیں۔ خالہ جان نے بلایا تھا"۔

نواب صاحب: "لیتے جاؤ، بہتر ہے۔ آئینہ آج تم وہیں رہ جانا۔ یہ رات کو آنا جانا مجھے پسند نہیں"۔

شہناز: "نانا جان! میں کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ میرے دل کی بات آپ نے کہہ دی۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ آپا کو آج اپنے یہاں رکھوں۔ مگر ڈر سے زبان نہ کھل سکی"۔

نواب صاحب شہناز کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے: "مجھ سے ڈرتی کیوں ہو! میں تو تمہیں آئینہ سے کم نہیں سمجھتا"۔

شہناز: "بہت شکریہ ناناجان!"

نواب صاحب اوپر چلے گئے تو سلیم نے کار اسٹارٹ کی اور حمید ہنسنے لگا۔

سلیم: "تم خواہ مخواہ ہنس کیوں رہے ہو؟"

حمید: "تمہارے اوپر رحم آگیا۔"

سلیم: "کیوں؟"

حمید: "یہ اپنے دل سے پوچھو اور مجھے دعا دو کہ تمہاری دلی آرزو کو میں نے کامیاب کرادیا۔"

سلیم: "شہناز تم سے زیادہ کامیاب رہی۔"

حمید: "معاف کیجئے جناب، اگر میں بات نہ بناتا تو بی شہناز کو خیال ہی نہ آتا۔"

سلیم کی والدہ آئینہ کو دیکھ کر خوش ہوگئیں "آؤ بیٹی! میں نے دو روز سے تمہیں نہیں دیکھا۔" پھر ریاض کی باتیں پوچھنے لگیں۔

سلیم: "امی جان، جلد آنے کی کوشش کروں گا۔ اگر دیر ہوگئی تو آپ سب کھانا کھا لیجئے گا۔"

شہناز: "جلد آنے کی کوشش کیجئے گا بھیا۔!"

سلیم نو بجے واپس آیا۔ اپنے کمرے میں گیا تو دیکھا کہ شہناز اور آئینہ بیٹھی باتیں کر رہی ہیں۔ شہناز سلیم کو دیکھ کر اٹھ کر جانے لگی۔

آئینہ: "تم کہاں چلیں؟"

شہناز: "کھانے کے لئے کہہ آؤں"

شہناز چلی گئی تو سلیم آئینہ کے پاس بیٹھ گیا۔

"اس ساڑی میں تم بہت اچھی لگ رہی ہو آئینہ!"

"آپ کو تو میں ہر وقت اچھی ہی لگتی ہوں"

"یہ تو میری محبت کی پہچان ہے"

"جی فلاسفر صاحب! کپڑے بدل آئیے شہناز انتظار کر رہی ہوگی"

سلیم مسکرا کر کپڑے بدلنے چلا گیا۔ اور آئینہ شہناز کے پاس چلی آئی

شہناز کھانا لگوا رہی تھی۔

شہناز: "بھائی جان کہاں ہیں؟"

آئینہ: "کپڑے بدلنے گئے ہیں!"

شہناز (شرارت سے) "ہائے اللہ، اتنی دیر میں انہوں نے کپڑے بھی نہیں بدلے

کیا کر رہے تھے وہ آخر؟"

آئینہ: "آنے دو۔ پوچھ لینا"

اتنے میں سلیم اور حمید آگئے۔

"امی جان کھا چکیں؟"

شہناز: "ہاں وہ کھا چکیں۔ آپ کے آنے میں دیر ہو رہی تھی"

کھانے کے بعد سب برآمدے میں آ بیٹھے۔

حمید: "آئینہ! ایک گانا تو سناؤ۔"

آئینہ: "اتنی رات کو گانا۔ خالہ جان سو رہی ہوں گی۔"

حمید: "دروازہ بند ہے آواز نہ جائے گی۔"

آئینہ آہستہ آہستہ گانے لگی۔

گانا ختم ہونے پر حمید نے کہا "واقعی آئینہ تمہاری آواز بڑی میٹھی ہے۔"

آئینہ: "شکریہ حمید بھیا! سعیدہ کی آواز بھی بڑی پیاری ہے۔"

حمید: "ہو گی! مجھے تو انہوں نے کچھ سنایا نہیں کبھی!"

آئینہ: "کیوں، دعوت میں تو سُن چکے ہیں۔"

حمید: "خیال نہیں رہا۔"

آئینہ، (سلیم سے) "آپ بھی گائیے اور حمید بھائی آپ بھی۔"

پہلے حمید، اس کے بعد سلیم نے غالب کی غزل شروع کی،

نکتہ چیں ہے غمِ دل اس کو سنائے نہ بنے

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

گانا ختم ہونے پر سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے اور آئینہ و شہناز ایک ہی کمرے میں سو گئیں۔

رات کے کھانے کے بعد ریاض جب سونے کے لئے اپنے کمرے میں

آیا تو سعیدہ بھی پیچھے پیچھے آئی۔

ریاض: "سعیدہ! ڈاکٹر صاحب کی بہن سے بھی تمہاری دوستی ہے؟"

سعیدہ (شرارت سے) "صرف دوستی نہ کہیے۔ ہم تینوں تو ایک جان اور تین قالب ہیں۔"

ریاض (مسکرا کر) "اچھا —؟"

سعیدہ: "مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

ریاض: "ایسے ہی۔ ایک نئی صورت دیکھنے میں آئی۔ تم نے کبھی خط میں ان کا ذکر نہیں کیا؟"

سعیدہ: "نئی صورت تو سلیم اور حمید صاحب کی بھی ہے۔"

ریاض: "ارے تم تو جاسوسی کرنے لگیں۔ اور پھر تم اپنے خط میں ان دونوں کے بارے میں تعریف کی بھرمار کرتی رہتی تھیں۔"

سعیدہ (کچھ جھینپ کر) "شہناز بڑی اچھی ہے اور خوبصورت بھی ہے پھر کیا چاہتے ہیں آپ؟"

ریاض: "ارے بھئی تم تو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئیں۔ تمہاری دوستوں میں یہی دو صورتیں میں نے دیکھیں۔ ایک آئینہ اور دوسری شہناز بیگم اور تو سب چڑیل جیسی ہیں۔"

سعیدہ: "دیکھیے بھیا! میری دوستوں کو کچھ نہ کہیے گا، اور آئینہ سے تو ہاتھ

دھوکھیئے۔ ہاں شہناز سے کچھ امید ہو سکتی ہے "۔
ریاض: "توبہ توبہ! آئینہ کو تو میں تمہاری جگہ سمجھتا ہوں "۔
سعیدہ: "تو پھر میری خوشامد کیجیئے تو کچھ کوشش کروں "۔
ریاض: "شریر مجھے بھی اڑانے لگی "۔
سعیدہ: "سچ بھیا۔ پہلے تو یہ بتائیے کہ لندن میں آپ کسی کو زبان تو نہیں دے آئے؟"
ریاض: "لاحول پڑھو سعیدہ، وہاں تفریح کے لئے جو دل چاہے کرو، مگر شادی تو اپنے ہی وطن میں کرنی چاہیئے۔"
سعیدہ: "آپ نے بڑا بوجھ ہلکا کر دیا۔ بھیا۔ میں اپنے دل میں آرزو لئے بیٹھی تھی کہ شہناز کو اپنی بھاوج بناؤں گی۔ اماں کی بھی یہی آرزو ہے۔ صرف ڈر تھا تو آپ کی طرف سے "۔
ریاض: (سعیدہ کے سر کو جھٹکا دے کر) "پگلی، وہ لوگ راضی ہو جائیں گے؟"
سعیدہ: "کیوں نہیں۔ آپ میں کیا کمی ہے، سلیم بھیا ہم سبھوں کا بہت خیال کرتے ہیں؟"
بیگم واحد نے کمرے میں آکر سعیدہ سے کہا "تم اب تک بک بک کر رہی ہو۔ اسے سونے دو، تھکا ہوا ہے۔ کل جتنی چاہے باتیں کر لینا "۔
سعیدہ: "خدا حافظ بھیا — !"

دوسری صبح سلیم نے ہاسپٹل جاتے وقت آئینہ سے پوچھا" اس وقت چلی جاؤگی ؟"

آئینہ: "کیا مطلب ہے، رہ جاؤں یہاں ؟"

سلیم: "کاش کہ میں تمہیں روک سکتا۔ میری اپنی قسمت کہاں (شہناز سے) تم کسی کام کی نہیں شہناز! آئینہ کو تو یہاں رکھ نہیں سکتیں۔"

شہناز: "یہ کام تو آپ کا ہے بھیا۔ آپ اگر انہیں نہ لائیں تو وہ کس طرح رہ سکتی ہیں ؟"

سلیم: "اپنی آپا سے پوچھو۔ وہ اگر راضی ہوجائیں تو میں ابھی ان کو لانے کے لئے تیار ہوں۔"

آئینہ: "نو بج گئے۔ یہاں لیکچر دے رہے ہیں مجھے کالج جانا ہے۔"

سلیم: "دیکھا شہناز۔ وہ یہاں آنے کے لئے تیار نہیں۔ وہ تو ڈھاکے کی ہوا کھانا چاہتی ہیں۔"

آئینہ غصّہ سے سلیم کو دیکھتی ہوئی نیچے اتر گئی۔ کار کھڑی تھی۔ ڈرائیور نے دروازہ کھول دیا۔ سلیم اور آئینہ اندر بیٹھ گئے۔ سلیم نے کہا "پہلے نواب صاحب کے یہاں چلو۔"

راستہ میں سلیم نے آئینہ کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر آئینہ نے ہاتھ کھینچ لیا۔

سلیم: (انگلش میں) "پھر ناراض ہوگئیں۔ یہ تمہاری بہت بُری عادت ہے۔"

آئینہ: "اپنے کو نہیں دیکھتے کہ دل جلانے والی باتیں کرتے رہتے ہیں۔"
سلیم آئینہ کو اتار کر نرسنگ ہوم چلا گیا۔

کئی دن بعد ریاض وغیرہ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔
سعیدہ: امّی جان۔ بھیّا کے آنے کی خوشی میں ایک پارٹی ہونا چاہئے۔
بیگم واجد: ہاں۔ میں بھی سوچ رہی تھی (مسٹر واجد سے) سُن رہے ہیں آپ کا کیا خیال ہے؟"
بیرسٹر صاحب: "ٹھیک ہے جو لڑکوں کی رائے ہو وہی کرو۔ سلیم اور حمید کو بُلالو۔ بھائی صاحب سے بھی مشورہ لے لو۔"
سعیدہ نے جلدی سے سلیم کو فون کیا ۔ سلیم نے کہا: ابھی آرہا ہوں"۔
تھوڑی دیر میں سب آ پہنچے۔ سعیدہ سلیم کی والدہ اور شہناز کو لے کر آئی۔ بیگم واجد سلیم کی والدہ کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گئیں۔ شہناز نے سب کو سلام کیا۔ ریاض نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا۔ سعیدہ اور شہناز دوسرے صوفے پر بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں۔
ریاض: سعیدہ، یہاں ایک کی کمی ہے۔" پھر وہ سلیم کو دیکھ کر ہنس دیا۔
سعیدہ: ٹھیک کہا آپ نے سلیم بھیّا آئینہ کو لیتے آتے۔"
سلیم: "حمید تم جاؤ۔"

حمید: "ارے واہ! میں کیوں جاؤں!"

سعیدہ: "جائیے حمید صاحب! آپ ہی لے آئیے۔ بھیا کے آنے کی خوشی میں پارٹی دینا ہے۔ اُسے چھوڑ کر اگر ہم لوگ کچھ فیصلہ کرلیں گے تو وہ ناراض ہوجائے گی۔"

"کیوں سلیم بھیا!"

سلیم: "ٹھیک کہا تم نے۔ ان میں یہی ایک عادت خراب ہے۔"

ریاض: "آپ ابھی سے پریشان ہیں سلیم بھیا!"

سلیم: "کچھ نہ پوچھو ریاض۔ وہ تو میرا دل ہی جانتا ہے۔"

سعیدہ: "دیکھئے سلیم بھیا۔ آپ میری دوست کی برائی میرے سامنے کررہے ہیں۔ آپ کی خیر نہیں۔"

سلیم: "نہیں سعیدہ۔ میں برائی نہیں کرتا۔ احوال واقعی کہہ رہا ہوں۔ ان کی شکایت اگر کروں تو تمہارے ساتھ ساتھ یہ شہناز بھی میرا گلا دبا دے گی۔"

ریاض نے قہقہہ لگایا اور شہناز کا چہرہ شرم سے گلابی ہوگیا۔

بیگم واجد اور سلیم کی والدہ پہلے ہی دوسرے کمرے میں چلی گئی تھیں۔

حمید آئینہ کو لے آئے۔

حمید سلیم سے: "لو بھئی اپنی چیز سنبھالو۔ یہ تو کسی طرح آتی ہی نہیں تھیں۔"

بڑی مشکل سے لایا ہوں۔"

سعیدہ: "کیوں آئینہ یہ سچ کہہ رہے ہیں؟"

ریاض: "ضرور سچ کہہ رہے ہیں۔ سلیم صاحب کو چاہیئے تھا کہ آئینہ کو ساتھ لیتے آتے۔ آئینہ شاید اسی لئے ناراض ہیں۔"

سلیم: (ہنس کر) ریاض مجھ غریب کو کیوں لپیٹ میں لے رہے ہو۔"

شہناز: "نہیں آپا بھیا کا قصور نہیں۔ باجی نے فون کیا کہ خالہ جان بلا رہی ہیں۔ ادھر امی بھی آنا چاہتی تھیں۔"

آئینہ: "تم یہ روداد کیوں سنا رہی ہو۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا؟"

سعیدہ: "تم کچھ خیال نہ کرو آئینہ! یہ ریاض بھائی تمہیں سلیم سے لڑوانا چاہتے ہیں۔"

آئینہ: "میں کیوں کسی سے لڑنے لگی؟"

ریاض: "ہاں، تم اگر ناراض نہ ہو تو کیوں؟ کل کلب میں سلیم صاحب مس ہلین کو لے کر ناچ رہے تھے۔ وہ ایک بڑے افسر کی لڑکی ہے۔ دیکھنے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ سلیم پر بے طرح ریجھی ہوئی ہے۔"

آئینہ کے دونوں گال گلابی ہو گئے اور اس نے مسکرا کر سلیم کی طرف دیکھا۔

سلیم: (جلدی سے) "کیوں بہکا رہے ہو ریاض!"

ریاض: "سچ کہیئے کل آپ ہلین سے ہال کے کنارے باتیں کر رہے تھے یا نہیں؟"

سلیم: "ہاں۔ باتیں تو کر رہا تھا، وہ بھی اس کی بیماری کے بارے میں اس کا

اپریشن میں نے کیا تھا "۔

ریاض، (مسکرا کر) وہ میں کیا جانوں ؟"

سلیم: "اور میں ناچ بھی رہا تھا، یہ تم نے کب دیکھا ؟"

ریاض: "میں نے آپ کو بال روم میں باتیں کرتے دیکھا تھا۔ پھر وہ ناچ رہی تھی، تو میں نے سمجھا کہ آپ ہی ہوں گے "۔

سلیم (آئینہ کی طرف مخاطب ہو کر) "اس کی باتوں میں تو آنا آئینہ !"

ریاض: "نام تو بڑا پیارا رکھا ہے "۔

یہ سُن کر آئینہ سعیدہ کے پیچھے چھپ گئی ۔

حمید: " ریاض، تم بھی ایک ہی شریر ہو۔ معاف کرنا تمہاری بہن بھی پہلے پہلے سلیم کو بہت تنگ کرتی تھیں "۔

سعیدہ: " تو آپ کو کیوں بُرا لگتا ہے، سلیم بھیا تو بُرا نہیں مانتے "۔

حمید: (ہاتھ جوڑ کر) " نہیں صاحب، مجھے کیوں بُرا لگنے لگا !"

ریاض نے معنی خیز نظروں سے دونوں کو دیکھا، سلیم مسکرا رہا تھا ۔ ریاض کو ایک تسلی سی ہو گئی ۔

سعیدہ: " اب کام کی باتیں کیجئے سُنئے سلیم بھائی، ریاض بھائی کے آنے کی خوشی میں ایک پارٹی ہونا چاہئے ۔ امّی جان کو راضی کر لیا ہے۔ بندوبست آپ لوگ کریں گے "۔

سلیم وحمید: "جان و دل سے، ایک گرانڈ پارٹی ہو جانا چاہئے کیوں ریاض؟"

ریاض: "میں تو اس پارٹی کے ہی خلاف ہوں۔"

آئینہ: "ابھی تو پریکٹس بھی شروع نہیں کی، ابھی سے کنجوسی کرنے لگے۔"

ریاض: "نہیں بہن۔ میں کنجوسی کیوں کرنے لگا۔ پیسہ بھی میرا نہیں۔"

سعیدہ: "تو پھر آپ چپ رہئے۔ ہم سب بندوبست کر لیں گے۔"

حمید: "مگر سعیدہ بیگم ڈنر ہونا چاہئے۔ چائے کی پارٹی نہیں۔"

ریاض: "یہ کیوں؟"

حمید: "ارے صاحب میں پیٹو قسم کا آدمی ہوں۔ میرے ساتھ سب کا پیٹ بھر جائے گا۔"

سعیدہ: "بہت اچھا۔"

ریاض: "اچھا تو یہ خاکسار بھی ایک عرض کرتا ہے کہ اس روز سلیم صاحب کا ستار اور آئینہ کا گانا بھی ہو جائے۔"

سلیم: "اور اپنی بہن کے بارے میں نہیں کہتے؟"

ریاض: "یہ تو آپ سبھوں کا کام ہے۔ آپ لوگ کہئے۔"

آئینہ: "بہت خوب! ہم سب بھی گائیں گے اور شہناز بھی، وہ تو اب اچھا خاصا گانے لگی ہے۔"

ریاض: "میرا کہنے ہی والا تھا۔ مگر ڈر رہا تھا کہ کہیں خلافِ مزاج نہ ہو۔"

سلیم: "نہیں ڈرنے کی کیا بات ہے۔ تمہاری بہن مجھے اپنا بھائی سمجھتی ہے۔ اب تم بھی اپنے ہو۔ پھر ڈر کس بات کا"۔

ریاض: "بہت بہت شکریہ سلیم!"

پارٹی کا بندوبست کرکے سلیم پہلے اپنی والدہ اور شہناز کو پھر آئینہ کو پہنچانے گیا۔ آئینہ چپ بیٹھی تھی۔

سلیم (کار چلاتے ہوئے) "تم چپ کیوں ہو آئینہ؟"

آئینہ: "پھر کیا کروں۔ پاگلوں کی طرح ہنسنا شروع کر دوں؟"

سلیم: "خدا نہ کرے۔ تم بڑی دل جلا دینے والی بات کرتی ہو۔ تم نے وہاں بھی مجھ سے بات نہیں کی۔ اب بھی خاموش ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ ریاض کی باتوں نے بدگمان کر دیا ہے"۔

"میں کیوں بدگمان ہونے لگی۔ ڈاکٹر سب ایسے ہی ہوتے ہیں"۔

"ایسا نہ کہو آئینہ۔ کسی پیشے کو خراب نہ کہو۔ یہ تو اپنا اپنا فعل ہے"۔

آئینہ کا مکان آگیا اور دونوں اتر کر اوپر گئے تو نواب صاحب کے کئی ملنے والے آئے ہوئے تھے۔ سلیم پیچھے پیچھے اس کے کمرے تک آیا۔

"میں اندر آ سکتا ہوں؟"

"دل چاہے تو آئیے"۔

سلیم ایک کرسی پر بیٹھ کر سگریٹ پینے لگا۔

"آئینہ اِدھر آؤ!"

آئینہ نے نظر اٹھا کر دیکھا۔

"پہلے ایک گلاس پانی پلاؤ"۔

آئینہ پانی لے کر آئی، سلیم نے پانی لے کر اُسے ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا "تم واقعی ناراض ہو گئیں۔ تم سے کئی بار کہا ہے کہ سلیم صرف تمہارا ہے مگر یقین کیوں نہیں آتا تمہیں!"

آئینہ (مسکرا کر) "دل بہلانے میں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔"

سلیم: "میرا دل اتنا ہرجائی نہیں ہے"

آئینہ: "کیا معلوم!"

سلیم: (اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر) "ذرا میری طرف دیکھو۔ میری آنکھوں میں نہیں سب نظر آجائے گا۔ اٹھاؤ نظر، دیکھو میری آنکھوں میں"۔

آئینہ نے نظر اٹھا کر سلیم کی آنکھوں میں جھانکا۔

"کیوں یقین آیا؟"

آئینہ (سر ہلا کر) "ہاں!"

سلیم: "شرارت کرنے میں مزا آتا ہے، کیوں!"

آئینہ: "آپ ڈاکٹری کیسے کرتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات میں دہل جاتے ہیں!"

سلیم: (ہنس کر) وہاں ٹھیک رہتا ہوں آئینہ! صرف تمہارے پاس اپنے کو مجبور پاتا ہوں۔"

آئینہ: "یہ کیوں!"

سلیم: "کیا معلوم۔ شاید تمہاری محبّت نے مجھے کمزور بنا دیا ہے۔"

آئینہ: "نہیں۔ یہ بات ٹھیک نہیں۔ مجھے بدنام نہ کیجئے۔ میری محبت اتنی کمزور نہیں جو آپ کو کمزور بنا دے۔"

سلیم: (اٹھ کر) "اب اجازت دو۔ خدا حافظ۔"

اور وہ اس کا الوداعی بوسہ لے کر رخصت ہو گیا۔

(۱۵)

آج ہفتہ ہے اور ریاض کے یہاں ڈنر ہے۔ صبح سے بڑی دوڑ دھوپ ہو رہی ہے۔ بیگم واجد خوش ہیں۔ سب اہتمام خود ہی کر رہی ہیں۔ کیوں نہ خوش ہوں۔ خوش ہونا ہی چاہیئے۔ جس کے لڑکے لڑکیاں لائق ہو کر ماں باپ کا نام روشن کریں۔ اس کے والدین جتنا بھی خوش ہوں کم ہے۔ اگر ممکن ہو سکتا تو ماں باپ اپنے بچوں کے لیئے آسمان سے تارے توڑ لاتے۔ آئینہ اور شہناز بھی صبح سے آئی ہوئی ہیں۔ شہناز پھول دان میں پھول سجا رہی تھی کہ ریاض آ گیا۔ شہناز کو اکیلے دیکھ کر پوچھا۔

"آپ اکیلی کام کر رہی ہیں۔ سعیدہ اور آئینہ کہاں ہیں؟"

شہناز: "آپا اور سعیدہ باجی پردے لگوا رہی ہیں۔"

"آپ کچھ دیر آرام کر لیجیئے صبح سے پریشان ہو رہی ہیں۔"

"سب ہی کام کر رہے ہیں۔ میں کیسے بیٹھ جاؤں۔"

" اور لوگوں کو کرنے دیجئے "

(شرارت سے) "کیوں میرا کام پسند نہیں ہے آپ کو ؟"

"یہ کس دل سے کہوں ؟"

"کام کرنے سے صحت اچھی رہتی ہے "۔

"یہ تو ڈاکٹر بتا سکتے ہیں۔ میں تو قانون جانتا ہوں "۔

"آپ کا قانون کیا کہتا ہے کہ میں کام نہ کروں ؟ (یہ کہہ کر وہ ہنس دی)
ریاض جواب دینے نہ پایا تھا کہ آئینہ اور سعیدہ کرے میں آگئیں، دونوں کو دیکھ کر سعیدہ نے شرارت سے کہا "واہ شہناز، تم نے اب تک گل دان بھی نہیں سجایا ؟"

شہناز: شرارت سے ریاض کو دیکھ کر، "میں کیا کروں۔ ریاض صاحب کہنے لگے کہ میں صبح سے کام کر رہی ہوں اس لئے کچھ دیر آرام کر لوں "۔

آئینہ: واہ بھائی ! تو کیا ہم دونوں سو رہے تھے "۔

ریاض: (شرارت سے مسکرا کر) "نہیں، میں تو سلیم کے خیال سے کہہ رہا تھا۔ کہ وہ سنیں گے تو کہیں گے میری بہن سے بھی کام لیا، اور تم کو بھی تھکا ڈالا "۔

آئینہ: "بہت چالاک ہیں آپ۔ اب سلیم صاحب کو بدنام کرنے لگے "۔

ریاض: (ہنس کر) واقعی آئینہ ! تمہارے منہ سے سلیم کا نام بہت ہی اچھا لگتا ہے "۔

آئینہ: "واہ! آپ تو مجھے ہی بنانے لگے۔" اور ریاض ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔

شام کے سات بجے مہمان آنے شروع ہوئے۔ آئینہ اور شہناز اپنے گھر چلی گئی تھیں۔ شام کو سات بجے حمید، نواب صاحب، سلیم کی والدہ اور شہناز کو لے کر روانہ ہو گیا۔ آئینہ نہ جا سکی۔ کیونکہ اس کی ایک سہیلی آئی ہوئی تھی جو وہاں مدعو نہ تھی، اور وہ آج ہی رات ڈھاکہ جا رہی تھی اس لئے آئینہ کو رہنا پڑا۔ سلیم نے نواب صاحب سے کہا "آپ چلے جائیے نانا جان۔ میں بھی نرسنگ ہوم جا رہا ہوں۔ وہاں سے آ کر انہیں لیتا جاؤں گا۔"

قریب آٹھ بجے سلیم آئینہ کو لے کر جب ریاض کے وہاں پہنچا تو وہاں جتنے مہمان تھے سب سلیم اور آئینہ کو تکنے لگے، جو پہچانتے تھے وہ تو چپ رہے اور جو نہ پہچانتے تھے وہ حیرت سے دیکھنے لگے کہ کیسی اچھی جوڑی ہے۔

بیرسٹر واجد نے کئی مہمانوں سے سلیم اور آئینہ کو ملوایا۔ پھر آئینہ سعیدہ کے پاس چلی گئی۔ آئینہ آج فیروزی ساری اور فیروزے کے سٹ میں ایک پری لگ رہی تھی۔

سعیدہ: (آہستہ سے) "واقعی آئینہ! آج تم کتنی اچھی لگ رہی ہو۔ سلیم بھائی نے تمہارے پاس بیٹھ کر اپنے ہوش و حواس کھو دیئے ہوں گے۔ کار کیسے چلائی۔۔!"

افروز: (جھک کر آہستہ سے) سچ آئینہ! کار میں سلیم صاحب نے تم سے کیا

کہا ۔ ذرا سچ سچ بتا دو "

آئینہ: "کار چلا رہے تھے ۔ کہتے کیا!"

افروز: "ارے کار تو ہاتھ سے چلا رہے تھے ۔ منہ تو کھلا ہوا تھا"

آئینہ: "میں نہیں جانتی، تم سلیم سے پوچھ لو"

افروز: "ضرور پوچھنا پڑے گا"

آئینہ: "پوچھ لینا!"

کھانے کے بعد سب نے گانا گایا۔ پھر آئینہ کی باری آئی ۔ اس نے بھی اپنی میٹھی آواز سے سب کو محظوظ کیا ۔ پھر سلیم نے ستار پر جے ونتی راگ بجایا۔ ستار کے میٹھے سروں نے سب کو بے خود بنا دیا ۔ حمید طبلہ بجا رہا تھا۔ راگ ختم ہونے پر سب نے بڑی تعریف کی ۔ کئی مہمانوں نے تو یہاں تک کہا کہ آج اگر کھانا نہ بھی ملتا تو کوئی حرج نہ تھا ۔ سلیم نے سب کا شکریہ ادا کیا ۔

سلیم جب ریاض کے پاس آکر بیٹھا تو ریاض نے کہا: "سلیم بھائی آج آپ نے تو کمال کر دیا اور آئینہ کو کیا کہوں وہ تو ریڈیو آرٹسٹ ہیں"

سعیدہ: "بھیا، کیا میرا اور شہناز کا گانا آپ کو پسند نہیں آیا"

ریاض: "تمہارا گانا سنتے سنتے تو اتنا بڑا ہو گیا ہوں ۔ ہاں شہناز نے اچھا گایا"

سعیدہ: "سلیم بھائی آپ کی باتیں اگر یہاں ختم ہو گئی ہوں تو ہماری مجلس میں تھوڑی دیر کے لئے آجائیے"

سلیم: "کوئی شرارت کرنے کا ارادہ ہے کیا ؟"

سعیدہ: نہیں۔ افروز آپ کو بلا رہی ہے۔"

سلیم اٹھ کر سعیدہ کے ساتھ لڑکیوں کی مجلس میں آگیا اور افروز نے اس کا خیر مقدم کیا:

افروز: "بیٹھیے سلیم بھائی، آپ سے ایک بات پوچھنا ہے۔"

سلیم: "فرمائیے ۔ ؟"

افروز: "آج آئینہ کیسی لگ رہی ہے ؟"

سلیم آئینہ کو دیکھتے ہوئے "کیا مطلب ؟"

افروز: "پہلے آپ بتائیں تو پھر میں مطلب کہوں۔"

سلیم: "آپ ہی بتائیں ؟"

افروز: "ہماری بات چھوڑیے، اپنی کہیئے !"

سلیم (شرارت سے) "امتیاز بھائی کو بلاؤں، ان سے پہلے پوچھئے کہ آپ کیسی لگ رہی ہیں !"

یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔

آئینہ: "اب بتاؤ ۔"

افروز: "ہاں تم تو ان ہی کا ساتھ دو گی۔ سلیم صاحب! آپ میری باتوں کا جواب دینا نہیں چاہتے۔"

سلیم: "کیا پوچھ رہی تھیں آپ کہئے "

افروز: "آئینہ کیسی لگ رہی ہے ؟"

سلیم: "خاص طور سے دیکھنے کا حق تو اب تک ملا نہیں۔ ویسے وہ ہر وقت میری نظروں میں اچھی لگتی ہیں "

یہ سُن کر آئینہ نے شرم سے منہ پھیر لیا۔

افروز: ہاں! بہت ٹھیک کہا آپ نے "

کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد سب جانے کے لئے اُٹھے اور سلیم وغیرہ ذرا الگ ہوئے تو موقع پاکر ریاض نے شہناز سے کہا "آج کی تکلیف کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں "

شہناز: "کوئی بات نہیں۔ آپ کی بیرسٹری چل جائے تو محنتانہ لے لوں گی۔ اطمینان رکھیئے " اور وہ اندر چلی گئی۔

ریاض دیکھتا ہی رہ گیا۔

حمید سب کو لے کر اپنی کار میں چلا گیا سلیم نواب صاحب اور آئینہ کو لے کر پہنچانے گیا۔ نواب صاحب اُتر کر اپنے کمرے میں چلے گئے اور سلیم آئینہ کے ساتھ اس کے کمرے تک آ گیا۔

آئینہ: "رات زیادہ ہوگئی ہے آپ کا اکیلے جانا مجھے بالکل پسند نہیں ہے "

سلیم: "میں تمہیں ذرا دیکھنا چاہتا ہوں۔ افروز کہہ رہی تھی کہ آج تم بڑی

خوبصورت لگ رہی ہو ۔"

"اتنی دیر تک کیا آنکھیں بند کر رکھی تھیں !"

سلیم دو قدم آگے بڑھا اور آئینہ نے خدا حافظ کہہ کر دروازہ بند کر لیا۔
اور سلیم مسکراتا چلا گیا۔

آئینہ لباس تبدیل کر کے سونے کے لئے گئی تو فون کی گھنٹی بجی آئینہ
نے ریسیور اٹھایا۔

"ہلو —"

"آئینہ ! آج تو تم نے میرا سب کچھ لوٹ لیا۔ ساری رات مجھے تڑپنے
کے لئے چھوڑ دیا۔"

"آپ خواہ مخواہ تڑپیں تو میں کیا کروں !"

"ٹھیک ہے، تم خواب ناز کے مزے اٹھاؤ۔ میں جاگتا رہوں گا۔"
اور اس نے فون بند کر دیا۔

دو دن تک سلیم نہ آیا تو آئینہ نے فون کیا۔ شہناز سے معلوم ہوا کہ
سلیم ہاسپیٹل گئے ہیں۔

آئینہ: "آج کل ہیں کہاں، دو دن سے آتے بھی نہیں ؟"

شہناز: "نرسنگ ہوم سے گھر اور گھر سے نرسنگ ہوم ہی جاتے دیکھتی ہوں،
اور تو کہیں نہیں جاتے ۔"

آئینہ: "اچھا!" کہہ کر آئینہ نے فون رکھ دیا اور نواب صاحب سے پوچھا

"ناناجان، میں ذرا شہناز کے پاس سے ہو آؤں؟"

نواب صاحب: "جاؤ۔ کیا بات ہے۔ آج دو روز سے سلیم نہیں آیا۔؟"

آئینہ: "شاید نرسنگ ہوم میں کام کی زیادتی سے نہ آسکے ہوں"۔

نواب صاحب: منشی صاحب کو ساتھ لیتی جاؤ اور سلیم کو اگر فرصت ہو تو کہنا کہ میں نے بلایا ہے۔ میرے پیر کا درد آج کچھ زیادہ ہو گیا ہے"۔

آئینہ: "تب تو میں نہیں جاتی فون کئے دیتی ہوں"۔

نواب صاحب: "نہیں بھئی جاؤ ہو آؤ۔ تمہارا دل چاہتا ہو گا۔ (دل ہی دل میں) من خوب می شناسم

آئینہ: (نواب صاحب کے پاس سے اٹھتے ہوئے) میں فون کئے دیتی ہوں"۔

نواب صاحب (آئینہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) "نہیں نہیں جاؤ منشی صاحب کو ساتھ لیتی جاؤ۔ سلیم آکر مجھے دیکھ لیں گے۔ دوا یا انجکشن دے جائیں گے"۔

آئینہ اٹھ کر کپڑے بدلنے چلی گئی اور چند منٹ بعد روانہ ہو گئی۔

وہ جب سلیم کے یہاں پہنچی تو شہناز برآمدے میں کھڑی تھی اس نے کہا "بھیا آگئے ہیں۔ اپنے کمرے میں ہیں"۔

"خالہ جان کہاں ہیں؟"

"اماں سو رہی ہیں"۔

آئینہ آہستہ سے پردہ اٹھا کر اندر گئی۔ سلیم آئینہ کو دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔
آئینہ نے دوڑ کر سلیم کے گلے میں اپنی دونوں باہیں ڈال دیں —
اور سلیم نے اسے اپنے سینے سے لپٹا لیا۔ "آج یہ مہربانی کیوں!"
آئینہ نے منہ اٹھایا تو سلیم ہنس دیا تھا "تم جو مجھ سے روٹھے ہوئے ہو"۔
"میں کبھی تم سے روٹھ سکتا ہوں!"
"دو روز سے آئے کیوں نہیں!"
"عادت ڈال رہا ہوں۔ تمہارے بیرسٹر صاحب آئیں گے تو مجھے
علیحدہ ہونا ہی پڑے گا"
"باتیں نہ بناؤ۔ سچ سچ بتاؤ"
"سچ کہہ رہا ہوں۔ خود سے علیحدہ ہونے میں تکلیف زیادہ نہیں ہوتی۔
اچھا کیا جو تم نے دروازہ بند کر لیا۔"
"اچھا تو تم ناراض ہو!"
سلیم: نہیں آئینہ! میں ناراض نہیں۔ آج کل نہ جانے مجھے کیا ہوتا جا رہا
ہے کہ کبھی کبھی اپنی بدنصیبی پر ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے"
آئینہ: (پلنگ پر بیٹھ کر) "تم مایوس ہو گر میں نہیں"
"اگر میرے دل کا حال جانتیں تو یہ نہ کہتیں"
"اگر تمہارے دل کا حال میں نہ جانوں تو کون جان سکتا ہے مگر

تمہیں شاید مجھ پر اعتبار نہیں "۔

" خدا کے بعد تو تمہارا ہی سہارا ہے۔ تم اگر مجھے ٹھکرا دو تو میں مر تو نہیں جاؤں گا مگر زندہ رہنا بھی موت کے برابر ہوگا۔"

" آج میں آئی تھی دل کھول کر تم سے باتیں کرنے، مگر تم نے موڈ ہی خراب کر دیا۔"

" جانے دو یہ باتیں۔ بتاؤ کیا باتیں کرنے آئی تھیں؟"

" کوئی خاص باتیں نہیں ہیں۔ آج کالج سے سویرے آ گئی اس لئے خیال کیا کہ تم سے مل آؤں "۔

سلیم اٹھ کر آئینہ کے پاس بیٹھ گیا۔ " کہو۔ کیا باتیں کروں ۔۔؟ تم سناؤ اپنی "

" اس دن کی پارٹی کیسی رہی؟"

" پارٹی کے بارے میں نہیں کہہ سکتا، مگر تمہارا گانا بہت اچھا تھا۔ کب سیکھا۔؟"

" وہ تو بہت پہلے سیکھا تھا۔ تمہیں پسند آیا۔ ؟ خالہ جان سے مل لوں اور نانا جان نے کہا ہے کہ تمہیں لیتی آؤں۔ ان کے پیر میں آج پھر درد زیادہ ہوگیا ہے "۔

" اب تک تم نے کہا کیوں نہیں۔ میں ابھی چلتا ہوں، تیار ہو لوں "۔

" جانتے ہو آج ناناجان نے کیا کہا۔ میں یہاں آنے کے لئے پوچھنے گئی تو انہوں نے کہا کہ جانے کو تمہارا دل چاہتا ہوگا۔"

" ٹھیک کہا انہوں نے۔ میں تو کبھی جھوٹ نہیں کہتا۔ میں تمہارے یہاں جاتا ہوں تو کہہ کر جاتا ہوں امّی جان سے۔"

" اچھا صاحب آپ بڑے پارسا سہی۔ مجھے تو شرم آتی ہے۔"

" آپ کی اس شرم نے تو میری جان لے ڈالی ہے۔"

" آپ تیار رہو کر آئیے۔ میں خالہ جان سے مل لوں۔"

شہناز آئینہ کو دیکھ کر " آئیے چائے تیار ہے۔"

دونوں جاکر برآمدے میں بیٹھ گئیں۔ سلیم کی والدہ بھی آگئیں۔ سلیم کی عادت تھی کہ شام کی چائے وہ ہمیشہ برآمدے میں پیتا تھا۔ آئینہ نے سلیم کی والدہ کو سلام کیا۔

سلیم کی والدہ (دعا دے کر) " تم کب آئیں بیٹی۔ ابّا جان کیسے ہیں؟"

آئینہ: " آپ سو رہی تھیں خالہ جان۔ ناناجان کے پاؤں کا درد آج کچھ زیادہ ہوگیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو ساتھ لے آؤں۔"

سلیم کی والدہ (شہناز سے) " سلیم کہاں ہے، وہ اب تک نہیں آیا؟"

شہناز: وہ تو اڑھائی بجے آگئے تھے، شاید کپڑے بدل رہے ہوں۔ پھر سلیم کو دیکھ کر " آئیے بھیا۔ امی آپ کو پوچھ رہی ہیں۔"

سلیم ایک کرسی پر امّی کے پاس بیٹھ گیا "کیوں امّی کچھ کام ہے۔!"

سلیم کی والدہ: "نہیں بیٹا! تم نے کھانا وانا ٹھیک سے کھایا یا نہیں، اتنے کام میں مشغول رہتے ہو کہ کھانے کا بھی ہوش نہیں رہتا۔"

سلیم: "کیا کروں امّی! آپ ہی کے شوق نے مجھے ڈاکٹر بنایا۔ اب میں اپنے فرض سے کوتاہی کیسے کر سکتا ہوں۔ بے چارے مریض میرے انتظار میں راہ دیکھتے رہتے ہیں۔"

سلیم کی والدہ: "خدا تمہیں اس کا صلہ دے۔ ابّا جان کی طبیعت خراب ہے۔ آئینہ کہہ رہی ہے۔ تم جا کر دیکھ آؤ۔"

سلیم: "ابھی جاتا ہوں امّی"

شہناز نے چائے بنا کر دی۔ اور سموسے کی پلیٹ بڑھا دی۔

سلیم نے ایک سموسہ اٹھا لیا۔ آئینہ نے بھی چائے پی۔

سلیم (اٹھ کر) "آؤ آئینہ!"

آئینہ سلیم کی امّی کو سلام کر کے سلیم کے ساتھ نیچے چلی آئی ——— کار آ کر پورٹیکو میں ٹھہری، دونوں اوپر آ گئے۔

سلیم نے نواب کو اچھی طرح دیکھا۔ پھر انجکشن دیا اور بیٹھ کر باتیں کرتا رہا۔ "اب کیسا لگ رہا ہے نانا جان!"

نواب صاحب: "آرام پا رہا ہوں بیٹا۔ خدا تمہیں اور بھی ترقی دے۔"

سلیم: "آپ دعا کیجئے نانا جان!"

نواب صاحب: "ہر وقت دعا کرتا ہوں۔ تمہاری دلی مرادیں بر آئیں۔ تم صبر کرو بیٹا اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ انشاءاللہ تم کامیاب ہوگے۔ مجھے پہلے بھی یہ منگنی پسند نہیں تھی۔ اور اب تو ان لوگوں کا حال دیکھ کر میرا دل پھیکا پڑ گیا ہے۔ مجھ پر اتنی مصیبت پڑی اور ان لوگوں نے صرف ایک خط پر اکتفا کی۔"

عین اسی وقت آئینہ کمرے میں آئی تو نواب صاحب کو آنکھیں پونچھتے دیکھا۔

آئینہ: "کیا ہوا نانا جان! آپ رو کیوں رہے ہیں؟"

نواب صاحب: "سلیم کو دعا دے رہا ہوں بیٹی!"

آئینہ: "مجھے نہیں ——؟"

نواب صاحب: (ہنس کر) "تم اور سلیم علیحدہ تو نہیں ہو۔ ایک کو دعا دینا ہی کافی ہے"

آئینہ: "میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔"

نواب صاحب (ہنسنے لگے) "اچھا بتاؤ کیا دعا دوں، جلد سے جلد تم سلیم کی ہو جاؤ۔"

آئینہ نے شرما کر سلیم کی طرف نظر اٹھائی تو وہ بھی اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

سلیم: "نانا جان کو دوا دے دو آئینہ! وقت ہو گیا ہے۔"

بیرے نے آکر کہا کہ نواب صاحب کے دوست صدیق احمد صاحب آئے ہیں

نواب صاحب: "بیٹی تم اندر چلی جاؤ۔"

سلیم: (اٹھتے ہوئے) "نانا جان! اب میں بھی جاتا ہوں۔"

"اچھا بیٹا — خدا حافظ!"

دونوں اُٹھ کر اندر چلے گئے۔ آئینہ کے کمرے میں بیٹھے ہی تھے کہ بیرے نے چائے کی ٹرے لا کر رکھ دی۔

آئینہ: "ناناجان کے یہاں چائے ناشتہ وغیرہ لے جانا۔ صدیق صاحب آئے ہوئے ہیں"

بیرا بہت اچھا کہہ کر چلا گیا۔ اور آئینہ نے ناشتہ کی پلیٹ آگے بڑھا دی۔

سلیم: "نہیں جان! صرف ایک پیالی چائے"

"بڑی خراب عادت ہے آپ کی میٹھے ٹکڑے میں نے اپنے ہاتھ سے تیار کئے ہیں"

سلیم نے ایک ٹکڑا اٹھا لیا اور دوسرا ٹکڑا زبردستی آئینہ کے منہ میں دے دیا۔ آئینہ مسکرا کر چائے بنانے لگی۔

سلیم چائے پی کر اُٹھا تو آئینہ بھی کھڑی ہوگئی اور مسکرا کر اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ سلیم نے مسکرا کر "اوں ہوں" کہا اور ہونٹوں کی طرف اشارہ کیا۔

آئینہ: "چلیئے! آپ بڑے شریر ہیں" اور سلیم کے چوڑے چکلے سینے میں منہ چھپا لیا۔

سلیم نے اسے لپٹا لیا۔ اس کے رخساروں پر آئی ہوئی کالی لٹوں کو سنوار دیا۔ پھر اسے الگ کر کے خدا حافظ کہا اور باہر نکل گیا۔

(۱۶)

ایک دن سلیم نے کہا "ناناجان! آپ نے ڈھاکہ میں زمین کے لئے کہا تھا۔ وہاں سے خبر آئی ہے، ایک ہندو کا بہت بڑا مکان خالی ہے۔ چاروں طرف کافی زمین ہے جو دو بیگھہ کے قریب ہوگی۔ آپ کہیں تو اسے خرید لیا جائے، مکان دو منزلہ ہے "رائے باڑی" کے نام سے مشہور ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہیں تو چلئے۔ دو روز کے لئے ہو آئیں پسند ہونے پر خرید لیا جائے گا۔"

نواب صاحب "میری پسند کا کیا ہے۔ تمہیں اگر پسند ہو تو خرید لو۔"

سلیم "نہیں ناناجان! آپ کا جانا ضروری ہے۔ مجھے بھی اپنا نرسنگ ہوم دیکھنا ہے۔ آئینہ کو بھی ساتھ لیتے چلئے۔ انہیں اگر پسند نہ آیا تو مجھے قصوروار ٹھہرائیں گی۔"

نواب صاحب: (ہنس کر) "یہ کس طرح کہہ رہے ہو سلیم! آئینہ اور تمہیں
تصور وار ٹھہرانے"

سلیم نے بھی ہنس کر جواب دیا "اپنی چیز خود پسند کرنا چاہیئے نانا جان!"
اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ سلیم نے فون اٹھالیا۔
"کون؟ سلیم! میں آئینہ بول رہی ہوں۔ کب آئے؟"
سلیم نے فون نواب صاحب کو دے دیا۔
نواب صاحب نے کہا "آئینہ! تم آج صبح سے گئی ہو تو اب تک
آنے کا نام نہیں لیا۔ سلیم بہت دیر سے بیٹھا ہوا ہے، جلد چلی آؤ"
آئینہ: "انہیں بھیج دیجئے نانا جان! مجھے لے جائیں۔ ریاض بھائی بھی نہیں
ہیں۔ میں کس کے ساتھ آؤں؟"
نواب صاحب: "اچھا بھیجتا ہوں" انہوں نے فون رکھ دیا اور پھر سلیم سے کہا
"تم آئینہ کو لے آؤ بیٹا کوئی لانے والا نہیں ہے"
سلیم "بہت اچھا!" کہہ کر آئینہ کو لانے چلا گیا۔
آئینہ اور افروزہ برآمدے میں کھڑی تھیں۔ کار دیکھ کر نیچے اتر آئیں۔
اور سلیم نے دوسری طرف کا دروازہ کھول دیا۔
سعیدہ: "سلیم بھائی اوپر نہیں آئیے گا؟"
سلیم: "آج نہیں، مجھے کام ہے" اور پھر کار اسٹارٹ کردی۔

آئینہ: "آپ نے میری بات کا جواب نہ دے کر فون ناناجان کو کیوں دے دیا؟"

سلیم چپ چاپ موٹر چلاتا رہا۔

آئینہ: "جواب کیوں نہیں دیتے؟"

سلیم: "کیا جواب دوں؟"

آئینہ: "کیوں میری باتوں کا کوئی جواب ہی نہیں ہے؟"

سلیم: "ہے تو، مگر تمہیں دوستوں سے فرصت ملے تو میری سُنو۔"

آئینہ: "اچھا اب سمجھی، جناب کا مزاج گرم ہے۔"

سلیم سگریٹ پینے لگا۔ کار رُکنے پر دربان نے دروازہ کھول دیا۔

نواب صاحب: "سارا دن تم نے وہاں گزار دیا۔"

آئینہ: "میں تو آپ سے اجازت لے کر گئی تھی۔"

"ہاں۔ مگر شام کو سلیم آنا ہے۔ تم جانتی ہو۔ اچھا سُنو، سلیم کے منیجر نے ڈھاکہ سے خبر دی ہے کہ وہاں ایک گھر کے ساتھ کافی زمین بِک رہی ہے۔ سلیم کا خیال ہے کہ اسے لے لیا جائے۔ اس کا دیکھا ہوا ہے۔ مگر یہ بھی خیال ہے کہ میں اور تم جا کر دیکھ آئیں۔ چلو دو روز کے لئے ڈھاکہ ہو آئیں۔"

آئینہ: "میرا تو کالج کھلا ہوا ہے ناناجان! میں دیکھ کر کیا کروں گی۔ آپ چلے جائیے۔"

نواب صاحب: "صرف میری پسند سے کیا ہوگا، اور سلیم کا خیال بھی یہی ہے۔"

آئینہ: "کیا خیال ہے ان کا؟"

نواب صاحب: "بعد میں اگر تم کو پسند نہ آئے تو تم سلیم کو قصور وار ٹھہراؤ گی۔"

آئینہ: "اچھا یہ بات ہے۔ تب تو میں جاؤں گی ہی نہیں۔"

نواب صاحب: "ارے یہ کیوں، سلیم تم چپ ہو۔ یہ کیا کہہ رہی ہے۔ سُن رہے ہو۔"

سلیم: "آپ دونوں فیصلہ کر لیجئے نانا جان! پرسوں صبح کے پلین سے میں ڈھاکہ جا رہا ہوں۔"

نواب صاحب: "فیصلہ کیا کرنا ہے۔ تم ہم دونوں کے لئے بھی سیٹ بُک کروا لو۔" یہ کہہ کر وہ نماز پڑھنے کے لئے اُٹھ کر چلے گئے۔

آئینہ: "قیام کہاں ہو گا؟"

سلیم: "اگر غریب خانہ پسند نہ ہو تو تمہاری پھوپھی کا محل موجود ہے۔"

آئینہ: "سلیم! میں بڑی دیر سے تمہاری سب باتیں برداشت کر رہی ہوں، مگر تم ہو کہ مجھے طعنے پر طعنہ دیئے ہی جا رہے ہو۔"

سلیم: "اپنی نہیں کہتیں۔ کل آیا تو معلوم ہوا کسی پروفیسر کے یہاں دعوت میں گئی ہیں۔ آج آیا تو دوست کے یہاں گئی ہیں۔ پرسوں بھی نہ جانے کہاں گئی ہوئی تھیں! تم خوب جانتی ہو کہ میری دنیا صرف تمہیں دیکھنے تک رہ گئی ہے۔ ملنے کی امید تو کم ہے۔ ہاں، خوب یاد آیا وہ پروفیسر صاحب کون ہیں۔ کنوارے ہیں یا شادی شدہ؟"

آئینہ: "کنوارے ہیں پھر کیا مطلب ہے اس سے تمہارا!"

سلیم : کچھ نہیں، ویسے ہی پوچھ رہا تھا "

آئینہ : (سلیم کے ہاتھ کو پکڑ کر) " میرے ساتھ آؤ " اور اپنے کمرے میں لے جاکر الماری سے ایک البم نکال لائی اور ایک فوٹو دکھا کر کہا " اسے دیکھو "

سلیم نے البم بے گرد دیکھا۔ کوئی پچاس برس کے ہوں گے، ایک صاحب کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور سامنے میز پر موٹی موٹی کتابیں بکھری پڑی ہیں۔ نیچے نام لکھا ہوا ہے پروفیسر احمد۔

" دیکھا انہیں۔ کل ان کے یہاں گئی تھی۔ ان کے لڑکے کی سالگرہ تھی "

سلیم نے مسکرا کر البم واپس دے دیا۔

" یقین آیا یا نہیں ؟"

" تم جو کہہ رہی ہو یقین کیے لیتا ہوں "

" تو میں جھوٹ کہہ رہی ہوں ؟"

" یہ میں نے کب کہا۔ !"

" تمہاری باتوں سے تو یہی پتہ چلتا ہے "

" میں کیا اور میری بات ہی کیا !"

" آج کیا ہوگیا ہے صاف کیوں نہیں کہتے !"

(اٹھ کر) " اچھا ! اب چلا، بہت دیر سے آیا ہوا ہوں "

"جب تک آپ صاف صاف نہ کہیں گے میں جانے تھوڑی ہی دوں گی۔"

سلیم: "یہ بڑی زبردستی ہے تمہاری۔"

آئینہ (قریب آکر سلیم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر) "کیا ہوا ہے بتا دو۔"

"کچھ بھی نہیں!" سلیم نے کہا۔

آئینہ: "بتا دو، میں اس کی تلافی کر دوں گی۔"

سلیم: "مجھے کوئی حق تو نہیں۔ پھر بھی کہتا ہوں کہ تم شام کو کہیں نہ جایا کرو۔ میں اس وقت آتا ہوں اور تمہیں موجود نہ پا کر دل بیٹھ جاتا ہے۔"

آئینہ: (مسکرا کر) "اچھا وعدہ کرتی ہوں کہ شام کو کہیں نہ جاؤں گی۔"

سلیم آئینہ کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر بڑی دیر تک اسے تکتا رہا پھر خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا۔

تیسرے دن نواب صاحب سلیم اور آئینہ ڈھاکہ روانہ ہو گئے۔ ڈھاکہ ائیرپورٹ پر سلیم کے منیجر اور سلیم کے چچا انتظار کر رہے تھے سلیم اپنے چچا اور منیجر سے ملا اور نواب صاحب اور آئینہ کو ملوایا۔ پھر سب کار میں سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ کار سلیم کے عالی شان مکان میں جا کر رکی تو دربان نے سلام کر کے گیٹ کھول دیا۔ سب اتر کے اوپر گئے۔ سلیم کا سکریٹری ساتھ تھا۔ پرانے منشی اور خدمت گار نے بھی آکر سلام کیا۔ سلیم نے مسکرا کر سب کو

سلام کا جواب دو اور حالات پوچھے۔

نواب صاحب گھوم پھر کر سارا مکان دیکھنے لگے۔ ایک سے ایک قیمتی چیزیں نفاست کا اعلیٰ نمونہ تھیں اور اپنے مالک کی پسند کی داد دے رہی تھیں۔

نواب صاحب: "میں حیرت میں ہوں سلیم! کہ یہ سب چھوڑ کر تم کلکتہ میں کیسے رہتے ہو!"

سلیم: "انگلینڈ سے آنے کے بعد مجھے کلکتہ میڈیکل کالج ہی میں جگہ مل گئی اور مجھے چارج لینا پڑا۔ میرے ایک دوست بھی وہاں ہیں۔ اور انہوں نے کسی طرح مجھے نہ چھوڑا۔ پھر میں نے اپنا نرسنگ ہوم بنا لیا اور وہاں کا کام چھوڑ دیا۔"

نواب صاحب: "اب جتنی جلد ہو سکے یہاں چلے آؤ۔ کلکتہ کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔"

سلیم: "دعا کیجئے ---!"

خدمت گار نے آکر کہا: "حضور غسل خانہ میں پانی لگا دیا ہے اور چائے بھی تیار ہے۔"

"ناناجان آئیے!" اور آئینہ کو بھی اشارہ کیا۔

ڈرائنگ روم کے دوسری طرف گسٹ روم تھا۔ "یہ رہا ناناجان آپ کا کمرہ۔" اور باتھ روم دکھا کر "یہ رہا باتھ روم۔ یہ دوسری طرف

میرا کمرہ ہے۔ آپ کو کچھ ضرورت ہو تو فیضو بھیّا سے کہہ دیجئے گا۔ آپ کے پاس یہ رہیں گے۔ فیضو بھیّا، ابّا کے وقت کے خدمت گار ہیں۔ اور بڑے پرہیزگار ہیں۔ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہونے دیں گے۔"

"آؤ آئینہ! تمہیں بھی تمہارا کمرہ دکھا دوں۔" اور پھر وہ اس کو لے کر دوسری طرف چلا گیا۔ ایک کمرے کا پردہ اٹھا کر اندر گیا۔ یہ کمرہ ہر طرح سے آراستہ تھا۔ "یہ کمرہ خاکسار کا ہے۔ امید ہے کہ تمہیں پسند آئے گا۔ اور یہ رہا باتھ روم، تمہارے پاس یہ میری دودھ شریک بہن فیروزہ رہیں گی۔ میری انا کو تو تم نے بھی دیکھا ہی ہے۔ وہ بھی بڑی رحم دل عورت ہیں۔" یہ کہہ کر باہر جاتے ہوئے کہا۔ "چلو باتھ روم سے ہو آؤ۔"

فیروزہ پاس ہی کھڑی تھی "کچھ ضرورت ہو تو کہئے!"

آئینہ: "نہیں فیروزہ، تم یہاں بیٹھو میں باتھ روم سے ہو آؤں!"

کچھ دیر بعد آئینہ تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں پہنچی، اور سب نے تھوڑا تھوڑا ناشتہ کیا۔ پھر سب نواب صاحب کی "رائے باڑی" دیکھنے روانہ ہوئے۔ بچھراپنے نرسنگ ہوم میں لے گئے۔ بہت خوبصورت سنئے ڈیزائن کا تین منزلہ مکان۔ ہر طرف آئینے لگے ہوئے، اور چاروں طرف بہت بڑا کمپاؤنڈ تھا۔ یہ ابھی تک مکمل نہیں ہوا تھا۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے، اور اپنی رائے باڑی کو دیکھ کر تو اسی وقت بیعانہ دینے

کے لئے تیار ہو گئے۔

سلیم: "کل تک بیعانہ ہو جائے گا "رلئے باڑی" کی مرمت اور کچھ بدلوانا ہو تو آپ کو یہاں رہنا ہو گا۔ آپ جلد کلکتہ چھوڑ دیجئے۔ جب تک مکان تیار نہ ہو آپ میرے یہاں رہئے گا۔ امی جان بھی آجائیں گی۔"

نواب صاحب: "اور تم کب تک آؤ گے؟"

سلیم: "مجھے بھی جلد ہی آنا چاہئے۔ نرسنگ ہوم کے سامان کے لئے آرڈر دے دیا گیا ہے۔ وہ سب امریکہ اور لندن سے آئے گا۔ مجھے یہاں رہنا پڑے گا۔"

پھر سب گھر واپس آگئے۔ شام کو سلیم نے کہا "چلئے نانا جان! سنیما دیکھ آئیں۔"

نواب صاحب ہنسنے لگے۔ "میں اور سنیما! میں نے تو بارہ تیرہ سال سے سنیما نہیں دیکھا۔ میں جانتا ہوں کس لئے میری خوشامد ہو رہی ہے۔ تم دونوں جاؤ، اور یہ آئینہ چاہتی بھی نہیں کہ تم دونوں کے بیچ میں کوئی تیسرا ہو، اور مجھ بوڑھے کو دیکھ کر لوگ ہنسیں گے۔"

"نہیں ہنسے گا کون؟"

نواب صاحب: "تم دونوں جاؤ، میری یہی خوشی ہے۔" آئینہ اٹھ کر تیار ہونے چلی گئی۔

سلیم کی چھوٹی سی لال گاڑی کھڑی تھی، دونوں اتر کر نیچے آئے۔
سلیم نے دروازہ کھول دیا۔ آئینہ بیٹھ گئی تو کار اسٹارٹ کر دی گئی۔

سینما ہال میں سلیم کے ایک پرانے دوست سعید اور ان کی بیوی سے ملاقات ہو گئی۔

سعید: "ارے سلیم! تم کب آئے؟" اور آئینہ کو استعجاب سے دیکھنے لگے۔
سلیم نے تاڑ لیا کہ سعید آئینہ کو دیکھ کر حیران ہے۔

"آج ہی صبح آیا ہوں" آئینہ کی طرف اشارہ کرکے "ان سے ملو، یہ نواب امجد حسین صاحب کی نواسی ہیں۔ ان کے نانا صاحب بھی آئے ہوئے ہیں۔" پھر آئینہ کو سعید اور ان کی بیوی سے ملایا۔

سعید: "اچھا، تم سب یہاں ٹھہرو میں بکس ریزرو کرکے آتا ہوں" اور وہ جلدی سے اندر چلا گیا۔

کچھ دیر بعد سعید ٹکٹ لے آئے اور چاروں اندر بکس پر جا بیٹھے۔
سعید نے انٹرول میں کہا "سلیم کل رات کا کھانا میرے یہاں کھاؤ۔ کچھ دیر کے لئے مل بیٹھیں گے۔ دیوانے دو۔ پرانی دوستی کی جلا ہو جائے گی۔"

مسز سعید نے آئینہ سے کہا "سینما ختم ہونے پر تمہارے نانا جان کو بھی دعوت دیتی جاؤں گی — میں نے تمہیں تم کہا ہے برا تو نہیں مانا؟"

"نہیں بھابھی، ضرور تم کہئے۔ تم میں اپنائیت زیادہ ہے۔"

سعید: "آپ لوگوں سے مل کر دل خوش ہو گیا۔"

آئینہ: "شکریہ!"

مسز سعید: "کیوں آئینہ! میرے غریب خانہ پر آنے میں کوئی تکلف تو نہ ہوگا۔"

آئینہ: "آپ ناناجان سے کہئے۔ وہ اگر راضی ہوں تو میری کوئی اپنی مرضی نہیں۔"

سینما ختم ہونے پر سلیم اور آئینہ اپنی کار میں روانہ ہوئے، اور وہ دونوں اپنی کار میں۔ کار چلاتے ہوئے سلیم نے اپنا ایک ہاتھ آئینہ کے گلے میں حمائل کر کے اسے اپنی طرف کھینچنا چاہا۔

آئینہ: "ایکسیڈنٹ کرنے کا ارادہ ہے کیا؟"

سلیم: "علیحدہ جینے سے تو ایک ساتھ مرجانا بہتر ہے۔"

گھر پہنچ کر سعید نے نواب صاحب کو بھی کھانے کی دعوت دی اور کچھ دیر بعد واپس چلے گئے۔

کئی دن کی پریشانی کے بعد گھر کا بیعانہ ہو گیا تو نواب صاحب نے کہا "چلو آئینہ! آج تمہاری پھوپھی کے یہاں ہو آئیں۔ کئی دن ہو گئے ہیں، جو کچھ نہ سنائیں کم ہے۔ سلیم تمہاری کار آج مل سکے گی؟"

سلیم: "کار تو حاضر ہے، جب جی چاہے لے جائیں"

شام کو آئینہ اور نواب صاحب غنی حیدر صاحب کے یہاں پہنچے۔ آئینہ کے پھوپھا نیچے کھڑے تھے۔ نواب صاحب کو دیکھ کر کہنے لگے "آئیے چچا صاحب! آپ تو کئی دن سے آئے ہوئے ہیں، اور غریبوں کو آج یاد کیا۔"

نواب صاحب: "ہاں بھئی اب میں مستقلاً یہاں چلا آنا چاہتا ہوں۔ اب کلکتہ میں دل نہیں لگتا۔ یہاں میں نے ایک مکان خرید لیا ہے اسی پریشانی میں کئی دن گزر گئے۔"

پھوپھی نے تو جیسے ہی ان لوگوں کو دیکھا رونا شروع کر دیا۔ "ہائے لڑکی آج کئی دن سے ڈھاکہ آئی ہوئی ہے اور میں اب یاد آئی ہوں اور ادھر میں ہوں کہ صورت دیکھنے کے لئے تڑپتی ہوں۔ آج میرا بھائی ہوتا تو یوں ملنے نہ آتی۔ اور مجھے چھوڑ کر غیروں کے یہاں پڑی نہ رہتی۔"

نواب صاحب: "ایسا نہ کہو بیٹی۔ آج اگر سلیم نہ ہوتا تو تم آئینہ کا وجود بھی نہ پاتیں۔ اس نے ہر طرح ہم لوگوں کی مدد کی ہے۔ میرا جب گھر لٹ گیا تو میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں تھا۔ اسی نے روپے پیسے سے بھی مدد کی۔ یہاں بھی اسی کے ساتھ ہی آیا ہوں۔ اس کے پاس نہ ٹھہرتا تو احسان فراموشی ہوتی۔"

غنی حیدر صاحب نے کہا: "جو خرچ کیا ہے اس کا ڈبل لینے کا

ارادہ ہے، جانتا ہے کہ نواب صاحب کا بنک بیلنس بہت ہے"۔
نواب صاحب:" یہ باتیں تمہاری فضول ہیں۔ اس کو خدا نے بہت کچھ دیا ہے"۔
پھوپھی:" اری ریحانہ! تو کھڑی کھڑی دیکھ کیا رہی ہے۔ اپنی بہن کو لے جا اور حمیدن سے کہو یہاں چائے لے آئے"۔

ریحانہ آئینہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں لے گئی۔" آپا۔ امی جان اور ابا جان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے گا۔ میں جانتی ہوں کہ آپ میری بھابھی ہونے والی ہیں۔ مگر میں دعا کرتی ہوں کہ آپ اس گھر میں نہ آئیں"۔
آئینہ: (تعجب سے)" یہ کیوں؟"
ریحانہ:" مجھے یہ باتیں تو نہ کہنا چاہیئے مگر آپ کو دیکھ کر مجھے افسوس ہوتا ہے کہ آپ اگر اس گھر میں آئیں تو یہ پھول سا چہرہ مرجھا جائے گا!"
آئینہ:" تمہاری باتیں سُن کر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ ریحانہ!"
ریحانہ:" حیرت ہونا ہی چاہیئے۔ میں جب آپ کے پاس ہونے اور کامیابی کی خبر سُنتی تھی تو میرا دل روتا تھا کہ یہاں اس کی قدر نہ ہو سکے گی"۔
آئینہ:" کیا تمہارے بھیا کا بھی یہی خیال ہے"۔
ریحانہ:" وہ تو آپ سے شادی ہی نہیں کرنا چاہتے۔ امی جان نے کہا کہ شادی تو تجھے آئینہ سے ہی کرنا ہوگی۔ اگر دل چاہے تو اور ایک شادی کر لینا۔ مگر میں اپنے بھائی کی جائداد کسی دوسرے

کے گھر نہ جانے دوں گی، اور پھر وہ تیری منگیتر بھی ہے — اس لئے بھیا خاموش ہو گئے۔"

آئینہ: "امتحان تو ہو گیا، اب تک کیوں نہیں آئے؟"

حمیدہ چائے لے آئی اور دونوں چائے پینے لگیں۔ چائے پی کر ڈرائنگ روم میں آ بیٹھیں۔

پھوپھی: "آپ کا کب تک ارادہ ہے ڈھاکہ آنے کا؟"

نواب صاحب: "اگلے مہینے آئینہ کا ایم اے فائنل کا امتحان ہے، ہو جائے تو آ جاؤں گا۔"

پھوپھی: "اتنا پڑھ کر اسے کیا کرنا ہے۔ بہت پڑھ چکی۔"

نواب صاحب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ چائے پی کر کہا۔ "اب اجازت دو، زندگی رہی تو ملاقات ہو گی!"

پھوپھی: "مجھے تو شکایت ہے کہ آپ نے ایک وقت کا کھانا بھی میرے یہاں نہ کھایا۔"

نواب صاحب: "کھانے کا کیا ہے بیٹی! انشاء اللہ یہاں آ جاؤں تو پھر روز کھلانا۔"

آئینہ سب کو سلام کر کے جب ریحانہ سے ملی تو اس نے چپکے سے کہا۔ "آپا! میں نے جو کچھ کہا ہے اس کی خبر کسی کو نہ ہو۔ میری آپا آج باہر گئی ہوئی ہیں۔ ان کے سامنے کوئی بات نہ کیجئے گا۔"

آئینہ: "اطمینان رکھو میں کوئی بات ایسی نہ کروں گی جس میں تم بدنام ہو۔"
گھر پر آئی تو سلیم انتظار میں ٹہل رہا تھا۔ نواب صاحب مختصراً وہاں کا حال کہہ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ آئینہ اپنے کمرے میں آئی تو سلیم نے کہا:

سلیم: "کاش آج بیرسٹر صاحب ہوتے!"

آئینہ: "کیوں؟"

سلیم: "آج تمہیں دیکھ کر اپنے ہوش کھو بیٹھتے۔"

آئینہ: "مگر آپ تو صحیح سلامت بیٹھے ہیں، کیا محبت ختم ہو گئی؟"

سلیم: "میں اپنے ہوش میں کب ہوں۔ ہوش تو پہلے ہی کھو بیٹھا۔"

آئینہ سلیم کے پاس بیٹھ گئی "سلیم! آج میں ایک نئی بات دیکھ کر آئی ہوں۔"

سلیم: "وہ کیا؟"

آئینہ نے ریحانہ کی سب باتیں دہرا دیں۔

سلیم (تعجب سے) "کہیں تمہیں آزما تو نہیں رہی تھی؟"

آئینہ: "معلوم تو نہیں ہوتا۔ اگر واقعی یہ سب سچ ہے تو بتاؤ سلیم میں کیا کروں۔ میری جان تو بڑی مشکل میں ہے۔ میں اگر ذرا بھی اس وقت منہ کھولوں تو ہماری پھوپھی جان میرے مرے ہوئے ماں باپ کو اور میرے سب سے پیارے نانا جان کو ہزاروں صلواتیں سنا

ڈالیں گی اور میری تعلیم کو بُرا بھلا کہیں گی "

سلیم (کچھ دیر چپ رہ کر) " یہ تو میرے کہنے کی بات نہیں آئینہ۔ یہ تو تمہیں فیصلہ کرنا ہے۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ایسے ہی میں بدنام ہوں۔ تمہارے روپے پر نظر جمائے بیٹھا ہوں آج خود ہی سُن آئی ہو "

آئینہ (ہنس کر) " میرے روپے پر نہ سہی مگر مجھ پر تو نظر ہے "

سلیم نے بھی ہنس کر جواب دیا " ہاں ! یہ تو ضرور ہے " پھر اسے اپنے دونوں ہاتھوں کے حلقے میں لے کر اس کے بالوں کی بھینی بھینی خوشبو سونگھنے لگا۔

آئینہ (الگ ہو کر) " تمہیں ہر وقت شرارت سوجھتی ہے۔ کوئی دیکھ لے تو ۔ ؟ "

اتنے میں باہر سے فیروزہ نے کہا " کھانا تیار ہے "۔ اور دونوں اٹھ کر باہر آگئے دوسرے روز سب کلکتہ روانہ ہو گئے

(۱۷)

سلیم کی والدہ نواب صاحب کے وہاں تھیں۔ انہوں نے پوچھا:
"ابا جان! وہاں تکلیف تو نہیں ہوئی؟"
نواب صاحب: "توبہ کرو بیٹی۔ سلیم میرے ساتھ رہے اور مجھے تکلیف پہنچے!"
سلیم کی والدہ: "یہ تو آپ کی محبت ہے۔"
دن گزرتے رہے نواب صاحب اور سلیم آہستہ آہستہ سب چیزیں ڈھاکہ بھیجتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نواب صاحب نے اپنے دونوں مکان بھی بیچ دیئے۔
آئینہ اور شہناز اپنے امتحان کی تیاری میں لگی ہوئی تھیں۔
ایک روز رات کے دس بجے سلیم آیا تو آئینہ پڑھ رہی تھی۔
سلیم: "یہ کیا۔ دس بج چکے ہیں اب پڑھنا ختم کرو۔ سنتا ہوں رات

رات بھر پڑھتی رہتی ہو!"

آئینہ کھڑی ہو گئی اور سلیم اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔

آئینہ: "کیا دیکھ رہے ہیں؟"

سلیم: "کچھ نہیں۔"

آئینہ: "ضرور کوئی بات ہے، جبھی اس طرح دیکھ رہے ہیں!"

سلیم: "کوئی بات نہیں۔ ویسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اب سو جاؤ۔ کل تو امتحان نہیں۔ کل دن کو اچھی طرح پڑھ لینا۔"

آئینہ: "کل آئیں گے؟"

سلیم: "ضرور آؤں گا۔" اور پھر اس کے ہاتھ کو ہونٹوں تک لے گیا۔

"خدا حافظ!"

"شب بخیر!"

خدا خدا کر کے امتحان ختم ہوا۔ تو نواب صاحب نے سلیم سے کہا "اب ڈھاکہ جانے کی تیاری کرو۔"

سلیم: "ہاں نانا جان! اب چلنا چاہیئے۔ میرا بھی یہاں کا کام ختم ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر کریم نے کام سنبھال لیا ہے۔"

دوسرے روز بیگم واحد نواب صاحب کے وہاں آئیں تو سلیم کی والدہ بھی آئی ہوئی تھیں۔ باتوں باتوں میں شادی کا ذکر چھڑ گیا۔ شادی کی باتیں

سُن کر سعیدہ، آئینہ اور شہناز اٹھ کر آئینہ کے کمرے میں چلی گئیں۔

مسز واجد (نواب صاحب سے) "آپ ہم لوگوں کے مربی ہیں۔ بھائی صاحب اپنی دلی آرزو آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں کہ شہناز کے لئے اپنے ریاض کی خواستگاری کرتی ہوں"۔

سلیم کی والدہ: "اور سعیدہ کے لئے اگر میں اپنے حمید کو پیش کردوں تو!"

مسز واجد: "مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بہن آپ کی اگر خواہش ہو تو سعیدہ کو آپ اپنی بہو بنا سکتی ہیں"۔

سلیم کی والدہ: "بڑی خوشی ہوئی۔ میری بڑی آرزو ہے کہ سعیدہ حمید کی دلہن بنے۔ ابا جان ان سب باتوں کا فیصلہ کردیں گے!"

مسز واجد: "میں تو آج بھائی صاحب کے پاس اسی خیال سے آئی تھی۔ اچھا ہوا آپ بھی مل گئیں۔ بیرسٹر صاحب اور بھائی صاحب اور سب باتیں طے کرلیں گے"۔

نواب صاحب: "مجھے بڑی خوشی ہوئی تم لوگوں کی باتیں سُن کر میری اپنی رائے بھی بہت دنوں سے یہی تھی۔ شکر ہے تم دونوں نے بھی یہی فیصلہ کیا"۔

سلیم کی والدہ: "میں سلیم اور حمید سے بھی پوچھ لوں!"

نواب صاحب: "مجھے امید ہے کہ وہ دونوں کبھی تمہاری مرضی کے خلاف

نہ کریں گے۔ منگنی یہاں کر دو۔ شادی انشاء اللہ ڈھاکہ جا کر ہوگی"۔
" ڈھاکہ میں میرا مکان بھی اس وقت تک تیار ہو جائے گا"۔
سلیم کی والدہ: "آپ جانتے ہیں ابّا جان؛ کہ مجھے اس بات کا ڈر ہے۔ سلیم کی شادی اگر کہیں ٹھیک نہ ہوئی تو حمید کسی طرح بھی وہ شادی کے لئے راضی نہ ہوگا۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ سلیم آئینہ کے سوا اور کسی سے شادی نہ کرے گا۔ شاید میری قسمت میں اس کی شادی دیکھنا نہیں ہے۔ (یہ کہہ کر وہ رونے لگیں)

نواب صاحب: "اطمینان رکھو بیٹی؛ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ سلیم کی شادی آئینہ ہی سے ہوگی"۔

مسز واجد: "اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ یہ بچپن کی منگنی بھی کیا مصیبت ہے"۔
اسی وقت سلیم اور حمید آ پہنچے۔ اپنی امّی کو روتا دیکھ کر بے چین ہو گئے۔
"امّی کیا بات ہے؟"
سلیم کی امّی نے آنسو پونچھ لئے اور کہا: "کچھ نہیں، تم لوگوں کو دعا دے رہی ہوں"۔
سلیم اور حمید نے سب کو گومگوں کی حالت میں دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہاں معاملہ نازک ہے۔ بہتر ہے کہ یہاں سے ٹل جائیں۔ اور دونوں اُٹھ کر

اندر چلے گئے۔ آئینہ کے کمرے میں پہنچے تو وہاں بھی تینوں چپ بیٹھی ہوئی تھیں۔

سلیم: "کیا بات ہے بھئی۔ وہاں بھی گول میز کانفرنس ہو رہی ہے۔ اور یہاں تم سب خاموش ہو۔ بات کیا ہے؟"

آئینہ: "سب کچھ آپ کے لئے ہو رہا ہے۔"

سلیم: (تعجب سے) "میرے لئے؟"

آئینہ: "جی ہاں! آپ کے لئے۔ آپ شادی نہیں کرتے اور آپ کے بغیر حمید بھائی شادی نہیں کرنا چاہتے۔ شہناز کی شادی میں بھی رکاوٹ ہے۔"

سلیم: (ہنس کر) اچھا یہ بات ہے تو میں اعلان کرتا ہوں کہ شادی کرنے کو میں آج۔ ابھی اسی وقت تیار ہوں، مگر تم بھی تو راضی ہو۔"

آئینہ: "میرے راضی ہونے سے کیا مطلب ہے؟"

سلیم: "تم اگر راضی نہ ہو تو شادی کیسے ہو گی!"

آئینہ: "مجھ بدبخت کے سوا کیا دنیا میں اور کوئی لڑکی نہیں ہے؟"

سلیم نے ایک سگریٹ سلگایا پھر کہا "یہ بات ہے، تم چاہتی ہو کہ میں کسی دوسری لڑکی سے شادی کر لوں؟"

آئینہ: "میرے چاہنے اور نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ مگر آپ کی

اس ضد نے سب کو پریشان کر رکھا ہے "۔

سلیم (سگریٹ پھینک کر) "مجھے معلوم نہ تھا کہ تمہارا دل مجھ سے بھر گیا ہے۔ صاف کیوں نہیں کہتیں کہ اب میری ضرورت نہیں شاید بیرسٹر صاحب آرہے ہیں۔ مجھے راستے سے ہٹانا چاہتی ہو۔ میری شادی کی آڑ کیوں لے رہی ہو۔؟"

آئینہ: "آپ کو یقین ہے کہ میرا دل آپ سے بھر گیا ہے؟"

سلیم: "یہ تم جانو۔ حسین لڑکیوں کو سمجھنا بڑی مشکل پہیلی ہے"۔

آئینہ (روتے ہوئے) "آپ کی سب باتیں سننے کے لئے میں تیار ہوں۔ مگر خدارا آپ خالہ جان کا دل نہ دکھائیے۔ ان کی آرزو پوری کر دیجئے"۔

سلیم: (اٹھتے ہوئے) "شکریہ آپ کی نصیحتوں کا۔ میں اپنی امی کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ باہر جانے لگا۔

آئینہ رونے لگی۔

حمید نے جلدی سے جا کر سلیم کو پکڑا۔ "کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ چلے کہاں؟"

سلیم: "کاش کہ میں پاگل ہو جاتا۔ سنا نہیں تم نے! اب میرا یہاں کیا کام ہے؟"

سعیدہ: "سُنئے بھائی! جب تک آپ شادی نہ کریں گے، یعنی آئینہ سے آپ کی شادی نہ ہو جائے گی اس وقت تک میں بھی شادی نہ کروں گی۔ آئینہ میری بڑی پیاری دوست ہے، اور بچپن کی سہیلی بھی اسے بے چین چھوڑ کر میں خوش نہیں رہ سکتی۔ حمید صاحب کو اجازت ہے۔ میری طرف سے۔ وہ اگر میرا انتظار نہ کر سکیں تو جہاں چاہیں شادی کر سکتے ہیں۔"

حمید: "ہائے اللہ! یہ مجھ غریب پر کیوں برس رہی ہو؟"

سعیدہ: "سلیم بھائی! مگر شہناز کی شادی ریاض بھائی سے ہو جانا چاہئے۔"

سلیم: "کیا خالہ جان نے خواستگاری کی ہے؟"

سعیدہ: "ہاں!"

سلیم: "بہت بہتر ہے، میں امی جان سے کہوں گا کہ جلد سے جلد یہ کام ہو جائے، چلو حمید۔"

سعیدہ: "مگر آپ آئینہ سے روٹھ کر جا رہے ہیں۔ دیکھئے تو وہ کتنا رو رہی ہے!"

سلیم (پھیکی ہنسی سے) "میں کیا اور میرا روٹھنا کیا۔ انہیں منع کرو سعیدہ ان قیمتی آنسوؤں کو میرے لئے نہ ضائع نہ کریں۔ میں انہیں بھول جانے کی کوشش کروں گا۔" اور وہ باہر چلا گیا۔

آئینہ، سعیدہ کی گود میں منہ چھپا کر رونے لگی — کچھ دیر تینوں خاموش رہیں پھر شہناز نے کہا:

شہناز: "اٹھیئے آپا! بھیّا ویسے ہی کہہ رہے ہیں۔ نہ وہ آپ کو بھول سکتے ہیں نہ آپ ان کو"

سعیدہ: "تم نے بہت برا کیا، سلیم بھیا کو ناراض کر دیا"

آئینہ: "آہ! میں کدھر جاؤں۔ تمہیں بتاؤ سعیدہ!"

سعیدہ: "تم اتنی کمزور ہو، مجھے معلوم نہ تھا۔ تم صاف جواب کیوں نہیں دے دیتیں کہ تمہیں یہ منگنی پسند نہیں۔ اور جبکہ تمہاری پھوپھی کا حال بھی سب کچھ معلوم ہو گیا ہے"

فیروزہ نے آکر کہا "مہمان جا رہے ہیں، آپ لوگوں کو وہاں بلایا جا رہا ہے"

"منہ ہاتھ دھو آؤ"

آئینہ، سعیدہ اور شہناز جب ڈرائنگ روم میں آئیں تو سلیم بیٹھا ہوا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔ "اجازت دیجئے نانا جان"

سلیم کی والدہ جب آئینہ نے سلام کیا تو انہوں نے اسے سینے سے لگا لیا۔ یہ دیکھ کر سلیم کمرے سے باہر نکل گیا۔ آئینہ نے بھی محسوس کیا کہ سلیم اس سے بچنا چاہتا ہے۔

جاتے وقت آئینہ نے مسز واجد سے کہا "چچی جان! سعیدہ کو رہنے دیجئے آج میری طبیعت نہ جانے کیوں خراب ہو رہی ہے"

بیگم واجد: "رکھ لو بیٹی! واقعی تمہارا چہرہ اترا ہوا ہے۔ طبیعت خراب معلوم ہوتی ہو تو سلیم کو دکھا لو"

سلیم کی والدہ: "تم نے اتنی دیر سے کہا کیوں نہیں بیٹی! حمید سلیم کو بلاؤ"

آئینہ: "نہیں خالہ جان! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سونے سے ٹھیک ہو جائے گی"

مگر حمید تو بہانہ ڈھونڈھ رہا تھا، وہ سلیم کو بلا لایا

حمید: "ذرا دیکھنا آئینہ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے"

سلیم نے گھور کر حمید کو دیکھا ـ سعیدہ نے جلدی سے کہا۔

"رات اگر طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو فون کر دوں گی"

"پھر بھی" سلیم کی والدہ نے کہا "ایک پیالہ گرم دودھ پی کر سو رہو بیٹی، اور رات میں خدا نہ کرے، اگر ضرورت ہو تو بلا توقف فون کر دینا"

آئینہ رات دیر تک سعیدہ سے باتیں کرتی رہی۔

رات دو بجے آئینہ نے سعیدہ کو اٹھایا "سعیدہ میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔ کلیجے میں بھی درد ہو رہا ہے۔ ذرا پانی پلاؤ"

سعیدہ نے پانی پلایا۔ پھر پیشانی پر ہاتھ رکھا تو وہ آگ کی طرح جل رہی تھی "ارے تمہیں تو بخار ہے۔ میں سر دباتی ہوں۔ تم سونے کی کوشش کرو۔ کچھ دیر بعد ٹمپریچر لیا تو ایک سو تین بخار تھا۔ یوڈی کلون دینے پر کچھ دیر بعد آئینہ کو نیند آ گئی۔ صبح آنکھ کھلی تو بہت تیز بخار تھا اور وہ اول فول بک رہی تھی۔

سعیدہ نے گھبرا کر کہا "میں سلیم بھائی کو فون کرتی ہوں"۔

آئینہ نے سعیدہ کا آنچل پکڑ کر کہا "نہیں۔ مجھے مرنے دو"۔

سعیدہ (آنچل چھڑاتے ہوئے) "تم تو پاگل ہو گئی ہو"۔

آئینہ "اگر مجھے موت نہیں آتی تو مجھے پاگل ہی ہو جانے دو۔ کسی طرح میں ان کے راستے سے ہٹ جاؤں"۔

سعیدہ "اچھا میں نانا جان سے تو کہہ آؤں۔ اب تک میں نے انہیں بھی خبر نہیں دی"۔

سعیدہ نے پہلے نواب صاحب سے کہا پھر سلیم کو فون کیا۔

شہناز نے کہا "بھیا تو صبح صبح باہر چلے گئے آئیں گے تو بھیج دوں گی"۔

سعیدہ نے ہاسپٹل میں فون کیا مگر وہاں بھی سلیم نہیں ملا۔

وہ فون کر کے آئینہ کے پاس آئی نواب صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔

"سلیم بھائی نہیں ہیں۔ کسی دوسرے ڈاکٹر کو بلا لیجئے"۔

نواب صاحب : " اور کچھ دیر دیکھ لوں ۔"

گھنٹہ بھر بعد سعیدہ نے پھر ہاسپٹل میں فون کیا ۔

ڈاکٹر سلیم بول رہا ہوں ۔

سعیدہ : " ارے بھیّا صبح سے آپ کو ڈھونڈ رہی ہوں ۔ آپ کہاں چلے گئے تھے ؟"

سلیم : " بدنصیبوں کا کہیں ٹھکانہ نہیں ۔ اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا "

سعیدہ : " اچھا سُنیئے ۔ آئینہ کو کل رات سے بہت بخار ہے ۔ کیا آپ ابھی نہیں آسکتے ؟"

سلیم : " کسی دوسرے ڈاکٹر کو بلالو سعیدہ ، میں تو ابھی آپریشن روم میں جا رہا ہوں " یہ کہہ کر اس نے فون رکھ دیا ۔

سعیدہ نے کئی بار رنگ کیا مگر کسی نے فون نہیں اُٹھایا ۔ سعیدہ نے بات بناتے کے لئے نواب صاحب سے کہہ دیا " سلیم بھیّا اپریشن روم میں ہیں ۔ انہیں آنے میں دیر ہوگی ۔ یہ نزدیک جو ڈاکٹر مجید ہیں انہیں بلا لیجئے ۔"

نواب صاحب : " کیا کروں وہ تو بہت دنوں سے کسی دوسرے ڈاکٹر کا علاج بھی نہیں کرتی ۔"

نواب صاحب نے ڈاکٹر مجید کو فون کر دیا ۔

ادھر سعیدہ بے چین کہ کیا کرے ۔ اس نے پھر سلیم کو فون کیا ۔ اس

کے بیرے نے کہا "صاحب اپریشن روم میں ہیں"۔ حالانکہ سلیم وہیں بیٹھا ہوا تھا۔

سعیدہ کو بہت تعجّب ہوا۔ پھر اچانک اس کو خیال آیا کہ آج تو اس کا اپریشن کا دن بھی نہیں۔ ڈاکٹر مجید نے دیکھ بھال کر کے کہا۔ "گھبرانے کی بات نہیں ہے"۔ پھر نسخہ لکھ کر اور اپنی فیس لے کر وہ چلے گئے۔ نواب صاحب دوا لانے کے لئے منیجر کو بلانے گئے۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد آئینہ نے سعیدہ سے کہا "کیوں! سلیم کو بلانے کا شوق مٹ چکا۔ وہ نہیں آئے گا۔ دیکھ لینا تم اب وہ کبھی نہ آئے گا۔ تم نے کل دیکھا نہیں کہ اس نے میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنا گوارہ نہیں کیا۔"

سعیدہ: "تم اچھی ہو جاؤ تو جواب دوں گی، اور وہ آپریشن روم میں ہیں۔ آئیں کیسے؟"

آئینہ: "تم مجھے بہلاتی ہو۔ میں ابھی اپنے ہوش میں ہوں۔ آج آپریشن کا دن نہیں ہے"۔

وقت گزرتا گیا اور آئینہ کی بے چینی بھی بڑھتی گئی۔ آخر سعیدہ نے سوچا کہ حمید سے کیوں نہ کہا جائے۔ اس نے حمید کو فون کیا اور سب باتیں کہہ دیں۔

حمید: "تم نے مجھے پہلے کیوں فون نہیں کیا۔ میں ابھی سلیم کو لے کر آتا ہوں۔

کیسے نہ آئے گا ۔"

آئینہ بخار کی شدّت سے بدحواس تھی ـــــ دو بجے حمید سلیم کو لے کر آپہنچا ۔سعیدہ سلیم کو دیکھ کر چونک پڑی ۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کئی راتوں کا جاگا ہوا ہے ۔ بال پریشان ، آنکھوں میں خمار ۔

سلیم کرسی کھینچ کر آئینہ کے پاس بیٹھ گیا اور ہاتھ اٹھا کر نبض دیکھنے لگا ۔ آئینہ نے چونک کر آنکھیں کھول دیں ۔ "کون ہو تم ، مجھے پریشان نہ کرو ۔ سلیم میرے پاس نہیں ۔ میں اس کے لیے مرگئی "۔ ہاتھ جھٹک کر "جاؤ جاؤ سعیدہ سعیدہ !" اور پھر وہ بے ہوش ہوگئی ۔

نواب صاحب رونے لگے ۔ حمید اُنہیں لے کر چلا گیا ۔

سلیم : "سعیدہ تم پاس بیٹھو ۔ میں انجکشن دوں گا ۔" اور پھر وہ ہاتھ دھونے چلا گیا ۔ سلیم نے انجکشن دیا ۔ آئینہ نے پھر آنکھیں کھولیں جو بخار میں اور بھی نشیلی ہوگئی تھیں ۔ اپنے چاروں طرف دیکھا ۔ پھر اپنے آپ بڑبڑانے لگی ۔ "سعیدہ ، دیکھا تم نے ، سلیم نہیں آیا ، اسے اپنی نئی دلہن سے فرصت کہاں !" یہ کہہ کر پھر بے ہوش ہوگئی ۔ سلیم اور سعیدہ اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگے ۔

نواب صاحب اور حمید آکر بیٹھے "آئینہ کیسی ہے اب ؟"

"نانا جان آپ گھبرائیے نہیں ، انجکشن دے دیا ہے ۔ آرام ہو جائے گا ۔

آپ جائیے۔ کھانا کھا کر آرام کیجئے ہم سب یہاں ہیں"۔

سعیدہ: "آپ نے بھی تو نہ کھایا ہوگا۔ آپ سب پہلے کھانا کھا آئیے"۔

نواب صاحب اور سعیدہ اٹھ کر باہر چلے گئے۔ حمیدہ نے کہا "میں ذرا فون کر آؤں، خالہ جان پریشان ہوں گی"۔

سلیم کچھ دیر آئینہ کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کے سینہ میں منہ چھپا کر رونے لگا۔ سعیدہ نے آکر سلیم کو روتے دیکھا۔ آہستہ سے پیٹھ پر ہاتھ رکھا سلیم چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ "مجھے معاف کرنا سعیدہ، میں اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ اتنی زیادہ اس کی طبیعت خراب ہے، مجھے معلوم نہ تھا"۔

سعیدہ: "مجھے خود تعجب تھا بھیّا، کہ آئینہ کی طبیعت خراب سُن کر بھی آپ بہانہ بنا رہے تھے۔ حالانکہ آج آپ کا اپریشن کا دن بھی نہیں تھا"۔

سلیم: "اپنی بدنصیبی پر اور کیا کہوں ـ!"

شام سات بجے آئینہ نے آنکھیں کھولیں اور سلیم کو دیکھ کر پھر آنکھیں بند کر لیں۔ بخار اس وقت کچھ کم ہو گیا تھا۔

سلیم پھر ایک انجکشن بنالایا تو آئینہ نے ہاتھ چادر کے اندر کر لیا۔

سعیدہ: "یہ کیا انجکشن لگانے دو"۔

آئینہ نے پھر بھی کچھ نہ کہا۔

سلیم: "آئینہ! تمہیں اس کی قسم ہے جسے تم دنیا میں سب سے زیادہ

چاہتی ہو۔ تم نہیں جانتیں اس کے دل پر اس وقت کیا گزر رہی ہے۔ انجکشن لے لو، پھر جو دل چاہے تکلیف پہنچا لینا "

آئینہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ سعیدہ نے آنسو پونچھے۔

سلیم پاس آکر بیٹھ گیا اور ہاتھ سے سر سہلانے لگا۔ سعیدہ نے سر میں یوڈی کلون مَلا۔ آرام ہونے پر آئینہ نے پھر آنکھیں بند کرلیں۔

سلیم کی والدہ، شہناز سب ہی آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے آکر دیکھا۔ اور آئینہ کو سوتا دیکھ کر باہر چلی گئیں۔ کئی دن اسی پریشانی میں گزر گئے۔ آئینہ اب اچھی ہوگئی تھی۔ سلیم دیکھنے آیا تو وہ تکیہ کے سہارے بیٹھی تھی۔ آئینہ کے پاس بیٹھ کر اور اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر "کیسی طبیعت ہے ؟"

آئینہ نے جواب تو نہیں دیا مگر ہاتھ چھڑا لیا۔

"کیا میرا قصور اتنا بڑا ہے جو معاف نہیں ہو سکتا !"

"کس نے آپ کو قصور وار ٹھہرایا ہے ؟"

"تم نے اپنی بے ہوشی میں مجھے بہت کچھ کہہ ڈالا۔ خیر میں اس کی پروا نہیں کرتا۔ پہل بھی تم نے کی تھی "

"آپ اپنی امی کو تکلیف دے رہے ہیں !"

"نہیں، کبھی نہیں۔ امی مجھ سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتیں۔ میں نے ان سے سب کچھ کہہ دیا ہے۔ وہ مجھ پر زبردستی نہیں کریں گی "

"توآپ شادی نہیں کریں گے ؟"

"ضرور کروں گا !"

"کب ۔ ؟"

"جب تم راضی ہو جاؤ گی ۔"

آئینہ: "پھر وہی بات !"

سلیم: (ہنس کر) "اب میں کچھ کہوں گا تو تم پھر روٹھ جاؤ گی۔ سُن لو اب کبھی میری شادی کے بارے میں تم کچھ نہ کہو گی۔ شہناز اور سعیدہ گواہ رہیں گی۔"

آئینہ: "میں گواہ نہیں مانتی ۔"

سلیم: (ہنس کر اور اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر) "دیکھو آئینہ ! اب اگر تم نے کچھ کہا تو زبردستی تم سے شادی کرلوں گا۔"

آئینہ: "وہ کیسے ؟"

سلیم: "اس طرح کہ پہلے تمہیں یہاں سے اُڑا لے جاؤں گا۔ پھر کہیں جا کر شادی کرلوں گا ۔"

سعیدہ: "ٹھیک کہا سلیم بھائی ۔ یہی سزا ہے اس کی ۔"

سلیم: "ہاں ! میں یہی سزا دوں گا اب !"

آئینہ نے ترچھی نگاہ سے سلیم کو دیکھا ۔

سلیم مسکرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور ایک انجکشن دے کر بولا ۔

سلیم: "اچھی ہو جاؤ تو ڈھا کہ جانا ہے۔ وہاں تمہارا انتظار ہو رہا ہے"

آئینہ: "اگر تم نے پھر مجھے چھیڑا تو یاد رکھنا کہ زہر کھا کر تمہیں اس کی سزا دوں گی"

سلیم (جلدی سے کان پکڑ کر) "کان پکڑتا ہوں۔ اب کبھی نہ کہوں گا"

شہناز اور سعیدہ نے قہقہہ لگایا اور سلیم چلا گیا۔

(۱۸)

سلیم اور حمید اپنی امّی کے پاس بیٹھے ہیں۔ شہناز کی شادی کا مسئلہ چھڑا ہوا ہے "بیٹا! یہ لوگ پہلے منگنی کر دینا چاہتے ہیں۔ شادی سال بھر جا کر ہوگی"۔

حمید: "منگنی یہاں ہو جانے میں ہرج ہی کیا ہے؟"

سلیم: "اور حمید کی منگنی بھی ساتھ ہی کر دیجئے"۔

حمید: "یہ نہیں ہو سکتا۔ میں ابھی شادی نہیں کروں گا۔"

سلیم: حمید، بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ تمہاری منگنی بھی ہو جانا چاہیئے"۔

حمید: "اور جناب کیا یوں ہی بیٹھے رہیں گے؟"

سلیم: (اپنی امّی کے گلے میں ہاتھ دے کر) "امّی! آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ میں نے آپ کو سب کچھ بتا دیا ہے۔ معاف کیجئے امّی! میں نے کبھی آپ کے حکم کے خلاف نہیں کیا۔ اس بارے میں مجھے مجبور نہ کیجئے۔

آپ اگر حکم دیں تو میں کسی جگہ بھی شادی کرنے کو تیار ہوں۔ مگر آپ اپنے بیٹے سے ہاتھ دھولیں گی۔"

سلیم کی امّی بھی سلیم کو پٹا کر رونے لگیں "میں ناراض نہیں بیٹا، مگر بڑی آرزو تھی کہ تم دونوں کو ایک ساتھ دولہا بنا دیکھوں۔"

سلیم: "میں تو مر رہا ہوں امّی۔ آئینہ کو دیکھئے۔ وہ بے چاری کس طرح مجبور کر دی گئی ہے۔ آپ بھی ماں ہیں۔ ماں کے دل سے دیکھئے۔"

سلیم کی والدہ: (اپنے آنسو پونچھ کر) "میں سب سمجھتی ہوں بیٹا۔ اسی لئے تو میں تمہیں مجبور نہیں کرتی۔ دعا کرتی ہوں کہ خدا اس کی مشکل آسان کر دے۔"

حمید: "آمین۔"

سلیم: "کچھ دن میرے لئے انتظار کیجئے۔ مگر حمید اور شہناز کی منگنی ہو جانا چاہئے — آج ہی نانا جان کے پاس چلئے۔ رات چچا کو بھی ڈھاکہ ٹرنک کال کر دوں گا۔"

"مغرب کی نماز پڑھ کر جاؤں گی۔ تم ہاسپٹل جاتے وقت مجھے وہاں چھوڑ جانا۔"

نواب صاحب اور آئینہ بالکونی میں بیٹھے تھے۔ ان لوگوں کو آتا دیکھ کر خوش ہو گئے۔ سلیم نے جاتے وقت کہا۔ "میں آج کھانا یہیں کھاؤں گا آئینہ۔

تم میرے لئے کچھ پکا رکھنا "

سلیم کی والدہ :" ارے تم نے تو میری بیٹی کو حکم دے دیا۔ اتنی جلد وہ بے چاری کیا پکائے گی "!

سلیم : میں کیا جانوں مجھے تو کھانے سے مطلب ہے !"

آئینہ :" تو دال پکائے دیتی ہوں "!

سلیم :" تمہارا دل اگر مجھے دال ہی کھلانا چاہے تو وہی پکا لینا "۔

سلیم چلا گیا، آئینہ اور شہناز بھی اٹھ کر اندر چلی آئیں۔ ریفریجریٹر میں گوشت تھا۔ اسے نکال کر باورچی خانہ میں آگئیں۔ ادھر نواب صاحب اور سلیم کی والدہ میں شادی کی بات چیت ہونے لگی ۔۔۔ نواب صاحب نے وعدہ کیا وہ سب ٹھیک کرادیں گے ۔

رات سب کھانے کے بعد واپس ہوگئے ۔

دوسرے روز نواب صاحب مسٹر واحد کے یہاں گئے اور تاریخ وغیرہ ٹھیک کر آئے۔ اسی مہینہ کی پندرہ اور سترہ کو منگنی کی تاریخ مقرر ہوئی ۔ سعیدہ نے یہ سن کر بڑے ہاتھ پیر مارے مگر آئینہ کے سمجھانے سے چپ ہوگئی۔ ادھر حمید بھی سلیم پر بہت گرم ہوئے مگر سلیم نے سمجھایا :" تم تو میرے لئے بے چین ہو رہے ہو مگر یقین کرو کہ میں شادی تو ضرور کروں گا مگر آئینہ سے اور جب تک اس کا کوئی فیصلہ نہ ہو شادی نہیں کرسکتا۔ پھر تم سب

میرے لئے کیوں بیٹھے رہو۔ ! شہناز چلی جائے گی۔ امّی جان کو سہارے کی ضرورت ہے۔ سعیدہ آجائے گی تو امّی جان کو کچھ تو تسلّی ہو جائے گی ؛

دونوں طرف منگنی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سلیم کی والدہ نے سعیدہ کے لئے زمرّد کا سیٹ اور دو جوڑے کپڑے تیار کئے۔ مٹھائی وغیرہ لے کر بڑی دھوم سے منگنی کرنے گئیں۔ آئینہ نے سعیدہ کو سجایا۔ زیور پہناتے ہوئے کہا۔ " یہ حمید بھائی کی طرف سے میں پہنا رہی ہوں ؛

سعیدہ نے اپنے چاروں طرف دیکھا اور اطمینان کرکے کہ کوئی وہاں ہے تو نہیں، بولی ؛ چل ہٹ چھوکری ! یہ تو خالہ جان نے دیا ہے۔ تیرے حمید بھائی تو ایک ہی کنجوس ہیں۔ وہ کیا دیں گے !"

آئینہ ؛ ارے یہ دلہن تو بڑی بے حیا ہے۔ پٹر پٹر بولے جا رہی ہے۔ میں حمید بھائی سے کہہ دوں گی ! "

سعیدہ ؛ کہہ دینا۔ میں کیا تیرے حمید بھائی سے ڈرتی ہوں "۔

کھانے کے بعد منگنی کی رسم ادا ہوئی۔ پھر سب واپس ہوئے۔ دوسرے روز حمید کے لئے یہاں سے انگوٹھی اور سوٹ کا کپڑا گیا۔ وہاں بھی چائے کی پارٹی تھی۔

تیسرے دن شہناز کی منگنی تھی۔ سعیدہ بھی جانے کے لئے ضد کرنے لگی۔

بیگم واحد ؛ ارے لڑکی ! تو کیسے وہاں جائے گی ؟ "

بیرسٹر صاحب ادھر سے جا رہے تھے۔ انھوں نے پوچھا: "ماں بیٹی میں کیا بات ہو رہی ہے؟"

بیگم واجد: "سنیئے تو ذرا، یہ لڑکی میرے ساتھ جانے کے لئے ضد کر رہی ہے"۔

بیرسٹر صاحب: "یہ کون سی بڑی بات ہے۔ لے چلو"۔

بیگم واجد: "آپ بھی خوب ہیں۔ اس گھر میں اس کی منگنی ہوئی ہے، اور وہاں اسے لے جاؤں، لوگ کیا کہیں گے؟"

بیرسٹر صاحب: "لوگوں کو کہنے دو۔ تمہارا کیا ارادہ ہے۔ اسے حمید سے پردہ کراؤگی۔ میں اس کے خلاف ہوں۔ شادی میں ابھی بہت دیر ہے۔ سب کے سامنے جائے اور اصل آدمی سے پردہ کرے، اگر پہلے سے پردہ کرتی تو خیر کوئی بات نہ تھی۔"

بیگم واجد: "اچھا میں لئے چلتی ہوں۔ جیسے باپ ہیں ویسی ہی تو بیٹی ہوگی"۔ پھر سعیدہ سے جو ایک طرف سر جھکائے کھڑی تھی کہا: "کیا دیکھ رہی ہو، جانے کی تیاری کرو"۔

سعیدہ جلدی سے باہر نکل گئی۔

بیگم واجد: "بڑے مزے سے بیٹی کو اجازت دے دی"۔

بیرسٹر صاحب: (ہنس کر) "تم نے اپنے دن کیوں بھلا دیئے۔ منگنی کے بعد جب میں تمہارے یہاں جاتا تھا۔ تو تم دریچے سے چھپ چھپ کر مجھے دیکھتی تھیں۔ بھول گئیں"۔

بیگم واجد: نے بیٹھے اپنی کہانی ۔ مجھے کیا غرض پڑی تھی کسی کو دیکھنے کی ۔" یہ کہہ کر باہر جانے لگیں ۔

بیرسٹر صاحب: تو ناراض کیوں ہوتی ہو ۔ تم نہیں ، میں ہی جاتا تھا نہیں دیکھنے ۔"

بیگم واجد: " اچھا آپ باہر جائیں ۔ مجھے جلد تیار ہونا ہے ۔ آپ کا سوٹ وغیرہ سب تیار ہے ۔ آپ بھی جلد تیار ہو جائیے "۔

بیگم واجد نے شہناز کو موتیوں کا سیٹ اور دو خوبصورت ساڑیاں دیں ۔ وہاں بھی کھانے کا انتظام تھا ۔ ریاض نے چپکے سے آئینہ کے ہاتھ میں ایک خوبصورت ہیرے کی انگوٹھی دی کہ شہناز کو پہنا دینا ۔ وہ اس نے شہناز کی انگلیوں میں پہنا دی ۔

سلیم نے رات آئینہ کو اکیلے پا کر کہا " کاش میری بھی منگنی ہو جاتی "۔

آئینہ (ہنس کر) " دل بہت چاہ رہا ہے !"

سلیم: دل ہی تو ہے ، کیوں نہ چاہے ۔ اور تم کو دیکھ دیکھ کر اور بھی ارمان کروٹیں لے رہی ہیں "۔

آئینہ: " تو کر لو منگنی یا شادی جو بھی دل چاہے ۔ میری قسمت میں جو ہے وہ ہوگا "۔

سلیم (اس کے گالوں کو انگلیوں سے پکڑ کر) " سچ ۔ ؟"

آئینہ: بالکل سچ!"

سلیم نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا: "نہیں میں اپنی آئینہ کو بدنام نہیں کروں گا۔"

آئینہ: "تو بیٹھے رہو میرے انتظار میں۔"

سلیم: "میں ساری زندگی انتظار کر سکتا ہوں جانِ سلیم!"

آئینہ: "سلیم شادی اگر کروں گی تو تم ہی سے۔ کسی دوسرے کا خیال بھی میرے لئے گناہ ہے، مگر وقت کا انتظار ہے۔ بیرسٹر صاحب کو آلینے دو۔ دیکھوں وہ کیا کرتے ہیں؟"

سلیم: کیا نیند آرہی ہے اٹھ کھڑی ہوئیں؟"

آئینہ: "نیند بھی آرہی ہے اور تھکی ہوئی بھی ہوں۔"

سلیم: (اٹھ کر) "اچھا خدا حافظ! خوابوں میں بھی مجھے دیکھتی رہنا۔"

آئینہ (ہنس کر) "وہ تو جاگتے بھی دیکھتی رہتی ہوں۔"

سلیم ہنس کر باہر نکل گیا۔ آئینہ شہناز کے پاس آئی تو وہ لیٹی ہوئی تھی۔

"کیا ریاض بھائی کو یاد کر رہی ہو۔"

شہناز: "آپ اب تک کسے یاد کر رہی تھیں؟"

آئینہ: "میں کسے یاد کروں۔؟"

شہناز: "میرے بھائی کو۔"

آئینہ: "میں تو اب تک ان کے پاس ہی تھی۔ انہیں کیا یاد کروں، وہ تو ہر وقت میری آنکھوں اور دل کے قریب رہتے ہیں۔"

شہناز: "سچ آئینہ آپا۔ میں اپنے بھائی کی قسمت پر رشک کرتی ہوں۔ کاش میں بھی آپ کی طرح ہوتی!"

آئینہ: (شہناز کو پیار کر کے) "کیا کمی ہے تم میں۔ تم تو اپنے بھائی کی تصویر ہو۔"

یہ سن کر شہناز ہنس دی اور پھر دونوں باتیں کرتی ہوئی سو گئیں۔

(۱۹)

سلیم اور نواب صاحب وغیرہ ڈھاکہ چلے گئے۔ سلیم کی مشینیں وغیرہ بھی امریکہ اور دوسرے ملکوں سے پہنچ گئیں۔ سلیم وہاں پہنچتے ہی مصروف ہو گیا۔ وہ ہر وقت نرسنگ ہوم میں رہنے لگا۔ کام بڑے زوروں پر چل نکلا۔ شہناز اور آئینہ کا ایم اے اور بی اے کا ڈپلومہ بھی آگیا۔

نواب صاحب اب تک سلیم کے یہاں ہی ہیں۔ آئینہ کی پھوپھی اچانک ایک دن پہنچیں کہ آئندہ پیر کو شفیق آرہا ہے، اور انہوں نے نواب صاحب وغیرہ کو ائیرپورٹ جانے کی دعوت دی۔ وہ آج کل تھوڑا بہت سلیم کی والدہ سے ملنے لگی تھیں۔ دو ایک بار اپنے ہاں آنے کے لئے کہا تھا لیکن سلیم کی والدہ نے بڑی خوش اسلوبی سے انکار کر دیا تھا۔ جاتے جاتے بھی نواب صاحب کو یاد دلاتی گئیں کہ آئینہ کو ائیرپورٹ ضرور لے جائیں۔

ان کے جانے کے بعد نواب صاحب نے سلیم کی والدہ سے کہا :

" اب بتاؤ بیٹی ! وہ تو کہہ گئیں ۔ کیا آئینہ ایئرپورٹ جانے کے لئے راضی ہو جائے گی ۔ مجھے تو یقین نہیں ہے ؟"

سلیم کی والدہ : " میں کیا کہہ سکتی ہوں ابّا جان ! پھر بھی ہم سب غیر ٹھہرے ' مگر میرے خیال میں آئینہ کو جانا چاہئے ۔ کہیں لوگ کچھ بُرا نہ سمجھیں ' کیونکہ آئینہ پردہ کرتی تھیں ۔ ویسے بھی وہ لوگ ہم سبھوں کو پسند نہیں کرتے ۔ کہیں گے میں نے جانے نہ دیا ہوگا ۔"

نواب صاحب : " ان کی پسند نا پسند سے کیا ہوتا ہے ۔ میں تم لوگوں کو نہیں چھوڑ سکتا ۔"

سلیم کی والدہ : " اس کا بدلہ وہ آئینہ سے لیں گی ۔ ابّا جان آپ لوگوں نے ایسے گھر میں اپنی لڑکی کیسے دے دی تھی ؟"

نواب صاحب : " آہ ، یہ نہ پوچھو ! یہ ایک الگ کہانی ہے ۔ میرے داماد بڑے اچھے تھے ، مگر مرحوم کی ایک کمزوری یہ تھی کہ وہ اپنی بہن کی باتیں بہت سنتے تھے ۔ یہ بڑی بھی ہیں اور انہوں نے میرے داماد کی پرورش بھی کی تھی ، جس کا بدلہ آج وہ میری آئینہ سے لینا چاہتی ہیں ۔ ان کی ماں بھی کم عمری ہی میں مر گئی تھیں ۔ یہی دو بہن بھائی چھوڑے تھے ، اور بیوی کے غم میں میرے سمدھی بھی دنیا چھوڑ چکے

تھے۔ جو کچھ تھا، وہ ان دونوں کو دے کر حج بیت اللہ کو چلے گئے اور
واپس نہ آئے "۔۔ پھر وہ سلیم سے مخاطب ہوئے "سلیم تم آئینہ
کو سمجھاؤ، وہ تمہاری بات نہ ٹال سکے گی "۔
"میں کہہ دوں گا نانا جان! آپ اطمینان رکھیے۔" اور پھر سلیم اٹھ کر
آئینہ کے کمرے میں آیا۔ "میں آسکتا ہوں ؟"
آئینہ لیٹی ہوئی ایک ناول پڑھ رہی تھی، سلیم کو دیکھ کر اُٹھ بیٹھی۔
سلیم پاس آ کر بیٹھ گیا۔ "کیا پڑھ رہی ہو ؟"
"دل بہلانے کے لئے ایک ناول لے بیٹھی تھی "۔
"تم تو ابھی میرے پاس ہو، پھر بھی دل گھبراتا ہے۔"
"دل ہی تو ہے۔ کبھی کبھی اداس بھی ہو جاتا ہے "۔
"اداس ہونے کے کیا معنی۔ اب تو بیرسٹر صاحب بھی پہنچ رہے
ہیں۔ دونوں طرف رسہ کشی شروع ہو جائے گی "۔
آئینہ: "تم ہر وقت شرارت کرتے رہتے ہو "۔
سلیم، (اس کی ٹھوڑی کو چھوتے ہوئے) "تم میری ہو آئینہ! میں تمہیں
کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑ سکتا، مگر میری ایک بات مانو گی ؟"
آئینہ: وہ کون سی بات ہے جس کے لئے آپ خوشامد پر اتر آئے ہیں ؟
سلیم: خوشامد نہیں۔ مگر پہلے وعدہ کر لو "۔

آئینہ۔ (سوچ کر) "نہ جانے تم کیا قبولوانا چاہتے ہو! پھر بھی وعدہ کرتی ہوں"۔
سلیم: "تمہاری پھوپھی سب کو ائرپورٹ جانے کی دعوت دے گئی ہیں۔
نانا جان کو ڈر ہے کہ تم ائرپورٹ نہ جاؤ گی۔ میں نے وعدہ کر لیا ہے کہ تم کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا"۔
آئینہ: "آپ پھولوں کے ہار لے جا کر استقبال کیجئے۔ مجھے تو معاف ہی رکھیئے"۔
سلیم (ہنس کر) "میں کیوں ہار پہناؤں۔ یہ رسم تو تم ادا کرو گی"۔
آئینہ: "تم جاؤ یہاں سے، میرا دل نہ جلاؤ"۔
سلیم: "جان سلیم! تم نہ جاؤ گی تو تمہاری پھوپھی کو کہنے کا موقع ملے گا۔
کیا ضرورت ہے کہ دوسرے کو موقع دیا جائے"۔
آئینہ: "نہیں، میں نہیں جاؤں گی"۔
سلیم: "نہیں آئینہ! ہم سب ہی کو ایسا راستہ اختیار کرنا چاہیئے کہ کوئی اعتراض نہ کر سکے۔ اور وہاں ڈر کس بات کا۔ کتنے لوگ جائیں گے۔
تم نے ابھی مجھ سے وعدہ کیا ہے آئینہ میری بات ماننے کا"۔
آئینہ: "تم کس دل کے ہو سلیم! اپنے رقیب سے بھی دوستی کرنا چاہتے ہو"۔
سلیم: "رقیب تو جب ہوتا کہ تم بھی اس سے کچھ اُنس رکھتیں۔ وہ بےچارا تو حق سے ہی محروم ہو رہا ہے"۔
آئینہ: "نہیں بہت افسوس ہے!"

سلیم: "ہاں! میں اس کی حق تلفی کر رہا ہوں۔ اس کی چیز پر حق جمائے بیٹھا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم میری ہو۔ حالانکہ مجھے پہلے معلوم نہ تھا کہ تمہاری منگنی ہو چکی ہے، تم کسی دوسرے کی امانت ہو۔ میں اگر اس کی تلافی کر سکتا تو ضرور کرتا۔ مگر میں بھی مجبور ہوں محبت سے۔"

آئینہ: (کچھ دیر چپ رہ کر) "تم چاہتے ہو کہ میں جاؤں؟"

سلیم: ہاں! اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ ویسے بھی وہ تمہارے پھوپھازاد بھائی ہیں۔"

آئینہ: "آپ بھی جائیں گے؟"

سلیم: "ہاں جاؤں گا۔ اور میرا خیال ہے کہ شہناز کو بھی لیتا جاؤں گا۔ یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہم انہیں غیر سمجھتے ہیں۔"

آئینہ: "اچھی بات ہے چلی چلوں گی۔"

سلیم: (اٹھتے ہوئے) "بڑی اچھی ہے میری آئینہ!"

آئینہ پھر لیٹ گئی: "خوشامد کرنا کوئی آپ سے سیکھے۔"

سلیم: "کیا خوشامد کی میں نے: لیٹ کیوں گئیں۔ کھاؤ گی نہیں کچھ؟"

آئینہ: "آپ لا کر کھلا دیجئے۔"

سلیم (ہنستے ہوئے) "یہ کام تو تمہارا ہے۔ میں تھکا ہوا آؤں گا اور تم اپنے

نازک ہاتھوں سے مجھے کھلاؤ گی "

آئینہ: (ہنس کر) " منہ دھو رکھئے "

سلیم: " منہ تو پہلے ہی دھو رکھا ہے (ہاتھ پکڑ کر) چلو اٹھو!"

آئینہ: " آپ جائیے میں آتی ہوں "

پیر کے روز صبح سات بجے سب ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ ساڑھے سات بجے پلین کلکتہ سے ڈھاکہ لینڈ کرنے والا تھا۔ سب انتظار کرنے لگے۔ آئینہ شہناز، حمید سب ہی آئے تھے، آج ریحانہ کی بڑی بہن رخسانہ بھی آئی ہوئی تھی۔

رخسانہ نے شہناز کے بارے میں پوچھا۔

آئینہ: " یہ ڈاکٹر صاحب کی بہن شہناز ہیں؟"

رخسانہ: " اور ان کے بھائی کون سے ہیں؟"

شہناز: " آئیے میں اپنے دونوں بھائیوں سے ملا دوں۔ یہ ہمارے سلیم بھائی اور یہ حمید بھائی ہیں "

رخسانہ نے سلام کیا اور گھور گھور کر سلیم کو دیکھنے لگی۔ اتنے میں پلین آگیا اور سب باہر نکل آئے۔

شفیق آکر امی اور ابا سے ملا۔ ریحانہ نے سلیم وغیرہ سے ملوایا پھر

کسٹم کے جھمیلے سے فرصت پاکر سب باہر نکل آئے۔

سلیم نے اپنی کار کا دروازہ کھول دیا۔ "آئیے شفیق صاحب میں پہنچا دوں!"

شفیق کی والدہ "نہیں نہیں اپنی کار میں چلا جائے گا۔ تم کیوں تکلف کرتے ہو۔"

سلیم: "تو پھر مجھے اجازت دیجئے مجھے نرسنگ ہوم جانا ہے۔ پھر نواب صاحب سے کہا "نانا جان! آپ تو ان لوگوں کے ساتھ جائیں گے۔ آئینہ کو بھی اپنے ساتھ لیتے جائیے!"

نواب صاحب نے کہا "اچھا —!"

اور سلیم، حمید و شہناز چلے گئے — غصہ سے آئینہ نے سلیم کو جاتے ہوئے دیکھا۔

پھر سب شفیق کے وہاں پہنچے۔

رخسانہ: "یہ سلیم صاحب چلے کیوں گئے آئینہ؟"

آئینہ: "ان کے نرسنگ ہوم کا وقت ہو گیا تھا۔"

کھانے کے بعد چار بجے کے قریب سب واپس ہوئے۔ آئینہ جو کپڑے بدلنے کے لئے اپنے کمرے میں گئی تو جب تک سلیم شام کو نرسنگ ہوم چلے نہ گئے اس نے دروازہ نہ کھولا۔ سلیم نے محسوس کیا کہ آئینہ کا موڈ خراب

ہو گیا ہے۔ مگر اس نے کچھ نہ کہا۔ نرسنگ ہوم چلا گیا۔

رات کو سلیم جب آیا تو آئینہ اور شہناز ڈرائنگ روم میں بیٹھی ریڈیو سُن رہی تھیں۔ سلیم کو دیکھ کر آئینہ اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی — سلیم نے مُسکرا کر شہناز کو دیکھا۔

شہناز: "بہت ناراض ہیں آپ سے۔ وہاں چھوڑ کر آپ چلے آئے"۔

سلیم: "میں جانتا ہوں، کھانا لگواؤ"۔

سلیم کپڑے بدل کر کھانے پر آ گیا۔ آئینہ نہ تھی۔ سلیم کی امّی نے شہناز کو بھیجا کہ آئینہ کو بلا لائے۔ آئینہ ان کے حکم پر آ تو گئی مگر اس نے کہا،

"میں کھانا نہیں کھاؤں گی خالہ جان"۔

سلیم کی والدہ: "کیوں بیٹی؟"

آئینہ: "بالکل بھوک نہیں ہے خالہ جان"۔

سلیم، (شرارت سے) "کیا وہاں زیادہ کھا لیا تھا؟"

آئینہ نے قہر کی نگاہوں سے سلیم کو دیکھا۔

سلیم کی والدہ: "نہیں بیٹی رات کو فاقہ نہیں کرتے۔ کچھ تو کھا لو"۔

با دلِ ناخواستہ آئینہ بیٹھ گئی۔ ایک کٹلٹ لے کر کھانے لگی۔ کھانے کے بعد آئینہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"میں اندر آ سکتا ہوں" اور ساتھ ہی پردہ سرکا کر سلیم اندر آ گیا۔

آئینہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو کر بالوں کو جھاڑ رہی تھی۔ سلیم اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا، اور اس کے بالوں کو لے کر سونگھنے لگا۔

آئینہ گھوم کر بال چھڑاتے ہوئے: "یہ کیا حرکت ہے!"

سلیم: "پیار کر رہا ہوں۔"

آئینہ: "اس وقت پیار کہاں گیا تھا جب دوسروں کے پاس چھوڑ کر چلے آئے تھے!"

سلیم: "کہیں بھی نہیں، اس وقت بھی پیار موجیں مار رہا تھا۔"

آئینہ: "مذاق کرتے شرم نہیں آتی!"

سلیم: "مذاق کون کم بخت کر رہا ہے۔ میں تو حقیقت بیان کر رہا ہوں۔"

آئینہ: "رہنے دیجئے اپنی حقیقت۔ شہناز کو لے کر چلے آئے اور مجھے چھوڑ آئے۔"

سلیم: "آئینہ! شہناز تو میری بہن تھی اسے لے آیا۔ تمہیں کس رشتہ سے لے آتا!"

آئینہ: "کیوں۔ آپ کے یہاں ہوں، آپ کے ساتھ گئی تھی۔ تو لانے میں کیا ہرج تھا!"

سلیم: "رہنے دو اپنی باتیں۔"

سلیم پھر اس کے بالوں کو سونگھنے لگا۔" آئینہ: تم کبھی کبھی بچوں کی سی

باتیں کرتی ہو۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میرا دل تمہیں دوسروں کے پاس چھوڑ کر آنے کو چاہتا تھا۔ مگر مجبوری بھی کوئی چیز ہے۔"

آئینہ: "میرا خیال تو کچھ ایسا ہی ہے کہ تم آج کل مجھ سے کنارہ کش ہونا چاہتے ہو!"

سلیم: "ٹھیک کہا تم نے، اور کچھ کہو، پھر ایسی سزا دوں گا کہ یاد ہی کرو گی!"

آئینہ: "کیا سزا دیں گے؟"

سلیم: (آگے بڑھ کر) "دیکھو گی!"

آئینہ: (ہاتھ چھڑا کر) "وہاں رخسانہ آپا بہت پوچھ رہی تھیں کہ آپ اتنی جلدی کیوں چلے گئے۔ بڑے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ تم سے ضرور بے تکلف ہوں گے۔"

سلیم: "پھر تم نے کیا کہا؟"

آئینہ: "بہت شوق ہو رہا ہے اپنی تعریف سننے کا!"

سلیم: "خود ہی بات چھیڑتی ہو اور خود ہی بدگمان ہوتی ہو!"

آئینہ: "مردوں کا کیا اعتبار!"

سلیم: "مردوں کا نہ کرو مگر سلیم کا تو کرو۔ اسے جس کا ہونا تھا ہو چکا!"

آئینہ: "شکریہ!"

سلیم: "ہاں۔ ہزار بار شکریہ ادا کرو۔"

آئینہ: "اب جائیے گیارہ بج رہے ہیں۔ صبح پھر اُٹھنا ہے یا نہیں!"

سلیم: "تم ناراض تو نہیں ہو!"

آئینہ: "تھی، مگر اب نہیں ہوں۔ رحم آگیا آپ پر"۔

سلیم: "سچ کہہ رہی ہو؟"

آئینہ: (مسکرا کر) "ہاں ۔!"

اور سلیم "خدا حافظ ۔!" کہہ کر اپنے کمرے میں آگیا۔

(۲۰)

نواب صاحب کی دارائے باڑہی مکمل ہو چکی ہے۔ پہلے روز بڑے بڑے عالموں کو بلا کر میلاد شریف ہوا۔ مولویوں کو کھانا کھلایا گیا۔ پھر دوسرے دن سب عزیزوں کی دعوت تھی۔ آئینہ کی پھوپھی کے وہاں خود نواب صاحب جا کر دعوت دے آئے۔

آئینہ کے نام سے مکان کا نام "آئینہ لاج" رکھا گیا تھا کوٹھی برقی قمقموں سے جگمگا رہی تھی۔ شام کو سب مہمان آنے شروع ہو گئے۔ کلکتہ سے بیگم واجد اور ریاض، سعیدہ بھی آئی ہوئی تھیں۔ واجد صاحب کام کی وجہ سے نہ آسکے تھے۔ سعیدہ آکر تو آئینہ کے گلے سے چمٹ گئی۔ پھر شہناز نے مزاج پوچھے۔ رخسانہ بھی خوب سج کر آئی تھی۔ شفیق صاحب بھی موجود تھے۔

رات کے کھانے کے بعد سب رخصت ہوئے۔ جاتے وقت آئینہ کی

پھوپھی نے کہا۔ "آئینہ! تم تو میرے یہاں آتی ہی نہیں۔ کلکتہ میں رہ کر لڑکی بالکل ہم لوگوں سے دور ہو گئی۔"

آئینہ: "نہیں پھوپھی جان! یہ بات نہیں بلکہ میں باہر ہی بہت کم جاتی ہوں۔ ناناجان کی طبیعت خراب رہتی ہے۔ انہیں اکیلا چھوڑ کر کہیں نہیں جاتی۔"

پھوپھی: "اچھا کل آؤ۔ ڈاکٹر صاحب آپ تو کبھی ہمارے یہاں آتے ہی نہیں کل ہمارے ساتھ شام کی چائے پیجئے۔"

سلیم: "مجھے تو فرصت بہت کم ملتی ہے۔ کل نہیں اور کسی دن آؤں گا۔"

شفق: "ہاں ہاں ڈاکٹر صاحب ضرور آئیے گا۔ آپ آئینہ کے خیرخواہ ہیں تو ہم لوگوں کے خیرخواہ بھی ضرور ہوں گے۔"

حمید: "ارے بیرسٹر صاحب! یہ بھی کوئی کہنے کی باتیں ہیں۔ آپ نے تو مجھے بلایا ہی نہیں ورنہ شام کے بدلے صبح ہی دوڑا آتا۔"

یہ سن کر سب ہنسنے لگے اور سلام و آداب کے بعد رخصت ہو گئے۔ سلیم و حمید آج رات یہیں رہ گئے۔ حمید چاہ رہا تھا کہ کسی طرح سعیدہ سے دو چار باتیں کر لے۔ آخر آئینہ کے کمرے میں آیا۔ آئینہ سمجھ گئی۔

"حمید بھائی! آپ ذرا یہاں بیٹھئے امیں اور شہناز نماز پڑھ کر ابھی آتے ہیں۔"

حمید (آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ کر) "ہم غریبوں کے لئے بھی دعا کرنا۔

مگر یہ سعیدہ بیگم کیا نماز نہیں پڑھیں گی !"

آئینہ اور شہناز جواب دینے کے بجائے باہر نکل گئیں۔

حمید (سعیدہ سے) "کیوں جناب! صبح سے آئی ہیں اور جھوٹے منہ میرا مزاج بھی نہ پوچھا۔"

سعیدہ: "میں تو دیکھ رہی ہوں کہ جناب کا مزاج بہت ہی اچھا ہے۔"

حمید: "یہ تو آج آئینہ کی خوشی میں تھا۔ ورنہ دلِ ناتواں بہت ہی خراب ہے۔"

سعیدہ: "پھر علاج کیجئے!"

حمید: "علاج تو جناب کے ہاتھ میں ہے۔"

سعیدہ: "میں کیا کوئی ڈاکٹر ہوں۔"

حمید: (سعیدہ کا ہاتھ پکڑ کر) "میرے لئے تو بہت کچھ ہو!"

سعیدہ (ہاتھ چھڑا کر) "چین سے بیٹھئے، آئینہ آجائے گی۔ بہتر ہے کہ سدھار جائیے وقت بہت ہو چکا ہے۔"

حمید: (اُٹھتے ہوئے) "تم تو مارنے دوڑتی ہو۔ ذرا یہ تو بتا دو کہ کلکتہ میں میری یاد بھی آتی تھی یا نہیں؟"

سعیدہ: "نہیں، میں کسی کو یاد واد نہیں کرتی!"

حمید: "بڑی بے درد ہو!"

سعیدہ: "اور جناب کتنی بار یاد کرتے تھے؟"

حمید: "یہ آئینہ سے پوچھ لو۔"

سعیدہ: "آئینہ بھی آپ ہی کی طرح کہے گی!"

حمید: "وہ تو تمہاری دوست ہے۔ میری طرح کیوں کہنے لگی۔"

آئینہ اور شہناز آگئیں تو حمید خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا۔

آئینہ اور سعیدہ اپنے کمرے میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں کہ شہناز ایک پیکٹ اٹھائے ہوئے آئی اور اسے آئینہ کی گود میں ڈال دیا۔

آئینہ: "ہائے اللہ یہ کیا —؟"

شہناز: "کھول کر دیکھئے —!"

آئینہ نے پیکٹ کھولا۔ اس میں پرنٹڈ شیفون ساری تھی، لکھا ہوا تھا:

"ریاض کی طرف سے۔"

آئینہ: (ہنس کر) "جب ہی تو میں سوچ رہی تھی کہ شہناز کہاں غائب ہو گئی ہم لوگوں کو کیا معلوم تھا کہ تحفہ لینے گئی ہیں۔"

شہناز: "میں کیوں جاتی، وہ خود بلا کر لے گئے تھے۔"

سعیدہ: "اللہ رے "وہ" کیا نام لیتے شرم آتی ہے۔"

شہناز: (شرما کر) "جائیے باجی۔ میں نہیں بولتی۔"

آئینہ: "اچھا سعیدہ! تم میرے بھائی کے لئے کیا لائیں؟"

سعیدہ: "منہ دھو رکھو۔ میں کیا لاتی!"

آئینہ: "ٹھیک ہے، تم خود جو آئی ہو۔ یہی تحفہ کیا کم ہے۔"

سعیدہ (آئینہ کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے) "بڑی بے حیا ہو گئی ہو۔ ڈاکٹر کی صحبت میں رہ کر شرم و حیا کو گھول کر پی گئیں۔"

آئینہ: "ان بے چارے کو کیوں بدنام کرنے لگیں۔"

سعیدہ: "بڑی آئیں طرف داری کرنے، ان کے سبب تو ہم سب تم سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اب تو تمہارے دل میں سوائے سلیم بھائی کے کسی کی گنجائش ہی نہیں ہے۔"

آئینہ: "تم کیا حمید بھائی کو یاد نہیں کرتیں؟"

سعیدہ: "مجھے کیا غرض پڑی ہے۔"

آئینہ: "تم ہمارے بھائی سے اتنی ناراض کیوں ہو۔ تمہارے لئے کوئی تحفہ نہیں لائے کیا؟"

سعیدہ: "تحفہ دیتے تو کیا تمہیں نہ دکھاتی!"

آئینہ (ہنس کر) "اور اگر وہ دکھانے کی چیز ہی نہ ہو۔"

سعیدہ: "سلیم بھائی کی طرح سب کو سمجھتی ہو۔"

اتنے میں باہر سے نواب صاحب کی آواز آئی "ارے لڑکیو! تم سب تیار ہوئیں یا نہیں؟ کھانے کا وقت ہو رہا ہے۔ تمہاری خالہ اماں انتظار کرتی ہوں گی۔"

"ابھی آئیں نانا جان!" اور پھر سب جلد تیار ہو کر باہر آگئیں۔ تینوں دھکّی چادرنی

ساری پہنے ہوئے تھیں۔ نواب صاحب اور ریاض بھی تیار ہو کر آگئے۔ اور سب سلیم کے یہاں پہنچے۔ حمید گھر پر تھا، مگر سلیم اب تک نہیں آیا تھا۔

ڈیڑھ بجے سلیم بھی آگیا۔ آئینہ کو دیکھ کر اس کے دل کی کلی کھل اٹھی۔

سب کھانے کے کمرے میں آگئے۔ سلیم بھی غسل کر کے آگیا۔ کھانے کے دوران نواب صاحب نے کہا، "سلیم تمہیں تعجب تو ہو رہا ہوگا کہ آج پھر ہم سب یہاں جمع ہیں"۔!

آئینہ: (جلدی سے بول اٹھی)، "تعجب اور افسوس دونوں ہی ہو رہا ہوگا نانا جان کہ اب تک پریشان کئے جا رہے ہیں"۔

نواب صاحب ہنسنے لگے۔

سلیم: "کہیں یہ اپنے دل کی بات تو نہیں کہہ دی تم نے!"

سلیم کی والدہ: "یہ نہ کہو بیٹی! میرا سلیم ایسا نہیں ہے۔ اس کے اختیار میں ہوتا تو وہ تم سب کو یہاں سے جانے ہی نہ دیتا"۔

آئینہ مسکرا کر کھانے پر جھک گئی۔ کچھ دیر بعد نظر اٹھائی تو سلیم اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کھانا اِدھر اُدھر کی باتوں میں ختم ہوا۔

نواب صاحب: "میں گھر جا رہا ہوں۔ آئینہ تم رہو گی یا جاؤ گی؟"

شہناز: "نانا جان! آپا رات کو کھانا کھا کر جائیں گی"۔

سلیم کی والدہ: "ابا جان! آپ کا کھانا رات کو وہیں بھیج دوں گی"۔

نواب صاحب: "ہاں بیٹی، اور کل سے تکلیف نہ کرنا۔ باورچی وغیرہ سب موجود ہیں۔ کل سے وہیں پکنے لگے گا۔"

سلیم نواب صاحب کو پہنچا کر اوپر آیا تو آئینہ کو نہ پا کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہاں آئینہ ان کے پلنگ پر پان لیے بیٹھی تھی۔ سلیم سگریٹ سلگا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ آئینہ نے پان دیا۔

سلیم: "آپ نے اتنی تکلیف کیوں کی۔ کسی کے ہاتھ بھیج دیا ہوتا۔"

آئینہ نے چونک کر سلیم کی طرف دیکھا کہ اس نے تم کی جگہ آپ کیوں کہا

آئینہ: "میں لے آئی ہوں تو کون سا گناہ ہو گیا!"

سلیم: "کیا ضرورت ہے کہ نازک ہاتھوں کو تکلیف دی جائے۔ پہلے یہ بتاؤ تم نے کھاتے وقت ایسی باتیں کیوں کیں؟"

آئینہ (ہنس کر) "آپ جب ناراض ہوتے ہیں تو بڑے اچھے لگتے ہیں۔"

سلیم اٹھ کر پلنگ پر بیٹھ گیا۔ "کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری۔" پھر وہ آئینہ کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔ "تمہاری سزا یہی ہے کہ جب تک میں نیند سے نہ اٹھوں تم یہاں بیٹھی رہو۔"

آئینہ (گھبرا کر) "ہائے اللہ! کوئی دیکھ لے تو —؟"

سگریٹ کا دھواں آئینہ کے منہ پر چھوڑ کر "دیکھ لینے دو۔"

آئینہ: "نہیں نہیں آپ تکیے پر سر رکھ کر لیٹیے۔ میں پاس بیٹھی رہوں گی۔"

سلیم : " تم مجھ سے بہت ڈرتی ہو آئینہ !" اور اس کے گلے میں ہاتھ دے کر
اپنے قریب جھکا لیا ۔
ٹھیک اسی وقت باہر سے ہنسنے کی آواز آئی سلیم جلدی سے اٹھ بیٹھا ۔
" اندر آ سکتا ہوں ؟ " اور سب کے سب اندر آ گئے ۔
ریاض : " سلیم بھائی ! معلوم ہوتا ہے کہ بے وقت آ گیا ہوں ۔"
سلیم : " ہم غریبوں کے لئے وقت اور بے وقت کیا ؟"
آئینہ سعیدہ کے پیچھے چھپ گئی ۔
سعیدہ : " آئینہ تم چپ کیوں ہو گئیں ، چلی جاؤں ؟"
آئینہ : " میں کیا جانوں ، تم میرے کمرے میں آئی ہو ؟"
سعیدہ : " ارے بھئی ایک نہ ایک دن یہ کمرہ تمہارا ہی ہوگا ۔"
سلیم : (مسکرا کر) " سعیدہ تمہارے منہ میں گھی شکر ، یہ ایک کہاوت ہے ۔
معلوم ہے نا ؟"
ریاض : " ہم سب تو ڈرائنگ روم میں بیٹھے آپ دونوں کا انتظار کر رہے
تھے آپ دونوں یہاں بیٹھے کیا پرائیویٹ باتیں کر رہے تھے ؟ ذرا ہم بھی تو سنیں ۔"
سلیم : " باتیں تو کچھ بھی نہیں تھیں ۔ میں ذرا آرام کر رہا تھا ۔" اور وہ پھر آئینہ
کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا ۔
آئینہ (سلیم کے سر کو ہٹاتے ہوئے) " یہ کیا حرکت ہے ، اٹھئے ۔"

آئینہ کی مجبوری دیکھ کر سب ہنسنے لگے۔

ریاض: "نہیں بھیا! آپ لیٹے رہیئے۔ چلو حمید ہم سب چلیں ڈاکٹر صاحب کو آرام کی ضرورت ہے"

آئینہ اور کوئی راستہ نہ دیکھ کر ریاض سے کہنے لگی:

"یہ نہیں ہو سکتا، آپ چاہتے ہیں کہ مجھے یہاں بند رکھیں اور وہاں سب لوگ گپیں لڑائیں۔ میں شہناز کو بھی بند رکھوں گی"

شہناز شرم سے باہر بھاگ گئی اور ریاض چپ ہو گیا۔

حمید: "خیر مذاق تو ہو چکا۔ کیا سلیم واقعی تمہیں نیند آ رہی ہے؟"

سلیم: (اٹھ کر) "ڈاکٹروں کو آرام سے کیا مطلب! میں تو مذاق کر رہا تھا"۔

اسی وقت گلنار نے آ کر کہا کہ ریاض بھیا اور حمید بھیا کو بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں۔ یہ دونوں اٹھ کر چلے گئے۔ سعیدہ بھی ابھی آتی ہوں کہہ کر چلی گئی۔

آئینہ: "اچھا سلیم! یہ تو بتاؤ ایم لے نو کر لیا اب کیا کروں گی؟"

سلیم: (مسکرا کر) "کیوں، بیرسٹر صاحب آ ہی گئے ہیں۔ شادی کر کے ان کے بچے پالو"۔

آئینہ: "تمیز کی باتیں کریں۔ اپنے ہوش و حواس میں بھی ہیں آپ؟"

سلیم (اٹھ کر) "چلو دیکھیں امی جان نے ان لوگوں کو کیوں بلایا ہے۔"

سلیم اپنی امی کے کمرے میں چلا گیا اور آئینہ شہناز کے کمرے میں آ گئی یہاں دونوں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

آئینہ: "مجھے چھوڑ کر کیا باتیں ہو رہی ہیں؟"

شہناز: "کوئی خاص باتیں نہیں ہیں۔"

آئینہ: "مجھے کیوں نہ بلا لیا؟"

سعیدہ: "کیا سلیم بھائی کی بد دعا لیتی۔ کیا باتیں ہوئیں، بتاؤ نا؟"

سلیم: "(ہنس کر) کچھ نہیں، میں نے پوچھا کہ ایم اے تو کر لیا اب کیا کروں گی تو اس کا جواب کیا دیا، جانتی ہو۔ کہنے لگے بیرسٹر صاحب تو آہی گئے ہیں۔ شادی کر لو اور ان کے بچے پالو۔"

شہناز نے قہقہہ لگایا اور سعیدہ نے جل کر کہا "جھاڑو پھرے بیرسٹر کے منہ پر۔ تم نے کہا کیوں نہیں کہ بچے ہی اگر پالنا ہیں تو بیرسٹر کے کیوں تمہارے بچے پالوں گی۔"

آئینہ، (سعیدہ کو مارتے ہوئے) "چل بے حیا۔"

سعیدہ: (پیٹھ سہلا کر) "اُف! کیسے زور سے مارا ہے۔ ڈاکٹر نے دوا کھلا کر کافی طاقت ور بنا دیا ہے۔"

آئینہ: "اچھا واہیات باتیں اب ختم کرو۔ یہ بتاؤ کتنے دنوں کے لئے آئی ہو۔"

سعیدہ: "تم جب تک کہو گی رہوں گی۔"

آئینہ: (سعیدہ کو لپٹا کر) "تو کتنی اچھی ہے سعیدہ!"

ان لوگوں میں یہی چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی۔ شام کو چائے پی کر سلیم

نرسنگ ہوم چلا گیا۔ رات کے کھانے کے بعد آئینہ سعیدہ کو لے کر اپنے گھر چلی گئی۔ بیگم واجد سلیم کے وہاں ہی رہ گئیں۔ دوسرے روز آئینہ کو کھانے کا بندوبست کرنا تھا۔ اسی لئے وہ صبح ہی صبح نماز پڑھ کر اسٹور اور باورچی خانے کے انتظام میں لگ گئی۔ رات کو بیگم واجد اور سلیم کی والدہ بھی آنے والی تھیں۔ حمید نے پہلے ہی سے فون کر دیا تھا۔

آئینہ نے کھڑے مصالحہ کا گوشت پکایا اور سعیدہ نے آلو چپس بنائے، باقی کھانا باورچی نے پکایا۔ وہ نواب صاحب کے ساتھ ہی کلکتہ سے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہی چلا آیا تھا۔ پرانا ہونے کے سبب وہ بھی اچھا پکاتا تھا۔

رات سب نے خوش ہو کر کھایا۔ دو چار روز رہ کر بیگم واجد ریاض کو لے کر چلی گئیں۔ صرف سعیدہ رہ گئی۔ اور زندگی کی چہل پہل اسی طرح جاری رہی۔

(۲۱)

شام کے چار بجے ہیں۔ آئینہ بیٹھی پینٹنگ کر رہی ہے کہ ایک کار آکر رکی اور اس میں سے بیرسٹر شفیق، رخسانہ اور ریحانہ اُتر کر اُوپر آگئیں۔

آئینہ نے سب کو سلام کیا اور بیٹھنے کو کہا۔

ریحانہ: "آپ تو بڑی اچھی پینٹنگ کرتی ہیں۔"

رخسانہ: "کلکتہ میں رہی ہیں سب کچھ ہی ان کو آتا ہے۔"

آئینہ: "تھوڑا بہت شوقیہ بنا لیتی ہوں۔"

نواب صاحب بھی آگئے اور بیرا چائے اور ناشتہ لے آیا۔

رخسانہ: "آئینہ! تم تو آتی ہی نہیں اور ڈاکٹر صاحب وغیرہ بھی نہیں گئے۔ چلئے بھائی جان ڈاکٹر صاحب سے مل لیا جائے۔ وہ ابھی گھر پہ

ہوں گے"۔

نواب صاحب: ہاں، اس وقت تو ہوں گے۔ آئینہ ذرا فون کر کے پوچھ لو"

رخسانہ: "نہیں نہیں فون نہ کرو، یوں ہی جا کر ان لوگوں کو متحیر کر دینا چاہتی ہوں"۔

آئینہ اور سعیدہ چپ بیٹھی تکتی رہیں۔

رخسانہ: "چلو آئینہ! ورنہ وہ لوگ کہیں گے کہ بن بلائے مہمان کہاں سے ٹپک پڑے (سعیدہ سے) آپ بھی چلئے"۔

سعیدہ نے ہنس کر جواب دیا "نہیں، خالہ جان آپ لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوں گی اور سلیم بھیّا تو میزبانی میں استاد ہیں"۔

شفیق: "تو پھر جلد چلئے آپ سب پھر مجھے کلب جانا ہے"۔

آئینہ نے نواب صاحب کی طرف دیکھا۔ انہوں نے مصلحت سمجھ کر اجازت دے دی۔ آئینہ اور سعیدہ دونوں ہی ان لوگوں کے ساتھ گئیں۔ شہناز، حیرت سے ان لوگوں کو آتا دیکھتی رہی۔

سلیم بالکونی میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ وہ بھی تعجب سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "آئیے بیرسٹر صاحب، زہے نصیب جو آپ غریب خانہ پر تشریف لائے"۔

شفیق: "بھئی ڈاکٹر صاحب آپ کی طرح میں اتنی اچھی اردو نہیں بول سکتا۔

ولایت جاکر تو میں اُردو بولنا ہی بھول گیا "۔

حمید (طنز سے)، "جب تو آپ اپنے وطن کی بہت سی چیزوں کو بھول گئے ہوں گے "۔

شفیق: "نہیں یہ بات تو نہیں ہے مگر واقعی بہت سی باتیں نئی نئی لگتی ہیں ۔"

شہناز بیرے سے چائے وغیرہ کے لئے کہہ آئی ۔

رخسانہ: "ڈاکٹر صاحب! آپ نے تو وعدہ پورا کیا ہی نہیں "۔

سلیم: "بہن مجھے فرصت بہت کم رہتی ہے ۔ نیا نیا نرسنگ ہوم بنا ہے۔ سب کچھ مجھے ہی دیکھنا پڑتا ہے "۔

چائے وغیرہ کے بعد سلیم جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا رخسار کے لئے اب کوئی دلچسپی نہ تھی ، وہ بھی کھڑی ہو گئی ۔

" چلو آئینہ! تمہیں پہنچا دوں ۔"

آئینہ: آپ تکلیف نہ کریں ۔ میں بعد میں چلی جاؤں گی "۔

شفیق: ٹھیک ہے مجھے بھی ذرا جلدی ہے "۔

سلیم کی والدہ کو ریحانہ نے سلام کر کے کہا ۔" آپ کسی دن شہناز ہی کو لے کر ہمارے یہاں آئیے "۔

سلیم کی والدہ: اچھا بیٹی! کسی دن آؤں گی "۔

ان لوگوں کے ساتھ ہی سلیم بھی نرسنگ ہوم جانے کے لئے اٹھ گیا۔

سلیم کی والدہ: "ریحانہ اچھی لڑکی معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ رخسانہ کے طور طریقے مجھے اچھے نہیں لگتے"۔

حمیدہ: "ہاں! بیچاری اپنے کو بہت حسین سمجھتی ہیں"۔

سعیدہ نے مسکرا کر سر جھکا لیا۔

اتوار کی صبح سلیم گھر ہی پہ بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا کہ بیرے نے فون لا کر دیا۔ "ہلو۔ ڈاکٹر سلیم بول رہا ہوں"۔

"میں شفیق بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب آپ ہمارے یہاں آئیں گے۔ کہئے تو میں آجاؤں لینے کے لئے؟"

"کیوں کیا بات ہے؟ اس قدر ارجنٹ بلاوا کیوں ہو رہا ہے؟"

"بات یہ ہے کہ رات سے رخسانہ کے پیٹ میں سخت درد ہے۔ پہلے بھی کبھی کبھی ایسا درد ہو جاتا تھا۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ گول بلیڈر میں پتھر ہو سکتا ہے۔ آپ ذرا دیکھ لیتے تو اچھا ہوتا۔"

"میں دس بجے خود ہی آجاؤں گا۔ آپ تکلیف نہ کریں"۔

نو بج چکے تھے اس لئے وہ تیار ہونے چلا گیا۔ اسپتال جاتے وقت وہ ایک کپ کافی پیتا تھا۔ یہ ڈیوٹی شہناز کی تھی۔ انہیں باہر جاتا دیکھ کر وہ

جلدی سے کافی بنالائی ۔" آج ابھی سے جا رہے ہیں بھیّا ؟"

سلیم :" ابھی شفیق صاحب نے فون کیا تھا کہ رخسانہ کی طبیعت خراب ہے پیٹ میں سخت درد ہے ۔ میں ذرا دیکھ آؤں ۔"

سلیم رفیق منزل پہنچا تو شفیق نیچے ہی منتظر تھا ۔ وہ انہیں اوپر لے گئے سلیم نے رخسانہ کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد کہا ۔" ان کے گول بلیڈر میں شاید اسٹون ہو گیا ہے ۔ آپریشن کرنا ہوگا ۔ ایکس رے لینا ہوگا ۔ اگر آپ لوگوں کا دل چاہے تو میرے نرسنگ ہوم میں داخل کر دیجئے ۔"

شفیق کی والدہ ؛ (روتے ہوئے)" تم ہی سے آپریشن کراؤں گی ۔ کیا اور کسی دوا سے فائدہ نہیں ہو سکتا ۔ ؟"

سلیم ؛" روئیے نہیں پھوپھی اماں ، بیماری تو سب ہی کو ہوتی ہے ، اور ہم لوگوں کے پاس سوائے آپریشن کے اور کوئی دوا نہیں ۔ دوا ہے مگر کوئی فائدہ نہ ہوگا ۔ کچھ کم ہو جائے گا ، پھر ہوگا ۔ میں نرسنگ ہوم جاتا ہوں کیبن اگر خالی ہوا تو فون کر دوں گا ۔ آپ لوگ آنے کے لئے تیار رہیے گا ۔"

نیچے اتر کر شفیق نے ایک لفافہ سلیم کی طرف بڑھایا ۔

سلیم :" یہ کیا ہے ۔ ؟"

شفیق :" آپ کھول کر دیکھئے ۔"

سلیم (ہنستے ہوئے) "آپ شرمندہ کر رہے ہیں۔ رکھ لیجئے، پھر کبھی لے لوں گا دوا منگوا لیجئے"۔

سلیم کے جانے کے بعد شہناز نے آئینہ کو فون پر بتایا کہ سلیم رخسانہ کو دیکھنے گئے ہیں۔

آئینہ: "طبیعت واقعی خراب ہوگی"۔

شہناز: "مگر میرے بھائی کے سوا کیا دھا کریں اور کوئی ڈاکٹر نہیں ہے"۔

آئینہ: "بُری بات ہے شہناز، ایسا نہیں کہتے۔ خدا نے تمہارے بھائی کے ہاتھوں میں شفا دی ہے، شاید ان لوگوں نے سنا ہوگا"۔

شہناز: "سنئے! آپ اور سعیدہ باجی جلد یہاں چلی آیئے"۔

آئینہ: "کیوں تمہارے بھیّا سے لڑنے کے لئے"۔

شہناز: "مذاق نہیں جلد آیئے"۔

آئینہ نے نواب صاحب سے اجازت لی، سعیدہ اور وہ تیار ہو کر شہناز کے یہاں پہنچیں، سلیم کی والدہ کو سلام کر کے شہناز کے کمرے میں آ گئیں۔ شہناز نے کہا۔ "سنئے آپا مجھے یہ کہنا ہے کہ ابھی پہلا قدم ہے۔ اگر آپ نے نہ روکا تو وہ بلائے بے درماں کی طرح لپٹ جائے گی"۔

آئینہ: "کیا میری محبت اتنی کچی ہے کہ تمہارے بھائی مجھے بھول جائیں گے"؟

شہناز: "مصیبت کب آتی ہے؟ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ خدا خدا کر کے روحی باجی

سے بچپا چھوٹا تھا۔ ان کی شادی ہوگئی ورنہ اور کیا کچھ نہ ہوتا۔"

آئینہ: "آخر تمہیں یہ سب خیال کیوں ہو رہا ہے؟"

شہناز: "بس آپا، میرا دل ہی کہہ رہا ہے۔ اتنی محبت کے کیا معنی؟ تم سلیم سے ملو تو خراب اور وہ لوگ ملیں تو بہت اچھا۔ ڈھاکہ میں اور بھی اچھے اچھے ڈاکٹر ہیں۔"

آئینہ: "ارے بھئی سلیم اچھا اپریشن کرتے ہیں۔ اسی لئے انہیں بلایا گیا ہے۔"

"تمہاری بہن ہے۔ تم اگر اس کی کمزوری کو چھپاؤ تو وہ اور بات ہے۔"

اتنے میں سلیم کی کار کی آواز پاکر شہناز باہر چلی گئی۔ سلیم اوپر آیا تو شہناز کو برآمدے میں کھڑا پایا۔ "تم یہاں کیوں کھڑی ہو؟"

شہناز: "آپ کے انتظار میں۔ آپ رخسانہ آپا کو دیکھنے گئے تھے۔ کیسی ہیں وہ؟ وہی دیکھنے کے لئے کھڑی تھی۔ یہ نہیں مجھے دے دیجئے۔"

سلیم: (مسکراکر) "تمہیں کیوں دے دوں؟"

شہناز: "ورنہ میں آئینہ آپا سے کہہ دوں گی۔"

سلیم: "اچھا یہ بات ہے! آئینہ نے تم کو جاسوس مقرر کیا ہے، مگر میں خود ہی آئینہ کو فون کر کے سب بتا دوں گا۔" یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں آئینہ کو بیٹھے دیکھ کر کچھ دیر کے لئے ٹھٹھک گیا۔ "اچھا ہوا تم آگئیں ورنہ عذاب نازل ہو جاتا مجھ پر۔ تم تو سن ہی چکی ہوگی سب کچھ۔"

آئینہ: "پہلے یہ کہئے رخسانہ آپا کیسی ہیں..؟"

سلیم: "معلوم ہوتا ہے کہ پتھری پڑگئی ہے۔اس وقت تو درد نہیں ہے"

سعیدہ: "اور بھی کچھ ایگزامن کیا؟"

سلیم: "اور کیا ایگزامن کرتا؟"

سعیدہ: "کیوں بھلا، جگر بھی ایگزامن کر لیتے تو اچھا ہوتا؟"

سلیم: "بھلا میں کیا جانوں کہ انہیں دل کی بیماری ہو گئی ہے"۔

سعیدہ: "کیوں، ڈاکٹر اتنا بھی نہیں سمجھتے"

سلیم: "نہیں بھئی میں دل کا ڈاکٹر نہیں ہوں"

سعیدہ: "تو پھر آئینہ کا علاج کیسے کیا؟"

سلیم: "میں بھی تو دل کا مریض تھا۔ قیاس سے سمجھا کہ انہیں بھی یہ بیماری ہوگئی ہے شاید۔ کیوں آئینہ؟" اور اس کا ہاتھ آئینہ کی طرف بڑھ گیا۔

آئینہ: (ہاتھ جھٹک کر) "یہ کیا حرکت ہے!"

سعیدہ اور شہناز نے مسکرا کر منہ پھیر لیا۔

شہناز: "جلد کھانا لگواؤ بڑی بھوک لگی ہے۔ میں ابھی آتا ہوں"!

کھانے کی میز پر سلیم کی امی بھی موجود تھیں۔ وہ اٹھا اٹھا کر ایک ایک چیز اپنے بیٹوں کو دے رہی تھیں۔

آئینہ: "خالہ جان! آپ اپنے بیٹوں کو کھلانے میں مصروف ہیں۔ ہم لوگوں کو

پوچھتی بھی نہیں "

سلیم کی والدہ :" بیٹی ! تم لوگ خود کھاؤ گی اور ہمیں کھلاؤ گی۔ دیکھو نا یہ میرا سلیم جو ہے نا، اسے اپنے کام کے سبب کھانے کا ہوش نہیں رہتا۔ حمید تو خیر شوق سے کبھی کبھی فرمائش بھی کر دیتا ہے، مگر یہ جو ہیں، انہیں اگر چار دن کھانا نہ دیا جائے تو وہ خاموش ہی رہے گا۔ ایسا بھی کیا کام جو کھانے ہی کا ہوش نہ رہے۔"

سعیدہ (ہنس کر) "مگر خالہ جان، ابھی ابھی سلیم بھائی نے شہناز سے کہا تھا کہ جلد کھانا لگواؤ بہت بھوک لگی ہے "

یہ سُن کر سب ہنسنے لگے اور سلیم کی والدہ بھی مُسکرا دیں۔

کھانے کے بعد سلیم اپنے کمرے میں چلا آیا اور آئینہ اس کے پیچھے پان لے کر آ گئی۔

سلیم :" آج چاند بدلی میں کیوں آیا ہوا ہے ؟"

آئینہ :" اس لئے کہ چاندنی کا وقت چلا گیا۔"

سلیم :" خدا نہ کرے۔ وہ تو آنے والا ہے جب چاندنی کی چمک سے میرا گھر جگمگا اُٹھے گا "

آئینہ :" ڈاکٹری کے ساتھ شاعری بھی کرنے لگے "

سلیم :" نہیں جب دیکھتا ہوں تو شعر خود بخود نکلنے لگتے ہیں۔"

آئینہ: "آج بہت خوش ہیں کیا بات ہے؟"

سلیم: "آج بغیر چاہے میرے دل کی مراد بر آئی۔"

آئینہ: "وہ کیا!"

سلیم: "تم!"

آئینہ: "یا رخسانہ آپا کو دیکھ کر دل کی کلی کھل اٹھی ہے۔"

سلیم نے آئینہ کے ہونٹوں کو مسل دیا۔

آئینہ: "اُف اللہ!"

سلیم: "اور کہو!"

آئینہ ایک نظر دیکھتے ہوئے پردہ اٹھا کر باہر نکل گئی۔ سلیم بھی اس کے پیچھے باہر آگیا اور سعیدہ وغیرہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔

سعیدہ، آئینہ کو خاموش دیکھ کر "تم چپ کیوں ہو؟"

آئینہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

سعیدہ: "کیا ہوا سلیم بھائی؟"

سلیم: "انہیں سے پوچھو غیب دان ہو رہی ہیں۔"

سعیدہ: "وہ تو کہتی نہیں، آپ ہی کہیے۔"

سلیم نے سب باتیں دہرا دیں۔

حمیدہ نے قہقہہ لگا کر کہا: "مگر سلیم! آئینہ نے ٹھیک کہا۔ تم رخسانہ کو دیکھ کر

پھسل رہے ہو۔ مجھے اس کا اندیشہ ہے"۔

سلیم:" حمید! تمہارے ہاتھ جوڑتا ہوں میرے ساتھ ایسی دشمنی نہ کرو"۔

حمید:" تو پھر ہاتھ جوڑ کر آئینہ سے معافی مانگو"۔

سلیم:" یہ تو ہزار بار کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اب انہیں اپنے ساتھ ہی دیکھنے لیتا جاؤں گا"۔

آئینہ:" ایکٹنگ کرنا خوب آتا ہے"۔

شہناز:" بھائی جان! آج اسی خوشی میں سینما دکھا دیجئے"۔

سلیم:" چلو، میں تیار ہوں"۔

اور سب سینما کے لئے روانہ ہو گئے۔

(۲۲)

دوسرے دن پھر شفیق نے فون کیا کہ رخسانہ کو لے کر ایکس رے کے لئے کب آئیں؟ سلیم نے کہا "آج ایک کیبن خالی ہوگیا ہے۔ آج ہی سے رخسانہ کو نرسنگ ہوم میں داخل کرادیجئے۔ وہیں ایکس رے وغیرہ بھی ہو جائے گا۔ میں ڈاکٹر مجید سے سب کہہ دوں گا۔ وہ آپ لوگوں کا خیال رکھیں گے۔"

دوپہر کو شفیق، شفیق کی والدہ رخسانہ کو لے کر نرسنگ ہوم پہنچے۔ وہاں کیبن وغیرہ ٹھیک تھا۔ رخسانہ کو داخل کر دیا گیا۔

شفیق کی والدہ: "نرسنگ ہوم تو خوب بنایا ہے۔ کیا سب اس کا اپنا ہے؟"

شفیق: "ہاں امی! اور ڈاکٹر سلیم بھی اچھے قابل آدمی ہیں۔ کلب میں سب کے منہ سے ڈاکٹر سلیم احمد کی تعریف سنتا ہوں۔ عمر تو کم ہے مگر تجربہ خوب ہے۔"

شفیق کی والدہ صرف "ہوں" کر کے رہ گئیں۔

ایکس رے اور خون وغیرہ ٹسٹ کرنے میں کئی روز لگ گئے۔ پھر سلیم نے

شفیق سے کہا: "آپ لوگ کہیں تو جلد اپریشن کر دیا جائے!"

شفیق: "آپ جیسا مناسب سمجھیں۔"

سلیم: "ٹھیک ہے، پرسوں صبح انشاء اللہ اپریشن کر دیا جائے گا۔"

شفیق کے جانے کے بعد سلیم نے آئینہ کو فون کر کے بتایا" پرسوں اپریشن کرنے کا ارادہ ہے رخسانہ کا۔ تم دعا کرنا کہ مجھے کامیابی ہو۔"

آئینہ: "انشاء اللہ آپ کامیاب ہوں گے۔ میں نانا جان سے کہہ دوں گی۔"

سلیم: "کل تو تمہارا رزلٹ بھی نکل جائے گا۔"

آئینہ: "ہاں دعا کیجیے میری کامیابی کی۔

دوسرے روز صبح سلیم نے فون کیا۔

آئینہ: "میں جانتی ہوں میرا رزلٹ نکل آیا ہے مگر اس مرتبہ فرسٹ نہ آسکوں گی۔"

سلیم: "تو کیا ہوا؟"

آئینہ: "میری مٹھائی تیار رکھنا۔"

سلیم: "ارے اللہ! مٹھائی کھاتے کھاتے بوڑھے ہو گئے پھر بھی مٹھائی کھانے کا شوق نہ گیا!"

آئینہ: "اس مرتبہ دل میں ایک ہول ہو رہا ہے کہ کچھ نہیں ہوگا۔"

سلیم (چونک کر) "کیوں یہ خوشی کے وقت اداسی کیوں؟ اچھا میں رات کو آؤں گا۔ ابھی ہنس دو۔"

آئینہ: "میرا ہنسنا آپ دیکھ سکیں گے؟"

سلیم: "ہاں! دل کی آنکھوں سے دیکھ لوں گا۔"

آئینہ: "بڑے شریر ہیں آپ، ڈاکٹری کیسے کرتے ہیں؟"

سلیم: (ہنس کر) "کیوں تمہیں معلوم نہیں!"

آئینہ: "مجھے تو ڈاکٹری کرتے کرتے خرید لیا۔ کیا یہی حشر سب کا کرتے ہیں؟"

سلیم: "توبہ توبہ! سب کو میں کیوں خریدنے لگا۔ مجھے تو صرف ایک کی ضرورت تھی۔"

آئینہ: "اچھا۔"

رات جب سلیم آیا تو نواب صاحب انہیں اپنے کمرے میں لے گئے۔

"کل میں اور آئینہ رخسانہ کو دیکھنے گئے تھے۔ آئینہ کی پھوپھی نے تو رسنگ ہوم میں ہی لعن طعن شروع کر دی کہ "اب شفیق آگیا ہے آئینہ کی شادی جلد ہو جانا چاہئے۔ میں اور زیادہ انتظار نہیں کر سکتی۔ آخر میرے دل میں بھی ارمان ہے۔" میں نے جواب دیا: "شفیق ابھی آیا ہے۔ اب تک پریکٹس بھی شروع نہیں کی۔ میں سنتا ہوں کہ وہ اپنے چیمبر میں بھی نہیں بیٹھتا۔ دن رات کلب کے چکر لگاتا رہتا ہے۔" آئینہ کی پھوپھی نے کہا "یہ آپ سے کسی دشمن نے لگایا ہوگا، اور ویسے بھی اسے پیسے کی ضرورت تو نہیں ہے۔ ابھی آیا ہے ذرا گھوم پھر لے تو پریکٹس شروع کرے گا۔"

میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے، مگر میں شفیق سے بھی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ کیا وہ بچپن کی منگنی کو قبول کرتا ہے اور اسے یہ سب بڑی عادتیں چھوڑنا منظور ہیں۔ آئینہ میری لڑکی

کی لڑکی ہے۔ اسے میں نے ایک ماں کی محبت سے پالا ہے اور اس قابل کر دیا ہے کہ وہ وقت آنے پر خود اپنی حفاظت کر سکے۔" انہوں نے کہا۔ "ہائے اللہ! تو آپ میرے مرے ہوئے بھائی کی آرزو کو ٹھکرانا چاہتے ہیں۔ وہ خود اپنے سامنے منگنی کر گئے ہیں۔ میں آئینہ کی شادی سوائے شفیق کے اور کسی سے نہ کرنے دوں گی۔" میں نے جواب دیا "دیکھو بیٹی! آج میں رخسانہ کو دیکھنے آیا ہوں شادی کی بات چیت کرنے نہیں آیا۔ رخسانہ اچھی ہو جائے، پھر شادی کی بات کر لینا۔" پھر نہ جانے کس خیال سے انہوں نے اور کچھ نہ کہا۔ اب کیا کروں۔ بتاؤ سلیم، شفیق سے شادی کر دینا اور آئینہ کو مصیبت میں دھکیل دینا، ایک ہی بات ہے۔ شفیق اپنی ماں کے حکم سے اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اس کے خراب ہونے میں ان کا ہی زیادہ ہاتھ ہے۔ بے جا شفقت کر کے انہوں نے اسے خراب کر دیا ہے۔"

سلیم سر جھکائے سن رہا تھا۔ نواب صاحب نے بات ختم کی تو اس نے سر اٹھایا۔ ان کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ بہت کرب محسوس کر رہے ہیں۔

"تو میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں نانا جان! اگر میں آئینہ کو پاتا تو اپنے کو دنیا میں خوش نصیب انسان سمجھتا۔ پھر بھی میں آئینہ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ وہ خوش رہے۔ اس سے تو مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

نواب صاحب: "میں جانتا ہوں اور تمہاری سعادت مندی سے مجھے یہی امید ہے مگر آئینہ تو کچھ منہ سے بولتی نہیں۔ کہیں کوئی غلط قدم نہ اٹھا بیٹھے۔"

سلیم: تو پھر یہ اچھی طرح سوچ لیجئے کوئی زبردستی تو نہیں ہے کہ خواہ مخواہ بچپن کی منگنی کو اتنی اہمیت دی جاتی۔ اگر آئینہ کے والد صاحب اس وقت زندہ ہوتے اور شفیق صاحب کی بے راہ روی دیکھتے تو وہ بھی اس منگنی کے خلاف ہی ہوتے۔ کوئی باپ اپنی لڑکی کو جان بوجھ کر مصیبت میں نہیں ڈالتا

نواب صاحب: صرف منگنی ہی نہیں بیٹا! آئینہ کے والد نے مرتے وقت مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں اپنی بہن کو بہت چاہتا ہوں اور میری دلی خواہش ہے کہ آئینہ میری بہن کی بہو بنے۔ مرتے وقت بھی اس نے میرے ساتھ دشمنی ہی کی خیر تم لڑکیوں کے پاس جاؤ۔ ان لوگوں سے میری بے چینی کی خبر نہ کرنا۔ آئینہ پریشان ہوگی"

سلیم اٹھ کر آئینہ کے کمرے میں آیا اور ہنس کر سعیدہ سے کہا: مبارک باد تو بھول گیا تھا۔ تمہیں مبارک اور آئینہ کو ڈبل مبارک"

سعیدہ: کیوں اسے ڈبل مبارک باد کیوں؟"

سلیم: ایک ان کے پاس ہونے کی دوسری ان کی شادی کی"

آئینہ (چڑ کر) "اپنی شادی کی نہیں کہتے"

سلیم: میری شادی کس سے؟"

آئینہ: کیوں رخسانہ ابھی تو موجود ہیں۔ پیغام بھیج دیجئے۔ امید ہے جلد منظور ہو جائے گا۔ سلیم آئینہ کے رخ پر آئے ہوئے بالوں کو ہٹاتے ہوئے" میں

تم سے شادی کروں گا "

آئینہ: (مسکراکر) "بہت منہ لگ گئے ہیں "

سلیم نے بھی ہنس کر جواب دیا " منہ تو بہت پہلے لگ چکا ہوں۔ اچھا اب میں چلا تم لوگ باتیں کرو "

آئینہ " کیا مطلب اتنی جلدی — کھانا نہیں کھائیں گے؟"

سلیم " آج نہیں — امّی جان انتظار کرتی ہوں گی۔ دوسرے آج مجھے کام بھی بہت ہے "

نواب صاحب سے اجازت لے کر سلیم چلا گیا — اور نواب صاحب کو ایک خلفشار میں چھوڑ گیا۔

آج رخسانہ کا آپریشن ہے۔ صبح ہی سے سب نرسنگ ہوم میں جمع ہیں۔

آپریشن روم میں جاتے وقت سلیم نے کہا " دعا کرنا آئینہ! "

آئینہ نے بھی آہستہ سے کہا " دعا کرتی ہوں انشاءاللہ آپ کامیاب ہوں گے "

قریب دو گھنٹہ بعد آپریشن ختم ہوا اور سب نے شکر ادا کیا کہ آپریشن کامیاب رہا۔ نواب صاحب اور آئینہ جب جانے لگے تو سلیم نے آہستہ سے کہا " میں رات کو آؤں گا "

رات دس بجے کے قریب سلیم آیا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔

نواب صاحب نے پوچھا " اس وقت رخسانہ کیسی ہے؟ "

"اچھی ہیں ۔ شام کو ہوش آگیا تھا ۔" سلیم نے جواب دیا ۔

کھانے کے بعد سلیم آئینہ کے کمرے میں آگیا ۔ آئینہ نے پان دیا سلیم نے کہا " اب اجازت دو ۔ آج بہت تھک گیا ہوں "۔

آئینہ نے مسکرا کر اپنی دونوں باہیں سلیم کے گلے میں ڈال دیں ۔

سلیم نے مسکرا کر کہا " آج اس غریب پر یہ مہربانی کیوں ہو رہی ہے !"

آئینہ : " ایسے ہی دل چاہا !"

سلیم : " اور اگر میرا بھی دل کچھ چاہے "۔

آئینہ : میں جانتی ہوں کہ آپ حد سے تجاوز نہ کریں گے ۔ نانا جان کو آپ پر کتنا بھروسہ ہے ۔ کیا آپ ان کا خیال نہ کریں گے !"

سلیم : اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر " میں جانتا ہوں آئینہ : تمہاری عزت کو میں اپنی جان سے بھی عزیز سمجھتا ہوں "۔

" اچھا شب بخیر !!"

رخسانہ کے آپریشن ہونے کو آٹھ روز گذر چکے ہیں ۔ اب وہ اچھی ہے ۔ ایک شام نواب صاحب نہ جا سکے تو آئینہ سلیم کے ساتھ رخسانہ کو دیکھنے گئی سلیم کو دیکھتے ہی رخسانہ کھل اٹھی آئینہ نے بھی محسوس کیا سلیم کھڑے نرس اور ڈاکٹروں سے باتیں کرتے رہے ۔

رخسانہ : " بیٹھئے نا ڈاکٹر صاحب !"

نرس اور ڈاکٹر سلیم کے لئے کرسی لا کر رکھ دی ۔

سلیم: "نہیں میں ابھی نہ بیٹھوں گا" اور آئینہ کو بیٹھنے کیلئے اشارہ کیا۔
شفیق سلیم کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا تھا۔
"آپ بھی بیٹھئے شفیق صاحب کھڑے کیوں ہیں؟"
شفیق: "ڈاکٹر صاحب آپ کو دیکھ کر ڈر لگتا ہے"

سلیم: "کیوں — ؟"
شفیق: "آپ کو اپریشن کے وقت جس حال میں دیکھا تھا، اس وقت سے
جو وحشت دل میں سما گئی ہے، وہ کسی طرح کم نہیں ہوتی"
سلیم قہقہہ لگا کر ہنس دیا "تو کیا آپ کو بھی دوا کی ضرورت ہے؟"
شفیق: دل کی اگر یہی حالت رہی تو علاج ضرور کرنا پڑے گا"
"دل کو سخت کیجیے شفیق صاحب! اچھا آپ سب بیٹھئے مجھے تو راؤنڈ کرنا ہے"
— سلیم چلا گیا اور ان کے ساتھ ڈاکٹر اور نرسیں بھی۔
شفیق: "میں بھی چلا رخسانہ، یہ تمہاری بہنیں موجود ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا شکریہ
وہ اپنی بہن کو بھی لے آتے۔ میں اب جا رہا ہوں"
شفیق کے جانے کے بعد رخسانہ نے پوچھا "تم ڈاکٹر کے ساتھ آئی ہو آئینہ!"
آئینہ: "ہاں! میں اور شہناز ایک ساتھ ہی آئی ہیں۔ نانا جان آج نہ آسکے"
رخسانہ منہ بنا کر چپ ہو گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا "ہاں آئینہ میں تمہیں
پاس ہونے کی مبارک باد دیتا تو بھول ہی گئی تھی طبیعت خراب ہونے کے سبب یاد ہی نہ تھا۔

آئینہ: "آپ لوگوں کی دعا ہے، اب آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ جلد اچھی ہو جائیے۔ پھر گھر چل کر ہم بہنوں کو مٹھائی کھلائیے۔"

رخسانہ: "اب تو اچھی ہوں۔ ڈاکٹر صاحب، کا شکریہ وہ بہت خیال کرتے ہیں"۔

کچھ دیر بعد رخسانہ کی امی بھی آ گئیں۔ آئینہ کو دیکھ کر کہا: "ابّا جان نہیں آئے۔ تم جاؤ گی کس طرح؟"

آئینہ: "ڈاکٹر صاحب کے ساتھ جاؤں گی۔ میرے منیجر صاحب بھی آئے ہوئے ہیں"۔

شفیق کی والدہ: "اچھا تو جاتے وقت ریحانہ کو بھی لیتی جانا گھر پہ اتار دینا"۔

رات ساڑھے نو بجے سلیم نے آ کر آئینہ کو چلنے کے لئے کہا۔ سب نیچے اتر آئے سلیم نے ریحانہ کو دیکھ کر پوچھا "آپ بھی جائیں گی؟"

ریحانہ (ہنس کر) "آپ کو اگر تکلیف ہے تو رہ جاتی ہوں"۔

سلیم (ہاتھ جوڑ کر) "معاف کیجئے بہن! میں نے کسی خیال سے نہ کہا تھا۔ آپ میرے ساتھ جائیں گی بڑی خوشی ہوئی۔ آئیے"۔ اور اس نے کار کا دروازہ کھول دیا۔

ریحانہ کو گھر پر اتار کر اس نے پھر آئینہ کو اتارا۔ اس کے بعد اپنے گھر پہنچ سکا۔ چودہ دن بعد سلیم نے رخسانہ کو گھر جانے کی اجازت دے دی۔

(۲۳)

بیگم واجد وغیرہ ڈھاکہ آ گئی ہیں۔ ان کا ارادہ ہے کہ جلد ریاض کی شادی کر دیں۔ اس غرض سے وہ آج سلیم کے یہاں آئی ہوئی ہیں۔ سلیم کی والدہ نے سلیم اور حمیدہ کو بلا بھیجا۔ سلیم بھی گھر ہی پر ہے۔

بیگم واجد: "بیٹا اب تو شہناز کی شادی ہو جانا چاہئے۔ اللہ کے فضل سے وہ بی اے کر چکی ہے اور ریاض بھی ماشاء اللہ پریکٹس کر رہا ہے، حالانکہ ابھی یہاں نیا آیا ہے مگر اچھی آمدنی ہو رہی ہے۔ اگر تم لوگ اجازت دو تو میں تیاری کروں۔"

سلیم: "امی جان سے پوچھئے ہم لوگوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

سلیم کی والدہ: "میں اپنے بھائی صاحب اور سلیم کے چچا سے کہوں گی۔ مگر میرا خیال تھا کہ پہلے بہو گھر میں آ جاتی تو اچھا ہوتا۔ میرا تو کوئی کرنے والا نہیں۔"

سلیم : "ٹھیک کہا امّی جان نے ۔ پہلے حمید کی شادی کر دیجئے "۔
حمید : "کیوں ، بھلا میری کیوں اتنی جلدی ہے ۔ پہلے تمہاری کیوں نہ ہو !"
سلیم : "ارے بھئی میں کروں یا تم ، ہم دونوں میں تو چھوٹے بڑے کا سوال ہی نہیں ، پہلے تم ہی کر لو "۔
بیگم واجد : "ہاں بیٹا حمید ! تم کو نوکری لینا چاہئے ۔ منگنی ہوئے بہت دن ہو گئے ۔ لوگوں کے منہ میں کوئی ہاتھ نہیں دے سکتا ۔ میں لڑکی کی ماں ہوں ، مجھے تو نہ کہنا چاہئے تھا مگر تمہاری امّی کے خیال سے کہہ رہی ہوں "۔
سلیم نے کہا "خالہ جان ۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا ۔ آپ تیاری کیجئے "۔
ادھر آئینہ کی پھوپھی بھی خوب زور دے رہی تھیں کہ شفیق کی شادی ہو جائے ۔ مجبور ہو کر نواب صاحب نے کہہ دیا کہ " شفیق کو میرے پاس بھیج دو میں اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں "۔
دوسرے دن شفیق آئے تو نواب صاحب نے اپنے پاس بٹھا لیا اور چائے وغیرہ کے بعد پوچھا " دیکھو بیٹا جیسے مجھے آئینہ عزیز ہے ویسے ہی تم بھی مجھے بہت عزیز ہو ۔ میں صاف صاف پوچھنا چاہتا ہوں ، کیا تم بچپن کی منگنی کو اہمیت دیتے ہو ، یا تمہارا اب کوئی اور خیال ہے ۔ بے جھجک مجھ سے کہہ دو ، اپنا دوست سمجھ کر "۔
شفیق کچھ دیر تو چپ رہے پھر کہا " دیکھئے نانا جان ! میں بچپن کی منگنی

کو نہیں مانتا۔ اگر میری شادی آئینہ سے نہ ہو، اور کسی سے ہو تب بھی مجھے کوئی انکار نہیں۔ مگر میرے والدین موجود ہیں اور ان لوگوں کا خیال ہے کہ منگنی اصل چیز ہے کوئی شریف اپنی منگنی سے انکار نہیں کر سکتا۔ ان لوگوں کی باتیں میں کیسے ٹالوں۔ میرے والدین کہتے ہیں کہ اگر میں نے کوئی گول مال کیا تو وہ زہر کھا لیں گے"۔

نواب صاحب: "اچھی بات ہے۔ اور تم بھی آزاد خیال ہو۔ بہت سے ملکوں میں گھوم آئے ہو۔ یہ تو تم ضرور چاہو گے کہ آئینہ سے بھی اس کی مرضی معلوم کی جائے"۔

شفیق: "ہاں! ضرور معلوم کیجئے!"

نواب صاحب: "مگر تمہاری امی جلدی کر رہی ہیں۔ ادھر حمید اور شہناز کی شادی ٹھیک ہو چکی ہے۔ اس ہنگامہ میں تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔ تم اپنی امی کو کم سے کم سمجھا دو کہ ان لوگوں کی شادی ہو جائے تو پھر میں آئینہ کے لئے کچھ کر سکوں گا"۔

"بہت اچھا، میں سمجھا دوں گا"۔

نواب صاحب: "ہاں بیٹا تم سمجھا دینا۔ وہ تو میری بات سنتی ہی نہیں"۔

شفیق: "اب اجازت دیجئے"۔ پھر سلام کر کے چلے گئے۔

آئینہ شہناز کے یہاں تھی۔ اس مہینہ کی چودہ کو حمید اور انیس کو شہناز

کی شادی ٹھیک ہو گئی تھی۔ آج دو تاریخ تھی۔ ادھر حمید کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے۔ آئینہ نے ہاتھ جوڑے تب کہیں جا کر راضی ہوئے۔

آئینہ زیادہ تر سعیدہ اور شہناز کے پاس رہتی۔ شہناز اور آئینہ بیٹھی ساری میں کرن ٹانک رہی تھیں کہ سلیم ہاسپیٹل سے کھانے کے لئے آ گیا۔

شہناز اٹھ کر کھانے کے لئے کہنے چلی گئی۔ اور سلیم آئینہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

"یہ کس کا ہے آئینہ؟"

"سعیدہ کے لئے بنا رہی ہوں۔ دیکھئے یہ گوٹے کا کام میں نے بنایا ہے کیسا ہے؟"

(ہاتھ میں لے کر) "بہت خوبصورت بنایا ہے تم نے۔ ایک بات پوچھوں)

آئینہ نے نظر اٹھا کر دیکھا

سلیم: "تم آج کل بہت خاموش رہتی ہو!"

آئینہ: "آپ جان بوجھ کر انجان بنتے ہیں!"

سلیم: "انجان تو نہیں، مگر مجبوری کا نام صبر ہے۔"

آئینہ: "صبر تو کئے بیٹھی ہوں۔ مگر خدا کے لئے حمید بھائی کے سامنے کچھ نہ کہہ دیجیئے گا۔ خدا خدا کر کے تو شادی کے لئے راضی ہوئے ہیں۔ ادھر سعیدہ میری جان کو آئی ہوئی ہے۔"

سلیم: نہیں۔ میں بھی جانتا ہوں وہ اگر سُن پائے تو ہنگامہ مچادے گا۔ مگر تم اتنی افسردہ دل نہ رہو۔"

آئینہ: "کوشش کرتی ہوں مگر دل اِدھر اُدھر بھٹک جاتا ہے۔"

شہناز نے آکر کہا: "کھانا لگ گیا بھیّا! آپ نے اب تک کپڑے نہیں بدلے؟"

سلیم "ابھی آیا" کہہ کر چلا گیا۔

پھر سب نے مل کر کھانا کھایا۔

شفیق کی والدہ بیٹے کے منہ سے سب کچھ سُن کر بہت بگڑیں پھر کسی خیال سے چپ ہوگئیں۔ حمید کی شادی کو اور آٹھ دن باقی ہیں۔ آئینہ جانے کی تیاری کر رہی تھیں کہ ایک ٹیکسی آکر گیٹ پر رُکی۔ اس میں سے دو شخص اتر کر اندر آئے نواب صاحب کے منیجر نے نام وغیرہ پوچھ کر نواب صاحب کو خبر دی اور انہیں نیچے ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ نواب صاحب نیچے اُتر آئے۔

نواب صاحب نے سلام کے بعد پوچھا: "کہئے میں آپ لوگوں کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟"

ایک شخص جس کا نام مجیب تھا، اس نے کہا:

" نواب صاحب دیکھئے! آپ بھی شریف ہیں اور آپ کا ضرور یہ خیال ہوگا کہ

کوئی شریف آدمی اگر مصیبت میں پڑ جائے تو اس کی مدد کی جائے۔ اس وقت آپ اور ہم دونوں ہی مصیبت میں ہیں۔ اس کے لئے آج ہم دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہم سب مل کر اس مصیبت کو حل کریں۔"

(دوسرے شخص کو دکھا کر) "یہ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم لوگ ڈھاکے ہی کے رہنے والے ہیں۔ ہم لوگوں کی زمینداری بھی ہے اور کچھ کاروبار بھی۔ اسی کاروبار کے ذریعے بیرسٹر شفیق صاحب کی ہم لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ میرے بھتیجے سے کچھ ایسی دوستی شفیق صاحب نے کی کہ بالکل گھر کے ایک فرد کی طرح ہمارے ہاں آنے جانے لگے اور ہم میں کا ہر فرد ان سے محبت کرنے لگا۔

ہمارے یہاں ایسا کوئی خاص پردہ نہیں۔ سب ہی ان کے سامنے آتے جاتے تھے۔ یہی بات ہم لوگوں کے لئے آج مصیبت ہو گئی۔ ان کو شریف جان کر ہماری بہو بیٹیاں سب ہی ان کے سامنے ہوتی تھیں۔ میرے بھائی کی لڑکی ہے جو اب ان کی جائز بیوی ہے۔ انہوں نے شادی کی درخواست کی۔ ہم لوگوں نے جب ان سے ان کے والدین کے بارے میں کہا تو کچھ ٹال مٹول کر گئے۔

جب ہم لوگوں کی نارضامندی دیکھی تو میرے بھتیجے اور میرے لڑکے کو دوستی کا واسطہ دے کر رضامند کر لیا، اور دونوں بھائیوں نے بھی بہن کی مرضی دیکھ کر کچھ نہ کہا۔ چپ چاپ اپنے دوست کے یہاں لے جا کر شادی کر دی۔ یہ واقعہ چار ماہ کا ہے۔ کئی دن ہوئے کہ شفیق کے ایک دوست نے میرے

لڑکے سے کہا کہ وہ آپ کی نواسی سے بھی شادی کرنے والے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیے نواب صاحب ہم لوگوں کی عزت تو گئی، اور لڑکی کی قسمت بھی پھوٹ گئی۔ مگر آپ کی نواسی بچاری کیوں مصیبت میں پڑے۔ اب خبر پاکر بے شرم ہو کر آپ کے پاس آتے ہیں کہ شاید آپ اس کا کوئی حل نکال سکیں "

نواب صاحب ایک سکتے کے عالم میں بیٹھے سب سُن رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ "یہ میں کیسے یقین کروں کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ صحیح ہے؟"

مجیب صاحب: "میں آپ کو بین دکھا سکتا ہوں اور شادی کے فوٹو بھی۔ آپ بیرسٹر صاحب کو بلائیے۔ کم سے کم ہم لوگوں کے سامنے تو وہ انکار نہ کر سکیں گے۔ افسوس کہ وہ اس قدر بداخلاق نکلے۔ ہم لوگوں کو معلوم نہ تھا، اور لڑکی کو وہ لے بھی نہیں جاتے۔ برابر کہتے ہیں کہ میری ماں اس شادی کے خلاف ہیں۔ مگر میں ان کا ایک ہی لڑکا ہوں۔ کچھ دن بعد سب ٹھیک ہو جائے گا "

نواب صاحب نے اسی وقت شفیق کو فون کیا کہ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔ ذرا دیر کے لئے آجاؤ "

شفیق گھر ہی پر موجود تھے۔ انہوں نے کہا: "ابھی آتا ہوں"

نواب صاحب دونوں مہمانوں کو پاس والے کمرے میں لے گئے، اور کہا۔ "آپ لوگ یہاں بیٹھئے۔ میں پہلے شفیق سے کچھ باتیں کروں۔ پھر میں آپ لوگوں

کو بلا لوں گا:"

شفیق کچھ ہی دیر میں آپہنچے۔

نواب صاحب:" بیٹھو میاں، تم سے ایک کام ہے، وہ یہ کہ مجھے سچ سچ بتا دو کہ کیا تم واقعی آئینہ سے شادی کرنا چاہتے ہو یا اپنے والدین کے اصرار سے مجبور ہو گئے ہو۔ بعد میں تم اگر میری آئینہ کو تکلیف دو تو کیا ہوگا؛"

شفیق:" یہ تو میں پہلے ہی آپ سے کہہ چکا ہوں کہ میرے والدین کی خواہش ہے کہ میں آئینہ سے شادی کر لوں۔ بعد میں میں کیا تکلیف دوں گا۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

نواب صاحب:" اگر تم بعد میں دوسری شادی کر لو؛"

شفیق:" بعد میں کیوں شادی کرنے لگا!"

نواب صاحب:" اور اگر تم پہلے ہی کر چکے ہو تو؛"

شفیق: (گھبرا کر)" یہ آپ سے کس نے کہہ دیا -؛"

نواب صاحب:" کہا کسی نے نہیں۔ مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تم اپنی پسند سے ایک شادی کر لو اور دوسری اپنے والدین کے حکم سے:"

شفیق:" نہیں، ایسا تو میرا کوئی خیال نہیں ہے -"

نواب صاحب:" یہ تم سچ کہہ رہے ہو شفیق کہ تم نے ایک شادی اس سے پہلے نہیں کی ہے؛"

شفیق: "نہیں، میں نے شادی نہیں کی۔"

نواب صاحب اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئے اور ان لوگوں کو بلا لائے۔

"ادھر دیکھو شفیق، ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟"

شفیق دونوں کو دیکھ کر گھبرا گئے اور سر جھکا لیا۔

نواب صاحب: "جواب دو؟"

شفیق: "چپ..."

نواب صاحب: "بہت افسوس کی بات ہے شفیق کہ تم اس قدر لائق اور شریف والدین کے فرزند ہو کر ایسی رذیل حرکت کر بیٹھے۔ تم نے شادی کی، بہت اچھا کیا۔ میں برا نہیں کہوں گا۔ مگر تم ایک لڑکی سے شادی کر کے اس کی قسمت بھی بگاڑ بیٹھے، اور ادھر آئینہ کی بھی جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ یہ سب تمہاری امی کی وجہ سے ہوا۔ وہ اگر ہر بات میں ضد نہ کرتیں تو تم بھی ایسی برائیاں نہ کرتے۔ خیر اب میرا فیصلہ یہ ہے کہ تم صاف صاف لفظوں میں اقرار کر لو کہ تم نے شادی کر لی ہے، اور وہ تمہاری جائز بیوی ہے۔ ان لوگوں کو انکار نہ ہونا چاہئے۔ آئینہ کے بارے میں اب کوئی بات میں سننا نہیں چاہتا۔"

شفیق: "نانا جان! میں شرمندہ ہوں۔ آپ سے میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ آئینہ سے شادی کے لئے میں اس لئے مجبور ہوں کہ وہ بچپن سے

میری منگیتر ہے۔ لیکن میں برابر اپنے والدین کے سامنے کہتا رہا کہ میں اپنی پسند سے شادی کروں گا۔ ان لوگوں نے میری باتوں کا خیال نہ کیا۔ انجم سے میں نے اپنی پسند سے شادی کی ہے۔ میرا خیال تھا کہ میری پریکٹس چل نکلے گی تو میں علیحدہ مکان لے کر انجم کو رکھوں گا، مگر یہ نہ ہو سکا۔ اب آپ ہی میری مدد کیجیے۔ امی ابا کو بلا کر آپ سمجھائیے۔"

نواب صاحب نے اسی وقت فون کر کے ان دونوں کو جلد آنے کے لئے کہا اور پھر اوپر جا کر آئینہ کو مختصر سب حال بتایا۔

تھوڑی دیر میں شفیق کے والد اور والدہ آ پہنچیں۔ شفیق کی والدہ اوپر چلی گئیں اور شفیق کے والد کو نواب صاحب نیچے ڈرائنگ روم میں لے آئے۔ وہاں شفیق کو سر جھکائے بیٹھا دیکھ کر کچھ متعجب ہوئے۔

نواب صاحب نے مجیب صاحب سے کہا "بہتر ہے کہ آپ انجم کو جلد لے آئیے۔ امید ہے آپ مجھے اپنا خیر خواہ سمجھیں گے۔"

نواب صاحب: یہ عتیق صاحب ہیں اور جو ابھی گئے وہ مجیب صاحب ہیں۔ یہاں کے زمیندار ہیں اور دونوں بھائی ہیں۔ عتیق صاحب کی لڑکی انجم سے شفیق میاں نے شادی کی ہے۔ اور شادی کو چار مہینے ہو چکے ہیں۔"

شفیق کے والد: "یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

نواب صاحب: "دنیا میں سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اب ہم لوگوں کا فرض ہے کہ ایک

لڑکی کی زندگی برباد ہونے سے بچائیں۔ اور تم خوب سمجھتے ہو کہ اب آئینہ کے بارے میں کوئی گنجائش نہیں۔ پھر کیوں ایک لڑکی کو مصیبت میں ڈالو، جبکہ شفیق میاں نے خود اپنی مرضی اور پسند سے شادی کی ہے۔"

شفیق کے والدہ: "ٹھیک ہے یہ جب اپنی پسند سے شادی کر چکے ہیں تو یہ اس کو نبھائیں، اور ان بھلے آدمیوں سے بھی میں پوچھتا ہوں کہ ان لوگوں نے بغیر سرپرست کے شادی کیسے کر دی۔ اور اگر کر چکے تو پھر یہاں کس مطلب سے آئے ہیں؟"

نواب صاحب نے آہستہ آہستہ سب باتیں شفیق کے والد کو سمجھائیں پھر کہا "بیٹا اب غصہ تھوک دو۔ یہ لوگ بھی شریف اور عزت والے ہیں۔ میں نے ان لوگوں کا نام پہلے بھی سنا ہے۔ شکر کرو کہ شفیق نے کسی ایسی ویسی لڑکی سے شادی نہیں کی۔"

اتنے میں مجیب صاحب انجم کو لے کر آ گئے۔ انجم دیکھنے میں بڑی اچھی تھی اس نے نواب صاحب کو سلام کیا۔

نواب صاحب: "آؤ بیٹی یہاں میرے پاس بیٹھو فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔" پھر شفیق کے والد سے کہا "شفیق کی [illegible] یہاں بلا یا جائے تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

شفیق کے والد نے انکار میں سر ہلا یا۔

نواب صاحب نے بیرے سے کہا" اوپر سے شفیق کی والدہ اور آئینہ کو بلا لاؤ"۔
دونوں آگئیں تو نواب صاحب نے انجم سے کہا" جاؤ بیٹی اپنی ساس کے قدم چومو"۔

شفیق کی والدہ ، (دو قدم پیچھے ہٹ کر) یہ کیا یہ کون ہیں ؟"

نواب صاحب: بیٹی یہ تمہاری بہو ہے۔ شفیق کی دلہن !"

شفیق کی والدہ: "کبھی نہیں۔ میرا شفیق ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ کسی نے آپ کو بدگمان کرنے کے لئے جال پھیلایا ہے"۔

نواب صاحب: ضد نہ کرو بیٹی۔ تمہارے انکار سے اب کچھ نہ ہوگا۔ انجم تمہاری بہو ہے۔ اس کا کابین نامہ رجسٹر بھی ہو چکا ہے۔ تمہارا بیٹا بھی یہاں موجود ہے۔ وہ شادی سے انکار بھی نہیں کرتا۔ پھر تم خواہ مخواہ کیوں انکار کر رہی ہو۔ یہ لوگ بھی شریف آدمی ہیں۔ غلطی ہو گئی جو انہوں نے اپنی لڑکی کی حفاظت نہیں کی۔ پھر بھی تم ذرا خیال کرو تو تمہاری بھی اپنی لڑکیاں ہیں۔ انجم میں کوئی برائی تو میں نہیں دیکھتا۔ آئینہ کے لئے تم دوسرے کی زندگی برباد نہ کرو۔ تمہاری خوشی تو اب بھی ہو سکتی ہے۔ حمید کی شادی کے بعد تم سب کو دعوت دے کر رخصتی کروا لو سب سے کہہ دینا کہ عقد پہلے جلدی میں ہو گیا تھا۔ اٹھا لو بیٹی اس کو دیکھو انجم کیسے رو رہی ہے"۔

شفیق کی امی خود بھی رو رہی تھیں۔ کوئی چارہ نہ دیکھ کر انہوں نے انجم کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔"

نواب صاحب نے شفیق کو اشارہ کیا۔ وہ بھی جا کر اپنی ماں کے قدموں پر خم ہو گیا۔

"امی جان! مجھے معاف کر دیجئے۔ مجھ سے قصور ہو گیا۔ آپ [illegible] اگر مجھے آزادی نہ دیتے تو یہ کبھی نہ ہوتا۔ اب معاف کیجئے!"

آئینہ نے انجم کو لے جا کر پھوپھا کے قدموں پر جھکا دیا ــــ

مجبور ہو کر انہوں نے بھی اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ "تم سے [illegible] کوئی شکایت نہیں بیٹی۔ یہ میرا لڑکا ہی ناخلف ہے۔ وہ اگر پہلے ہی ضد کرتا تو بات خراب نہ ہوتی۔"

اسی ہنگامہ میں رات ہو گئی۔ نواب صاحب نے سب کو کھانا کھلوایا پھر سب رخصت ہو گئے۔ انجم بھی اپنے والد کے ساتھ چلی گئی۔ جاتے وقت آئینہ کی پھوپھی آئینہ کو لپٹا کر خوب روئیں۔

آئینہ بھی رونے لگی۔ پھر کہا۔ پھوپھی اماں! میں تو آپ کی بیٹی ہوں۔ انجم بھابھی بڑی اچھی لڑکی معلوم ہوتی ہیں۔ دعا کیجئے کہ ان لوگوں کی زندگی کامیاب ہو! آمین!"

آئینہ نے پہلے ہی شہناز کو فون کر دیا تھا کہ آج وہ نہ آسکے گی، کچھ

مہمان آئے ہوئے ہیں ۔"

رات گیارہ بجے اپنے کمرے میں فون لاکر اس نے رنگ کیا۔

"ڈاکٹر سلیم بول رہا ہوں۔"

"سلیم ۔۔۔؟"

"ارے آئینہ! تم آج آئی کیوں نہیں۔ سُنا ہے کہ تمہارے یہاں مہمان آئے ہوئے ہیں۔ کیسے مہمان ہیں بھئی جو تم نے ہم غریبوں کو بھی بھلا دیا۔"

ہنستے ہوئے آئینہ نے کہا "بہت ہی عزیز مہمان!"

سلیم: (تعجب سے) "تمہاری آواز سے تو پتہ چلتا ہے کہ تم بہت خوش ہو۔ کون آیا ہے جو تمہارے دل کی کلی کھل اٹھی ہے۔" مرد ہے یا عورت؟"

آئینہ: "دو صاحب ہیں اور ایک ان کی بھتیجی۔"

سلیم: "ارے وہ کون ہیں۔ کہیں اور کوئی رقیب تو میرے لئے نہیں پیدا ہوگیا۔؟"

آئینہ: "کیوں بتاؤں؟ اچھا آپ آرام کیجئے۔"

سلیم: "تم بہت ستاتی ہو آئینہ۔ بتاؤ نا وہ کون لوگ ہیں؟ ورنہ میں ابھی آتا ہوں۔"

آئینہ: "اچھا نام بتائے دیتی ہوں۔ مگر مجھے کیا دیں گے پہلے بتائیے؟"

سلیم: "دیکھو آئینہ! میں اپنا سب کچھ پہلے ہی دے چکا ہوں۔ ایک جان باقی ہے۔ کہو تو وہ بھی دے دوں؟!"

آئینہ: "خدا نہ کرے": پھر اس نے آہستہ آہستہ سب باتیں سلیم کو سنا دیں:

(خوش ہو کر) "خدا کا ہزار ہزار شکر کہ اس نے میری سُن لی، اور تم نے اتنی بڑی خوش خبری کو اتنی دیر مجھ سے چھپائے رکھا"

آئینہ: "وقت ہی نہ ملا ۔"

سلیم: "آئینہ تم نے ایسی خبر سنائی ہے کہ دل چاہتا ہے تمہارے ہونٹوں کو چوم لوں:"

آئینہ: "منہ دھو رکھئے۔ اب آپ مجھے دیکھنے بھی نہ پائیں گے"۔

سلیم: "کیوں۔ یہ کس جرم کی سزا ہے؟"

آئینہ: "جائیے میں نہیں جانتی، کل آئیے گا":

سلیم: "تم مجھ سے ملو گی نہیں۔ میں آکر کیا کروں گا!"

آئینہ: "نون رکھتی ہوں، اور ایک دعوت کھانے کے لئے تیار رہیئے":

سلیم: "کیوں، کیا تمہیں نیند آرہی ہے:"

آئینہ: ہاں:"

سلیم: "تم کو نیند آرہی ہے اور میں سوچ رہا ہوں کہ سو سکوں گا یا نہیں۔ اچھا خدا حافظ:"

(۲۴)

دو دن بعد شفیق، انجم کو رخصت کرا لائے۔ نواب صاحب نے منہ دکھائی میں ایک ہزار روپے کا چیک دیا۔ سلیم کی امّی نے سونے کا بڑا لاکٹ والا ہار پہنایا، اور رات کھانے کے بعد دُلہن رخصت ہو کر سسرال آ گئی۔

سلیم کی والدہ نے گھر پہنچ کر نواب صاحب سے کہا: "ابا جان! اب سلیم کی منگنی کر دی جائے۔ کہیں پھر کوئی ہنگامہ نہ کھڑا ہو جائے۔ آپ کہیں توحید کی شادی کے تیسرے دن سلیم اور آئینہ کی منگنی کر دی جائے۔"

"ہاں۔ ہاں بیٹی! میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ تم بندوبست کرو۔ میں بھی تیاری کرتا ہوں۔ ستره کو سلیم کی منگنی ہو جائے۔ کیونکہ اُنیس کو شہناز کی شادی ہے۔"

سلیم بھی وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اُٹھ کر باہر چلا گیا۔

آئینہ نے جیسے ہی سلیم کو آتے دیکھا اس نے بسرعت اپنے کمرے سے نکل جانا چاہا مگر سلیم راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا۔

"اچھی لڑکی کی طرح اندر جا کر بیٹھو ۔"

سلیم: ہاں! سترہ کو جناب کا رجسٹریشن ہو جائے گا۔

آئینہ، کیا مطلب ؟"

سلیم "مطلب یہی کہ سترہ کو آپ میری ہو جائیں گی۔"

آئینہ ہاتھ چھڑا کر باہر نکل گئی ۔ باہر حمید اور شہناز کھڑے باتیں کر رہے تھے ۔ حمید نے آئینہ کو دیکھ کر شرارت سے ملٹری قاعدہ سے سلیوٹ کیا۔

آئینہ اور بھی شرما گئی ۔ پیچھے سلیم کھڑا ہوا تھا ۔ اس نے اشارہ کیا، اور حمید اور شہناز نے قہقہہ لگایا ۔ آئینہ گھورتی ہوئی دوسری طرف چلی گئی۔

چودہ کو حمید کی شادی ہو گئی ۔ سلیم کی امی نے کوئی کمی نہ کی ۔ سب نے دو دو جوڑے خریدے اور جو دو جوڑے نہ بن سکے ان کے لئے آرڈر دے دیا اور بڑی دھوم سے سعیدہ کو بیاہ لائیں ۔ تیسرے دن سلیم کی منگنی تھی ۔ اس کی تیاری بھی ہونے لگی ۔ حمید اور سعیدہ نے کہا کہ سلیم خود آئینہ کو انگوٹھی پہنائیں گے ۔ انہوں نے نواب صاحب سے کہا تو وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے :

"میری طرف سے ہر بات کی اجازت ہے ۔"

شام کے سات بجے مہمان جمع ہو گئے ۔ شفیق کی دلہن ، رخسانہ ریحانہ سب آئی ہوئی تھیں ۔ بڑی اچھی گلابی شیفون کی ساری جس میں بمبئی کا گنگا جمنی کام بنا ہوا تھا ۔ آئینہ کو سعیدہ نے پہنایا ۔ وہ پہلے ہی سے آئینہ کے پاس تھی ۔ اس نے کہا ” میں اور کوئی رشتہ نہیں جانتی ۔ آئینہ صرف میری سہیلی ہے “۔

گلابی ساری اور یاقوت کے زیوروں میں آئینہ شرمائی ہوئی مجلس میں لائی گئی ۔ ایک بڑے سے کوچ پر سلیم پہلے ہی فروکش تھے ۔ آئینہ کو ان کے پاس لاکر بٹھایا گیا ۔ وہ بھی کریم رنگ کے سوٹ میں بڑے خوبصورت لگ رہے تھے ۔ سعیدہ نے ایک چھوٹی سی ڈبیہ کھول کر سلیم کے ہاتھوں میں دے دی ، اس میں ہیرے کی انگوٹھی تھی جس پر ” ایس “ لکھا ہوا تھا ۔ یہ انگوٹھی سلیم نے آئینہ کے بائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنا دی ۔ پھر دوسری ڈبیہ کھول کر ایک انگوٹھی نکالی ۔ اس میں ہیرے سے ” اے “ لکھا ہوا تھا ۔ وہ آئینہ نے سلیم کو پہنا دی ۔ یہ لکھنا بے کار ہوگا کہ سعیدہ نے آئینہ کے ہاتھ کو پکڑ کر سلیم کو انگوٹھی پہنوا دی ۔

پھر کھانے کے بعد سب مبارک دے کر رخصت ہو گئے ۔

دوسرے روز شہناز کی مہندی تھی ۔ وہ بار بار آئینہ کو فون کر رہی تھی ” بھابی جان اگر آپ نہ آئیں تو میں کچھ بھی نہ کروں گی ۔ دروازہ بند کر رہی

ہوں۔ آپ آکر دروازہ کھولئے ورنہ یوں ہی بند رہے گا۔

مجبور ہو کر آئینہ نے کہا " نانا جان سے کہو"۔

شہناز نے نواب صاحب کو فون کیا۔

انہوں نے ہنس کر: "حمید کو بھیج دو۔ وہ آئینہ کو لے جائے"۔

حمید نے آکر آئینہ سے کہا:

"کیوں جناب! ابھی سے مجھ غریب کو کام میں لگا دیا۔ وہ آپ کے ڈاکٹر تو بیٹھے ہیں۔ انہیں کیوں نہیں بلایا۔"

آئینہ، (مسکرا کر)" جائیے حمید بھائی آپ بھی مجھ سے مذاق کرنے لگے"۔

حمید ہنستے ہوئے آئینہ کو لے کر چلے گئے۔

برآمدے میں سلیم کھڑے بیرے سے کچھ کہہ رہے تھے۔ آئینہ کو آتے دیکھ کر چپ ہو گئے۔ وہ نہ جانتے تھے کہ آئینہ کو حمید لاتے گئے ہیں۔ مگر آئینہ نے سلیم کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ جلدی سے اندر چلی گئی۔

وہاں شہناز کی چچازاد بہنیں اور ماموں کی لڑکیاں بیٹھی ہنسی مذاق کر رہی تھیں۔ جیسے ہی آئینہ کو دیکھا سب نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

حمید نے شہناز سے کہا: "لو بی شہناز تمہاری بھابی دلہن کو میں لے آیا۔ سنبھال کر رکھنا۔ کہیں اور کوئی اڑا نہ لے جائے"۔

اس پر سب نے قہقہہ لگایا اور اس کا جواب آئینہ نے سوائے مسکرانے

کے اور کچھ نہ دیا۔

سلیم بے چین تھا کہ کسی طرح آئینہ سے دو چار باتیں کرلے۔ اسے یقین نہ تھا کہ آئینہ آئے گی۔ مگر آئینہ باہر نکلی ہی نہیں اور وہ انتظار کرتے کرتے ہاسپیٹل چلا گیا۔ دوپہر کو کھانے کے لئے آیا۔ تب بھی آئینہ کو نہ دیکھ سکا۔

مغرب کے بعد سب مہمان جمع ہوئے۔ سسرال سے بیگم واجد اور ان لوگوں کے مہمان بھی آپہنچے۔ پھر شہناز کو دلہن بنا کر مجلس میں لایا گیا۔

بہنوں نے تھوڑا تھوڑا ابٹن اور مہندی لگائی۔ پھر لڑکیوں کی باری آئی تو انھوں نے مل کر شرارت شروع کی۔ ایک دوسرے کو ابٹن لگانے لگیں۔

شہناز کی ماموں زاد بہن شیلی نے ابٹن لے کر آئینہ کے سارے منہ پر مل دیا۔

آئینہ: "آہ! شیلی بہن یہ کیا کیا تم نے؟"

شیلی: "بھابی دلہن یہ شگون ہے۔ آپ جلد ہمارے یہاں دلہن بن کر آجائیں گی۔"

آئینہ بے چاری خاموشی سے باتھ روم میں منہ دھونے چلی گئی۔

رات کو شہناز نے فون کروا دیا کہ آئینہ آج یہاں رہے گی۔ کیونکہ مہندی لگانا ہے۔ اور سلیم کی دودھ شریک بہن گلنار نے چپکے سے ایک خط آئینہ

کے ہاتھ میں دے دیا۔ آئینہ نے علیحدہ جا کر خط کھولا :

جانِ آرزو !

آج رات جس طرح بھی ہو مجھے ملو، بہت ضروری کام ہے، میں اپنے کمرے میں انتظار کروں گا۔

تمہارا سلیم

مگر بے چاری آئینہ کو کسی طرح موقعہ نہ ملا۔ اور جب موقع ملا تو رات کافی ہو گئی تھی۔ صبح ناشتہ پر سب ہی کھانے کے کمرے میں جمع ہوئے شہناز سعیدہ اور آئینہ بھی آئیں۔ سلیم نے نظر اُٹھا کر ایک بار آئینہ کو دیکھا پھر کھانے میں مشغول ہو گیا۔ شام کو وہ نرسنگ ہوم نہیں گیا۔ اپنے کمرے میں سوتا رہا۔ سلیم کی امی نے سُنا تو وہ گھبرا کر سلیم کے کمرے میں آئیں۔ سلیم کے سر پہ ہاتھ پھیر کر پوچھنے لگیں " کیا ہوا، بیٹا، طبیعت خراب ہے کچھ ؟"

سلیم : (آنکھیں کھول کر) " آپ گھبرائیں نہیں امی جان۔ سر میں ذرا درد ہے، اس لئے چاہتا ہوں کہ کچھ دیر آرام کر لوں ۔"

سلیم کی والدہ : " ہاں سو رہو۔ کچھ دیر آرام کرنے سے طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔ میں سب کو اس طرف کہے دیتی ہوں۔ سعیدہ بچاری کام میں پریشان ہے۔ دیکھوں آئینہ کہاں ہے۔ اسے بھیج دیتی ہوں۔ سر دبا دے گی۔ تم آرام سے سو رہو۔"

یہ کہہ کر سلیم کی والدہ شہناز کے کمرے میں آئیں۔ آئینہ وہاں بیٹھی تھی۔ "بیٹی ذرا سلیم کے کمرے میں جاؤ۔ وہ سر کے درد سے بے چین ہو رہا ہے۔ اس سے پوچھ کر دردِ سر کی ٹکیہ کھلا دینا" یہ کہہ کر وہ چلی گئیں۔

سعیدہ نے مسکرا کر کہا "جاؤ۔"

آئینہ: "تم مسکرائیں کیوں؟ جاؤ میں نہیں جاتی۔"

سعیدہ: "ارے میں مسکرائی نہیں۔ میرا منہ ہی مسکراتا ہوا ہے۔ آج ان کی طبیعت خراب ہے۔ کچھ تو احسان اتار دو جا کر۔ چلو میں چلتی ہوں۔"

آئینہ: "میں نہیں جاتی تم جاؤ۔"

سعیدہ: (آئینہ کو ٹہوکا دیتے ہوئے) "چل چھوکری۔ شرم آتی ہے بچاری کو۔"

آہٹ پا کر سلیم نے آنکھوں پر سے ہاتھ اٹھایا۔

سعیدہ: "کیسی طبیعت ہے بھیا؟"

سلیم: "بھئی تم سب اتنی پریشان کیوں ہو گئیں۔ ذرا سر میں درد ہے۔ سونے سے ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

سعیدہ: "ہاں سو رہئے۔ آئینہ سر دبا دے گی۔ کل تو سارا دن پھر کام ہے۔"

آئینہ سعیدہ کے جانے کے بعد سلیم کے سرہانے بیٹھ گئی اور سر دبانے لگی۔

سلیم: "تکلیف نہ کیجئے، آپ بھی جا سکتی ہیں۔"

آئینہ: "میں کیا کروں۔ مہمان جاتے جاتے بارہ بج گئے۔ اتنی رات گئے کیسے آتی، کوئی دیکھ لیتا تو ۔۔۔"

سلیم: "آپ اپنی شرم لئے بیٹھی رہیں۔ میں نے انتظار میں ساری رات کاٹ دی۔" پھر اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔

آئینہ: "میں بھی رات سو نہ سکی۔ میں جانتی تھی کہ آپ انتظار کر رہے ہوں گے۔"

سلیم نے آنکھوں پر سے ہاتھ اٹھا کر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔

سلیم: "بڑی جلدی رو دیتی ہو!" (پھر آئینہ کی طرف کروٹ لے کر اپنا سر آئینہ کی گود میں رکھ دیا) "میرا سر دبا دو آئینہ۔ میں واقعی کچھ دیر سونا چاہتا ہوں۔"

آئینہ بڑی محبت سے سر دبانے لگی اور سلیم گہری نیند سو گیا۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹہ سونے کے بعد سلیم نے آنکھیں کھولیں اور اپنے پاس آئینہ کو بیٹھا دیکھ کر جلدی سے گھڑی دیکھی "اف، تم اس وقت سے بیٹھی ہوئی ہو۔ بہت دیر تک سوتا رہا۔۔۔ اچھا تم تھوڑی دیر بیٹھو۔ میں باتھ روم سے ابھی آتا ہوں۔"

سلیم باتھ روم سے آکر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کنگھی کرنے لگا۔ آئینہ اس کے پیچھے آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

"کل مجھے کیوں بلایا تھا ؟"

(مسکرا کر) "بتاؤ تو کیوں بلایا تھا میں نے ؟"

"میں کیا جانوں ؟"

سلیم الماری سے ایک بکس نکال لایا اور آئینہ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے

بولا :

"اسے کھول کر دیکھو۔"

(ایک حیا آمیز ادا سے) "میں نہیں کھولتی ۔"

سلیم نے خود ہی بکس کھولا ۔ اس میں سے ایک موتیوں کا ہار نکلا جس میں بڑا سا چوکور لاکٹ لگا ہوا تھا ۔ اس کو نکال کر اس نے آئینہ کے گلے میں پہنا دیا ۔ اور اسے گھما کر آئینہ کے سامنے کر کے پوچھا :

"دیکھو کیسا لگ رہا ہے ۔ ؟"

"اس کی کیا ضرورت تھی ؟"

"ضرورت تھی یا نہیں ، میں نہیں جانتا ۔ پسند آیا لے لیا ۔ اب پہنو یا نہ پہنو ، یہ تمہارا کام ہے ۔"

آئینہ مسکرا کر چپ ہو رہی ۔ "اب میں جاؤں !"

سلیم نے ہاتھ پھیلا کر کہا : "مجھے کچھ نہ ملے گا ۔"

آئینہ نے شرما کر سلیم کے سینے میں منہ چھپا لیا ۔ سلیم نے اس کی خوبصورت

پیشانی پر آئے ہوئے بالوں کو سنوارتے ہوئے کہا "چلو بڑی بھوک لگی ہے"۔

"یہ ہار کھول دوں؟"

"نہیں۔"

دونوں باہر آئے تو آئینہ نے ساری کے آنچل کو دہرا کر کے بدن پر ڈال لیا۔ پھر بھی سعیدہ اور شہناز نے دیکھ لیا۔

کھانے کے بعد آئینہ جب شہناز کے کمرے میں آ کر بیٹھی تو سعیدہ نے پان بناتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں جناب سر دبانے کا معاوضہ کیا ملا"۔

آئینہ: "ملتا کیا؟"

سعیدہ: "وہی تو میں پوچھ رہی ہوں؟"

آئینہ نے ہنس کر ساری کا آنچل ہٹا دیا۔

سعیدہ: "اچھا یہ ملا ہے۔ بہت ہی اچھا ہے۔ سلیم بھائی کی پسند بڑی اچھی ہے۔ جب ہی تو اس جینی گڑیا کو اڑا لیا۔"

دوسرے روز بڑی دھوم سے بارات آئی ـــــ اور رات کے بارہ بجے شہناز رخصت ہو کر ریاض کے گھر چلی گئی۔ سعیدہ بھی بھاوج کے ساتھ چلی گئی۔ اس لئے آئینہ اس رات بھی اپنے مکان پر نہ جا سکی۔ صبح ناشتہ کے بعد آئینہ نے اجازت چاہی تو سلیم کی والدہ نے سلیم سے

پہنچانے کے لئے کہہ دیا۔ سلیم خود ہی کار چلا رہا تھا۔

"کیوں آئینہ! کیسا ہو اگر میں تمہیں کہیں لے کر چلا جاؤں ۔ ؟"

آئینہ نے مسکرا کر سلیم کی طرف دیکھا۔

سلیم: "بتاؤ نا کہ چلوں ۔ ؟"

آئینہ: "کہاں لے جائیں گے مجھے ؟"

سلیم: "ایسی جگہ جہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی نہ ہو۔"

آئینہ چپ رہی ۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

سلیم: جواب نہیں دیتیں، ڈر لگ رہا ہے مجھ سے ۔ اعتبار نہیں آتا
اب بھی ۔ ڈرپوک کہیں کی !"

آئینہ: واقعی، مجھے آپ سے ڈر ہی لگتا ہے ۔"

سلیم: (ہنس کر) "کیوں، میں نے کیا کیا ہے ؟"

آئینہ: "آپ نہیں جانتے کہ آپ کیا کیا کرتے ہیں۔"

سلیم: "کیا کیا کرتا رہتا ہوں ؟ تمہارے خیال میں بہت ہی خراب
ہوں میں ۔"

آئینہ: ہاں، بہت ہی خراب ۔"

سلیم: (ہنس کر) "دیکھو خراب کے ساتھ رہ کر تم بھی خراب نہ ہو جانا۔"

آئینہ: خراب ہونے میں اب کسر ہی کیا رہ گئی ہے ۔"

سلیم: کیا خراب کیا ہے میں نے، ذرا سے بات بھی تو نہیں کرتا اور اب تو مجھ سے پردہ بھی کرو گی۔

آئینہ: پاس بیٹھی ہوں یہ پردہ ہے!"

مکان آگیا تھا اس لئے بات یہیں پر ختم ہو گئی۔

سلیم آئینہ کو اتار کر جانے لگا تو آئینہ نے کہا "شہناز کے وہاں شام کو اگر جائیے تو مجھے لیتے جائیے گا۔"

سلیم: (مسکرا کر) بہت اچھا حضور!"

تیسرے روز ریاض کے ہاں دعوتِ ولیمہ تھی۔ بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے سلیم کے دوست سلیم کو مبارک باد دینے لگے۔ آئینہ کو دیکھ کر سب ہی خوش تھے کہ ان کے دوست نے اچھا ساتھی پایا ہے۔

سلیم نے مسکرا کر سب کا شکریہ ادا کیا۔

شادی کے پندرہ دن بعد سلیم کی والدہ نے نواب صاحب سے پوچھا: "ابا جان اگر اب آپ اجازت دیں تو سلیم کی شادی کی تیاری کی جائے؟"

نواب صاحب رونے لگے "بیٹی، اب میری سب سے بڑی آرزو یہی ہے۔ میں راضی ہوں۔ تم لوگ تاریخ مقرر کرو۔ تمہیں اور ریاض کی امی کو تو دونوں طرف کا کام کرنا پڑے گا۔ میرا اور ہے ہی کون؟"

سلیم کی والدہ: اطمینان رکھئے ابا جان، آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو گی۔

نواب صاحب: "کل ہی تاریخ مقرر کر لو۔"

سعیدہ آئینہ کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی: "کیوں جی چپ چاپ بیٹھی ہو۔ شادی کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں! میرے بھائی کو یونہی تڑپاتی رہوگی؟"

آئینہ: "میں نے تو نہیں کہا: وہ کیوں تڑپتے ہیں ساری ساری رات۔"

سعیدہ: "اچھا، میں جا کر بھیا سے کہہ دوں گی کہ تمہارے لئے بے چین ہونا چھوڑ دیں۔"

آئینہ: "کہہ دینا۔ میں کیا تمہارے بھیّا سے ڈرتی ہوں۔"

سعیدہ: "لڑنے تو جا رہی ہو، وہ سزا دلواؤں گی کہ یاد ہی کرو گی!"

آئینہ: "اچھا دلہن بی پہلے اپنی خیر منائیے۔"

سعیدہ: (ہنس کر) "اپنی خیر تو روز مناتی ہوں۔ اب تمہاری باری ہے۔"

آئینہ ہنس کر چپ ہو رہی۔

شادی مارچ کی دس تاریخ کو قرار پائی۔ دونوں طرف تیاریاں شروع ہو گئیں۔ آئینہ کے لئے بیگم واجد اور آئینہ کی پھوپھی بھی باول ناخواستہ آتی جاتی رہتی تھیں۔ رخسانہ، ریحانہ اور انجم بھی کام میں شامل تھیں۔ ریحانہ اور رخسانہ تو ہر وقت آئینہ کے یہاں ہی رہتی تھیں۔ شہناز بھی آجاتی تھی۔ بچاری سعیدہ نہ آسکتی تھی۔ کیونکہ سلیم کے ہاں کا سب بندوبست اس

کے اوپر تھا۔ کبھی گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے لئے آجاتی۔ ایک روز شام کے وقت سب بیٹھی ہنسی مذاق کر رہی تھیں کہ رخسانہ نے آئینہ سے پوچھا

" آئینہ! سلیم بھیّا سے باتیں کروں فون پر"۔

آئینہ:" میں کیا جانوں؟"

رخسانہ:" تم اگر کہو تو ذرا حالِ دل کہہ دوں تمہارا؟"

آئینہ:" (شرما کر) "آپ بھی مذاق کرنے لگیں"۔

رخسانہ نے فون وہیں منگوایا اور سلیم کو فون کیا۔

" سلیم بول رہا ہوں"۔

" میں رخسانہ بول رہی ہوں سلیم بھائی مزاج کیسا ہے؟"

سلیم: (ہنس کر)" آج خصوصیت سے مزاج کیوں پوچھا جا رہا ہے؟"

رخسانہ:" اس لئے کہ آپ کی دلہن بیگم کا حکم ہے"۔

سلیم کچھ کہے جا رہے تھے کہ اس طرف سے چھینا جھپٹی کی آواز آئی۔

رخسانہ:" دیکھئے سلیم بھائی! یہ آئینہ باتیں کرنے نہیں دیتی"

سلیم:" اچھا تو آپ وہیں سے باتیں کر رہی ہیں؟"

رخسانہ:" دیکھئے سلیم بھائی: اب اگر آپ نے مجھے آپ کہا تو میں آپ سے باتیں کرنا چھوڑ دوں گی اور آئینہ کو ایسی پٹی پڑھاؤں کی آپ ہاتھ جوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے"۔

سلیم (ہنس کر) "نہیں بھئی ایسا غضب بھی نہ کرنا ۔ میں تمہیں تم کہنے پر راضی ہوں اور تم تو میری سالی ہو ۔ جب تک آئینہ مجھ سے ناراض رہیں گی اس وقت تک تم اس کا بدل بن جانا ۔"

رخسانہ: "توبہ توبہ ! آپ تو اچھے خاصے شریر نکلے ۔ میں آئینہ سے کہے دیتی ہوں ۔ اچھا کہیے تو اس وقت آئینہ کیا کہہ رہی ہے ۔ !"

سلیم: "میں کیسے کہوں ۔"

رخسانہ: "میں کہے دیتی ہوں ۔ بیٹھی بیٹھی آپ کو یاد کر رہی ہے ۔ کئی دن سے آپ کو دیکھا جو نہیں ہے ۔"

اور اسی وقت کسی نے فون بند کر دیا ۔

سلیم نے بھی فون بند کر دیا ۔

آئینہ: "توبہ توبہ رخسانہ باجی یہ آپ نے کیا کیا کہہ دیا ۔"

رخسانہ: (ہنس کر) "بچارے کا ذرا دل خوش کر دیا ۔ کئی دن سے تم کو دیکھنے بھی نہیں پائے ۔ تم اگر کہو تو میں انہیں بلا کر چپکے سے تمہیں دکھا دوں ۔"

آئینہ: (ہنس کر) "آپ مجھے تو معاف کیجیے ۔"

اچھا آئینہ آپا، آپ سلیم بھائی کی ہو کر ہم سبھوں کو بھول تو نہ جائیں گی ؟'

(ریحانہ کے گال کو تھپ تھپا کر) "تم ایسی پیاری بہن کیا بھولنے کی چیز ہو ۔"

شادی میں اب پندرہ دن باقی ہیں کہ یکایک نواب صاحب کی طبیعت بہت خراب ہو گئی۔ سلیم کو بلوایا گیا۔ حمید وغیرہ سب آئے مگر آئینہ اپنے کمرے سے باہر نہ نکلی۔ دو دن گزر گئے۔ اور نواب صاحب کی طبیعت ٹھیک نہ ہوئی۔ آئینہ نواب صاحب کے سرہانے بیٹھی تھی کہ سلیم آ گئے۔ وہ آئینہ کو دیکھ کر باہر ہی رُک گئے، کیونکہ وہ آج کل ان کے سامنے نہ آئی تھی۔ نواب صاحب نے اشارہ سے سلیم کو بلانے کے لئے کہا تو سلیم آ گئے۔

نواب صاحب نے سلیم کو اپنے پاس بٹھایا اور آئینہ کا ہاتھ سلیم کے ہاتھ میں دے کر دونوں کے ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لئے۔

"سلیم اگر اس وقت مجھے موت آ جائے تو مجھے افسوس نہ ہوگا۔ میں بہت خوش ہوں کہ آئینہ کو تمہارے ہاتھوں میں دے دیا۔ اب مجھے کوئی اور آرزو نہیں۔ میں مرنے کے لئے تیار ہوں۔"

آئینہ رونے لگی۔

سلیم: "یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ نانا جان! آپ انشاء اللہ دو ایک روز ہی میں اچھے ہو جائیں گے۔ آپ اتنے گھبرا کیوں گئے۔ اب اس سے زیادہ بیمار تو آپ کئی بار ہو چکے ہیں۔ بالکل نہ گھبرایئے۔ آپ شاید بہت سوچتے ہیں۔ رات سوتے بھی نہیں۔ آج میں آپ کے پاس رہوں گا۔ اب آرام سے سو رہیئے۔"

سلیم نے دوا پلائی، پھر انجکشن بنا کر لائے۔ اور نواب صاحب کو انجکشن دے کر سب سے کہا "آپ لوگ جائیے۔ اس وقت حمید یہاں رہیں گے۔ میں ابھی نرسنگ ہوم جاتا ہوں۔ نو بجے تک آجاؤں گا۔"

سلیم رات کو جب آئے تو صرف حمید بیٹھے تھے۔ سلیم نے حمید سے کہا۔ "اب تم جاؤ، میں اور منیجر صاحب یہاں رہیں گے۔ حمید چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد اوولٹین وغیرہ پلا کر سلیم نے پھر ایک انجکشن دیا اور تھوڑی دیر بعد نواب صاحب گہری نیند سو گئے۔

بیرے نے سلیم سے کہا "صاحب کھانا کھا لیجئے، میز پر لگا دیا گیا ہے۔"

سلیم نواب صاحب کے خاص نوکر حسین میاں کو پاس بٹھا کر کھانے کے کمرے میں آیا جہاں میز پر صرف اس کا کھانا لگا ہوا تھا۔

سلیم نے بیرے سے پوچھا:

"کیا تمہاری چھوٹی بیگم کھا چکیں؟"

آیا نے کہا "نہیں صاحب! جب سے صاحب بیمار پڑے ہیں انہوں نے تو کھانا ہی چھوڑ دیا ہے۔ اس وقت بھی کچھ نہیں کھایا۔"

سلیم: "جاؤ بلا لاؤ!"

آیا نے واپس آکر کہا کہ وہ کہتی ہیں "آپ کھا لیجئے مجھے بھوک نہیں ہے۔"

سلیم نے اٹھ کر جاتے ہوئے کہا "ان کا کھانا بھی لگاؤ"۔

وہ آئینہ کے کمرے میں پہنچا تو وہ پلنگ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کو دیکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئی "آئیے!"

سلیم اندر گیا تو آئینہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ اس نے کہا:

"آئینہ! مجھ پر اعتبار ہے نا؟" (آئینہ نے سر اٹھایا) نانا جان اچھے ہو جائیں گے —— وہ تکان اور پریشانی سے بیمار پڑ گئے ہیں۔ اب ہم لوگ مل کر انہیں آرام پہنچائیں گے۔ وہ جلد ہی اچھے ہو جائیں گے۔ خدا پر بھروسہ رکھو۔ تم نہ کھاؤ گی تو میں بھی نہ کھاؤں گا"۔

"مجھے بالکل بھوک نہیں لگتی۔ زبردستی کھانے کو بیٹھتی ہوں تو حلق سے اترتا نہیں —"

سلیم: (ہاتھ پکڑ کر) "آؤ میرے ساتھ آؤ۔ کیا میرے ساتھ بیٹھ کر بھی نہ کھا سکو گی؟"

آئینہ ہاتھ چھڑا کر اس کے ساتھ باہر آگئی۔

بیرے نے کھانے پیش کئے اور آئینہ سر جھکائے کھانے لگی۔ بیرے نے اور کھانا دینا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا۔

سلیم: "تم نے تو کچھ بھی نہیں کھایا؟"

آئینہ: "بھوک ہی نہیں ہے —"

سلیم نے پھر کچھ نہ کہا۔ وہ بھی جلد کھا کر اُٹھ گیا۔ پھر انہوں نے نواب صاحب کو جا کر دیکھا۔ وہ گہری نیند سو رہے تھے۔ نبضیں بھی ٹھیک تھیں۔

سلیم ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے اور سگریٹ پینے لگے۔ آئینہ نے پان دیا۔

سلیم: "اب تم جا کر سو رہو۔ میں نانا جان کے پاس جاتا ہوں۔ منیجر صاحب کو بھی بلا لوں گا"

آئینہ چلی گئی اور سلیم سگریٹ ختم کر کے نواب صاحب کے کمرے میں چلے گئے۔

(۲۵)

شادی کو صرف تین دن باقی ہیں ۔ آج آئینہ مانجھے بیٹھنے والی ہے ۔ سات بجے سلیم کی امی سب مہمانوں کو لے کر آگئیں ۔ سعیدہ اور شہناز ابٹن کا سامان لے آئیں ۔ آئینہ کے لئے زرد بنارسی ساری اس کے ساتھ لال پاٹ کی زرد سلک کی ساری اور میک اپ کا سامان ۔ ابٹن تیل چاندی کی کشتی میں قرینہ سے لگا ہوا تھا ، مگر سعیدہ اور شہناز کو کسی نے آئینہ کے کمرے میں گھسنے نہ دیا ۔ جب تک کہ وہ مجلس میں نہ لائی گئی ۔ سعیدہ اور شہناز جلدی سے جا کر آئینہ کے پاس بیٹھ گئیں ۔ آئینہ کی پھوپھی نے ہنس کر کہا ،

" بیٹی اور دو دن صبر کر لو پھر تو وہ تمہاری ہی ہے ۔"

سعیدہ :" پھوپھی جان ! آئینہ تو ہمیشہ سے میری ہے ۔"

رخسانہ :" ارے بی ! اب تو تم دولہا کی بھاوج ہو ۔"

سعیدہ: " اس سے کیا ہوتا ہے ۔ میں آج سے ہی آئینہ کے پاس رہ جاؤں گی "

رخسانہ: " آپ کو کوئی رہنے بھی دے گا ؟ "

سب نے منہ میٹھا کروایا اور تھوڑا تھوڑا ابٹن آئینہ کو لگایا۔ سعیدہ کی باری آئی اس نے پہلے منہ میٹھا کرایا پھر ایک چمچہ لے کر آئینہ کے منہ میں دیتے ہوئے کہا:

" یہ ایک چمچہ اور رے لو سلیم بھائی کی طرف سے ۔ " آئینہ نے منہ تو کھولا ہی نہیں بلکہ سر اور بھی جھکا لیا ۔

دوسرے روز مہندی تھی ۔ آئینہ کی ایک میمن دوست نے بڑی نفاست سے اس کے ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگائی ۔

دوسرے روز بارات آنے والی تھی ۔ نواب صاحب کا مکان جگمگا رہا تھا ۔ درختوں کی شاخوں میں بھی بتیاں لگائی گئی تھیں ۔

شام سے ہلکی دھنوں میں بینڈ بج رہا تھا ۔ آٹھ بجے بارات بھی آگئی ۔ اور جلد ہی عقد بھی ہوگیا ۔ اس کے بعد کھانا شروع ہوا ۔

آئینہ کے لئے تین سیٹ آئے تھے ایک سونے کا ، دوسرا زمرد اور موتیوں کا ، تیسرا یاقوت اور ہیرے کا ۔

رخسانہ: " بھئی تینوں ہی سیٹ خوبصورت ہیں ۔ کون سا پہناؤں ۔

ریحانہ تم جاؤ، خالہ جان سے پوچھ آؤ۔"

سلیم کی امّی نے کہا۔" بیٹی ہیرے اور یاقوت کا پہناؤ۔ اس میں سب کچھ ہے اور لال کارچوبی کام کی بنی ہوئی ساری"۔

رخسانہ، ریحانہ اور آئینہ کی اور بھی کئی دوستوں نے مل کر آئینہ کو لال پری بنا دیا۔ وہ یوں بھی کیا کم خوبصورت تھی، سجاوٹ نے اور بھی اس کے حسن کو نکھار دیا۔

زیور میں جڑاؤ چوڑیاں اور کنگن، گلے میں نکلس اور گلوبند، کانوں میں بڑی سی یاربنگ اور ہاتھوں میں شوق بند۔

دس بجے دلہن کو مجلس میں لایا گیا۔ پھر سلیم کی طلبی ہوئی۔ سلیم کو لے کر ریاض اور حمید آئے اور بٹھا کر باہر چلے گئے۔ شفیق کی دلہن انجم نے سلیم کے ہاتھوں سے آئینہ کو فیرنی کھلائی۔ پھر آئینہ کی ہتھیلی میں دے کر سلیم سے کہا" لیجئے کھائیے "۔ سلیم جب منہ بڑھاتا وہ ہاتھ ہٹا لیتی۔ اس طرح ترسا ترسا کر کھیر کھلائی۔ پھر سورۂ اخلاص پڑھ کر منہ دیکھنے کے لئے کہا اور آئینہ کے سر میں شیفون کا ڈالا ہوا دوپٹہ اٹھا دیا۔

مگر سلیم آج خود ہی شرما رہے تھے۔ انہوں نے اُچٹتی نظروں سے دیکھ کر سر جھکا لیا۔ سعیدہ پاس بیٹھی تھی۔ اس نے کہا:" ارے بھیّا ذرا اچھی طرح دیکھئے "۔

سلیم نے مسکرا کر آہستہ سے کہا۔ "یہ چہرہ تو دیکھا بھالا ہے سعیدہ"

سعیدہ: "یہ سجاوٹ تو نہ دیکھی ہوگی"

سلیم نے مسکرا کر سر جھکا لیا۔

شہناز بھائی کے سر پر آنچل ڈالے کھڑی تھی۔ سلیم کی امی نے ایک بکس سعیدہ کو دیا۔ اس سے ایک جڑاؤ ٹیکا نکال کر سلیم کو دیا۔

"لیجئے یہ پہنا دیجئے"

آئینہ کی بھاوج نے سر سے دوپٹہ سرکا دیا اور سعیدہ کی مدد سے سلیم نے آئینہ کی چمکتی ہوئی پیشانی پر ٹیکا پہنا دیا۔

سلیم کی امی نے پانچ ہزار کا چیک دے کر آئینہ کا منہ دیکھا اور باقی سب لوگوں نے منہ دکھائی میں حسب حیثیت سلامی دی۔ پھر باہر سے مردوں کو بلایا گیا۔

نواب صاحب پہلے ہی رو رہے تھے، انہیں حمید اپنے ساتھ لائے۔ وہ آئینہ اور سلیم کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ پھر آئینہ کے ہاتھ کو سلیم کے ہاتھوں میں دے کر کہا۔ "بیٹا! اپنی سب سے بڑی دولت آج تمہیں دے رہا ہوں۔ آج مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ میں مفلس ہو گیا ہوں۔ خدا تم دونوں کو کامیاب زندگی گزارنے کی توفیق دے۔ آمین!"

آئینہ ہچکیاں لے کر رونے لگی اور نواب صاحب تو رو ہی رہے تھے۔

سلیم کی امی : " یہ کیا کر رہے ہیں ابا جان اب بھی تو آئینہ اور سلیم سب ہی آپ کے ہیں۔ آپ کی طبیعت خراب ہے پھر کہیں زیادہ خراب نہ ہو جائے " انہوں نے حمید کو اشارہ کیا کہ نواب صاحب کو لے جائے۔ حمید نواب صاحب کو اٹھا کر لے گئے۔ ریاض سلیم کو باہر لے جانے کے لئے کھڑے تھے۔ سلیم نے کھڑے ہو کر سب کو جھک جھک کر سلام کیا اور باہر چلے گئے۔

بارہ بجے کے قریب آئینہ وداع ہو کر چلی گئی۔ سلیم کی نئی کار جو کہ انہوں نے آئینہ کے لئے ہی خریدی تھی ۔ پھولوں سے لدی پورٹیکو میں کھڑی تھی سلیم نے آئینہ کو لے جا کر اس میں بٹھا دیا اور کار ہلکے سے ایک جھٹکے کے ساتھ روانہ ہو گئی۔

سعیدہ، شہناز اور کئی لڑکیاں پہلے ہی سے سلیم کے ہاں پہنچ چکی تھیں سلیم کا مکان آج خوب سجایا گیا تھا۔ بینڈ بج رہا تھا۔ کار پورٹیکو میں آکر ٹھہری تو سعیدہ گلاب پاش اور عطردان لئے نیچے کھڑی تھی۔ صندل کا پیالہ شہناز کے ہاتھ میں تھا۔ دونوں نے سلیم اور آئینہ کو عطر لگایا۔ گلاب چھڑکا ذرا سا صندل مانگ میں بھرا پھر آئینہ کو پکڑ کر اندر لے گئیں۔

کچھ دیر بعد دولہا دلہن کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا گیا۔ سلیم کی امی نے دودھ کا شربت دونوں کو پلایا۔ مہمانوں نے منہ دیکھ کر سلامی دی۔

سعیدہ وشہناز، آئینہ کو عروسی کے کمرے میں لے گئیں جو ہلکے گلابی رنگوں سے مزیّن تھا۔ کمرے کی ہر چیز گلابی تھی ۔ فرنیچر تک پر گلابی پینٹ تھا۔ سُرخ غالیچہ نے کمرے کی خوب صورتی میں اور بھی چار چاند لگا دیئے تھے ۔"

سعیدہ :" ارے بی دلہن بیگم ! کپڑے بدل دوں یا دولھا میاں کو دکھانے کے لئے پہنے رہوگی "۔

آئینہ نے سعیدہ کے ایک چٹکی لے لی اور سعیدہ اُچھل پڑی ۔

پھر آئینہ نے آہستہ سے کہا " میری جان بچاؤ سعیدہ ۔ یہ کپڑے پہن کر اب مجھ سے بیٹھا نہیں جاتا "۔

سعیدہ دروازہ بند کر آئی ۔

پھر آئینہ کو ہلکی گلابی شیفون کی ساری اور ہاف سلیوز بلاؤز پہنائی جس میں ہلکی ہلکی کامدانی بنی ہوئی تھی اور سونے کے زیور ۔

" سلیم بھیّا آنے والے ہیں ۔ اب میں جاتی ہوں "۔

سلیم :" میں آسکتا ہوں ؟ "

سعیدہ نے پہلے ہی دروازے کھول دیئے تھے ۔

سعیدہ :" آیئے بھائی ! اب مجھے اجازت دیجئے ۔ میری ڈیوٹی پوری ہوگئی اب آپ مالک ہیں ۔"

سلیم : (ہنس کر) "ان سے پوچھئے۔ میں اجازت دینے والا کون ہوں۔"
آئینہ نے سعیدہ کا آنچل پکڑ لیا۔

سعیدہ : "ذرا اس طرف دیکھئے سلیم بھائی۔"

سلیم : (قہقہہ لگا کر) "بہت خوب۔ تم یہیں رہو سعیدہ۔"

سعیدہ : (آنچل چھڑاتے ہوئے) "ارے چھوڑ آنچل! سلیم بھیّا مجھے دل ہی دل میں بددعائیں دے رہے ہوں گے۔"

سلیم : "یہ کیوں — ؟"

سعیدہ : "آج کی رات اگر آئینہ اور آپ کے درمیان کوئی رہے تو آپ اسے کبھی معاف نہ کریں گے۔"

سلیم (ہنس کر) "آئینہ تو اب میری ہو ہی چکی۔ تم شوق سے رہو ان کے پاس سعیدہ! مجھے کوئی انکار نہیں۔"

سعیدہ : "نا بابا، میں کسی کی بددعا نہیں لیتی۔"

سلیم : "یا حمید کو چھوڑ کر رہنے کو دل نہیں چاہتا۔"

سعیدہ جواب دینے نہ پائی تھی کہ شہناز چاندی کے گلاس میں دودھ کا شربت لے کر آگئی۔ اس نے پلنگ کے سامنے چھوٹی سی میز پر رکھ دیا۔

شہناز واپس جانے کے لئے مڑ گئی۔ سعیدہ بھی اس کے ساتھ جانے

کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی مگر جاتے جاتے ایک چوٹ کرتی گئی ۔ "سلیم بھیا آئینہ نے کچھ کھایا نہیں ہے ۔ اسے شربت پلا دیجئے "

سلیم بیٹھے سگریٹ پی رہے تھے۔ سعیدہ کے جانے کے بعد سگریٹ پھینک کر اُٹھ بیٹھے اور دروازہ بند کر آئے ۔ پھر آئینہ کے پاس بیٹھ کر بولے :

" اجازت ہے ، گھونگھٹ اُلٹ دوں ؟ "

آئینہ سر جھکائے بیٹھی تھی ۔ اس کا خوب صورت چہرہ شیفون کی مہین ساری میں جگمگا رہا تھا ۔ یہ سُن کر اس کا چہرہ اور بھی جُھک گیا ۔

سلیم نے گھونگھٹ اُلٹ دیا ۔

سلیم : " ذرا رُخِ زیبا تو اٹھائیے ۔ سلیم ، آپ کا وہی سلیم تو ہے ، کچھ بدلا تو نہیں ہے ۔ ایک نظر دیکھئے ۔" پھر اس نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اوپر اٹھائی ۔ " ادھر دیکھئے " ۔ !

آئینہ نے ایک اُچٹتی نگاہ سلیم پر ڈالی ۔

سلیم نے ہنستے ہوئے کہا ۔" اُچٹتی نگاہ سے کام نہیں چلے گا ۔ اچھی طرح دیکھو ورنہ میں گدگداتا ہوں "۔

آئینہ نے سلیم کا ہاتھ پکڑ لیا ۔۔۔ سلیم اور بھی کھسک کر آئینہ کے قریب آ گئے ۔

آئینہ: "ذرا ہٹ کر بیٹھئے۔"

سلیم: "شکر ہے زبان تو کھلی۔ میں تو سمجھا تھا کہ دلہن بن کر تمہارے ہونٹوں پر مہر لگ گئی۔"

آئینہ نے ہنس کر سلیم کی گود میں منہ چھپا لیا۔ اور سلیم نے اُسے اٹھا کر اپنے دونوں بازوؤں میں لے لیا اور کہا:

"آج مجھ سے ڈر تو نہیں لگتا۔"

آئینہ کا سر جھک گیا اور سلیم نے آہستہ سے کہا "آئینہ تمہیں اس وقت منہ دکھائی میں کیا دوں؟"

آئینہ: "میں سمجھی نہیں۔؟"

سلیم اٹھ کر کچھ کاغذات الماری سے نکال لائے اور آئینہ کے سامنے رکھ دیئے۔ "دیکھو آئینہ! میں نے بہت سوچا کہ تمہیں کیا دوں؛ میرا خیال تھا کہ تم سے پوچھوں، مگر اس ڈر سے نہیں پوچھا کہ تم مجھے فون ہی پر جھڑکنا شروع کر دو گی۔"

آئینہ: "یہ ہے کیا۔؟"

سلیم: "تمہارے نام بنک میں پچیس ہزار روپیہ جمع کرایا ہے۔ یہ ہے اس کی چیک بک۔"

آئینہ: "اس کی کیا ضرورت تھی۔؟"

سلیم: "آئینہ! میرا دل چاہتا ہے کہ میرا جو کچھ بھی ہے، وہ سب میں تمہیں دے دوں!"

آئینہ: "مگر آپ سے بڑی دولت تو میرے لئے کوئی اور نہیں ہے، مجھے صرف آپ کی ضرورت ہے۔"

سلیم: "میں تو ہمیشہ کے لئے تمہارا ہی ہوں آئینہ اور تم بھی میری ہو۔"

آئینہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا تو اس نے کہا:

"بولو آئینہ! ہو نا میری ––؟"

اور آئینہ نے اثبات میں سر ہلا دیا –– سلیم کی آغوش کھل گئی اور آئینہ اس میں سما گئی –– کچھ اس طرح سمائی وہ جیسے اس کو آج سلیم سے ڈر نہیں لگ رہا تھا۔

ختم شد